﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

اور نصیحت کیجیے، بلاشبہ نصیحت مومنین کو نفع پہنچاتی ہے۔

خطبات جمعہ

۱۹۵۵ء

از مولٰینا احمد علی صاحب

فلسفہ روزہ

قَوْلُہٗ تعالیٰ :۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ط (سورۃ بقر رکوع ۲۳)

ترجمہ:۔ مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن، ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی پس جو کوئی پائے۔ تم میں سے اس مہینے کو تو ضرور روزے رکھے اس کے۔ اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیئے اور دنوں سے۔ اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو۔

قرآنِ حکیم کی سالگرہ

لوحِ محفوظ سے قرآنِ حکیم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا ہے۔ سارا قرآنِ حکیم ایک ہی مرتبہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ ہر قوم میں یہ قاعدہ ہے کہ جس دن اس پر کوئی نعمت نازل ہو اس کی یاد تازہ کرنے کے لیے سالگرہ مناتے ہیں۔ مثلاً یہود میں عاشوراء کا روزہ۔ عیسائیوں میں نزول مائدہ آسمانی کا دن۔ مسلمانوں کے لیے قرآن حکیم ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ اس لیے اس کی سالگرہ رمضان المبارک میں منائی جاتی ہے۔ چنانچہ سارے رمضان المبارک میں مسلمان رات کو قرآن حکیم سنتے ہیں۔ علاوہ اس کے اس نعمت عظمےٰ کے شکریہ میں دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ شکر نعمت میں روزہ رکھنا بھی سابقہ اُمتوں میں رائج تھا۔ جس طرح یہود میں عاشوراء کا روزہ اسی لیے رائج تھا کہ اس دن فرعون غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تھی۔

تمام اُمتوں میں روزہ

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ۝ (سورہ بقر رکوع ۲۳)

ترجمہ:۔ تم پر روزہ ایسا ہی فرض کیا گیا ہے جسطرح تم سے پہلی اُمتوں پر فرض تھا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں بھی روزہ اسی طرح رکھا جاتا تھا کہ روزہ کے دن کھانا پینا اور عورتوں سے صحبت کرنا حرام تھا۔ روزہ کا یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت تک یوں ہی رہا۔ چنانچہ ابتداء میں جب مسلمانوں پر روزہ فرض ہوا اور اس کی شرائط کا انھیں علم نہیں تھا تو اہلِ کتاب کی طرح روزہ رکھنا شروع کیا کہ افطار کے بعد سونے سے پہلے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے فراغت پا لیتے۔ سونے کے بعد پھر دوسرا روزہ شروع ہو جاتا۔ کچھ عرصے کے بعد اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ والی آیت نے اس طرز کو منسوخ کر دیا۔

اوقات روزہ میں اختلاف

البتہ علم تاریخ کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزے کے اوقات ہر اُمت میں علیحدہ علیحدہ رہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام پر ہر مہینے کی ۱۳-۱۴-۱۵ تاریخ کو روزہ فرض تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے اور حضرت

داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے اور یہود پر عاشوراء اور ہر سنیچر کے علاوہ چند دن اور بھی فرض تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ نصاریٰ پر دراصل رمضان کے روزے فرض تھے۔ لیکن جب انھیں سخت گرمی اور سردی کے روزے میں دقت محسوس ہوئی۔ تو یہ فیصلہ کیا کہ موسم ربیع میں بجائے تیس کے پچاس رکھا کریں گے۔

روزے کی صورت بغیر روح بیکار ہے

ہر عقلمند کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی کام کرتا ہے اس کا فائدہ پہلے سوچ لیتا ہے۔ وہ فائدہ اس کی رُوح اور جان ہوتا ہے اس طرح روزے کی بھی ایک صورت ہے اور دوسری اس کی رُوح صورت تو یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانا پینا ترک کر دیا جائے۔ عورت اور مرد آپس میں ملنے نہ پائیں۔ لیکن اگر مقصدِ روزہ اس صورت کے اندر نہ پایا جائے۔ تو وہ بیکار ہے۔ چنانچہ دربارِ نبوت سے ارشاد ہوتا ہے:۔ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ

ترجمہ:۔ جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اسکے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی پروا نہیں (یعنی روزے سے قربِ الٰہی اور حصولِ رضا مولیٰ کا جو نتیجہ مرتب ہونا چاہیئے وہ نہیں ہوگا)

اور دوسری روایت میں مروی ہے:۔ اَلْغِيْبَةُ تُفَطِّرُ الصَّائِمَ

ترجمہ:۔ غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ انتہیٰ

اس سے معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں جس طرح مذکورہ بالا افعال ناجائز ہیں۔ اسی طرح کسی کی غیبت جو زبان کا جرم ہے وہ بھی ممنوع ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزے کا مقصد فقط کھانے پینے سے روکنا ہی نہیں بلکہ اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے

رُوحِ روزہ

تعلیم مذہب کا یہ خاصہ ہے کہ انسان کے اندر اخلاقِ حسنہ پیدا ہوں وہ صفاتِ حمیدہ سے آراستہ ہو۔ بداخلاقی سے اُسے نفرت ہو۔ خواہشاتِ نفسانی پر قابو پائے۔ ضبطِ نفس اور تحمل کا خوگر ہو۔ فتنہ انگیزی سے باز آئے۔ شرارت نہ کرنے پائے۔ ان تمام خوبیوں کے پیدا کرنے کے لئے بہترین علاج یہی ہے کہ انسان کے حیوانی زہر کو نکال دیا جائے۔ اس زہر کے نکالنے کا بہترین تریاق روزہ ہے۔ قوتِ حیوانی کی شدّت سے تمام خرابیاں انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں۔ اگر قوتِ حیوانی کو کمزور کر دیا جائے۔ تو انسان یقیناً بہت سی برائیوں سے رُک جائے گا۔ چنانچہ اسی قاعدے سے اسلامی شریعت میں قوانین روزہ کو پرکھا جائے تو یقین ہو جاتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے روزے کے ذریعے سے اپنی امت کو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر پہنچانے کی سعی فرمائی ہے

احادیثِ نبویہؐ اور اُن کی حکمتیں!

پہلی حدیث

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ

ترجمہ:۔ روزہ دار نہ عورتوں سے میل جول کی باتیں کرے اور نہ شور وغل مچائے اگر اسے کوئی گالی بھی دے یا لڑائی کرے (تو خود اس کے مقابلے میں کچھ نہ کرے) اتنا کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

شرحِ حدیث

ترکِ رفث میں اقوال و افعالِ شہوانی سے روکنا مراد ہے
ترکِ صخب۔ میں درندوں کی طرح شور وغل کرنے سے روکنا مطلوب ہے
ترکِ سب میں مطلق اقوالِ قبیحہ سے روک تھام ہے
ترکِ قتل سے مُراد مطلق افعالِ قبیحہ سے ممانعت ہے۔

اِنِّیْ صَائِمٌ

روزہ دار پر جب کسی بیہودہ گو۔ ظالم اور جاہل کی طرف سے حملہ ہو تو اتنا کہہ دے (بشرطیکہ اس کہنے سے اسکی طبیعت میں ریا نہ آجائے) کہ مجھے روزہ ہے اسلئے میں تمہارا مقابلہ کرنے سے معذور ہوں

بعض شارحین حدیث کا خیال ہے کہ زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں بلکہ دل میں روزے کا خیال کر کے مقابلہ سے باز رہے۔

دوسری حدیث

قولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ ۔ ترجمہ: روزہ ڈھال ہے
ڈھال کے ذریعے سے انسان دشمن کے وار سے بچتا ہے
پہلی حدیث شریف میں جو بیان ہوا ہے کہ روزہ دار اقوال و
افعال شہوانی اور درندگی سے اپنے آپ کو بچائے۔ فتنہ و فساد
کی آگ کو بجھائے۔ کیونکہ اگر گالی اور لڑائی کا جواب اسی طرح دیتا
تو فتنہ بپا ہوتا۔ اب روزے کے سبب سے وہ آگ بجھ گئی۔
حاصل یہ نکلا۔ کہ اس نے گویا روزے کی ڈھال سے شیطان اور
نفس کے وار کو روکا۔

روزے سے اخلاقی اور معاشرتی اصلاح

گزشتہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ روزہ دار کے اخلاق
کا معیار اعلیٰ ہو جائے گا۔ ضبط نفس اور تحمل اس میں آئے گا۔
اپنے آپ کو شرارت اور فتنے سے بچائے گا۔ دنیا میں اعلیٰ
درجے کا امن پسند اور مرنجان مرنج شریف نظر آئے گا۔ ساتھ
ہی اس کے معاشرتی اصلاح بھی ہو جائے گی۔ جب ہر ایک
مسلمان ان اوصافِ حمیدہ سے مزین ہوگا۔ تو معاشرتی تعلقات
میں کبھی بگاڑ پیدا ہی نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہر سال ماہ رمضان
میں روزہ رکھانے کی غرض ہی یہی ہے کہ سال بھر کے بعد
پھر اس نصاب کی یاد تازہ ہو جائے۔

سیاسی فائدہ

دنیا میں ہمیشہ وہی قوم عزت سے زندہ رہ سکتی ہے
جس کے پاس حیاتِ قومی کے اعلیٰ اصول ہوں۔ اور وہ
ان کی پابندی کے لیے ہر مصیبت کو جھیلے۔ اور ہر مشقت
کے سامنے سینہ سپر ہو روزے میں اس بات کی مشق کرائی
جاتی ہے کہ بارہ یا چودہ بلکہ بعض اوقات چوبیس گھنٹے بے آب
و دانہ رہے۔ خواہ شدید گرمی کا موسم ہی کیوں نہ ہو۔ سحری کو آنکھ
نہیں کھلتی مگر روزہ چھوڑ نہیں سکتے۔ دن کے کاروبار کا حرج
بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن کاشت کار ملازمت پیشہ اور مزدور
غرضیکہ ہر ایک کام والا باوجود سحور نہ کھانے کے اپنے اپنے
کام میں مصروف ہے اور پھر اتنا ہی نہیں بلکہ دن کو یہ مشقت اور
رات کو بیدار رہنا اور کافی وقت کھڑا ہو کر نماز تراویح ادا کرنا ہے۔

الحاصل

حاصل یہ نکلا کہ ہر مسلمان ایک فوجی سپاہی ہے۔ بسکٹ اور
کیک۔ سوڈا۔ اور لیمونیڈ تو بجائے خود رہے۔ پانی پیئے اور
کھانا کھائے بغیر اگر ضرورت پیش آ جائے۔ تو دن اور رات کے
چوبیس گھنٹے مسلسل کام کر سکتا ہے اور اس بات کا بھی
عادی ہے کہ ان مصیبتوں میں وہ کسی پر احسان نہیں کر رہا
بلکہ اُسے محض اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب ہے۔ چنانچہ فتوحات
اسلامی میں اس قسم کے واقعات ملتے ہیں کہ مسلسل چوبیس گھنٹے
لڑائی جاری رہی۔ دشمنانِ اسلام کے لشکر یکے بعد دیگرے
آتے رہے اور مسلمان اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹے جب
تک میدان جیت نہیں لیا۔

پیغام فتح اسلام

جو قوم سطح زمین پر اپنے چالیس کروڑ افراد رکھتی ہو۔ اور
وہ ان اصولوں کی پابند ہو جائے۔ جو ارکان اسلام کے اندر
انہیں سکھائے گئے ہیں۔ اور پھر فیصلہ کرے۔ کہ یا تخت یا تختہ تو وہ
قوم کبھی مٹ نہیں سکتی۔ بلکہ دنیا کی قوموں میں سردار ہو کر رہے گی۔
کیونکہ خدا تعالےٰ اسکی پشت پناہی فرمائے گا۔ ظاہر و باطن اور
زمین و آسمان کی تمام خدائی طاقتیں اس کی خدمت کے لئے
وقف ہو جائیں گی۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ
وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ
وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ ۔ الآیۃ

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

روزے کے اُخروی فائدے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
صام رمضان ایمانًا و احتسابًا غفر لہ ما تقدم من
ذنبہ ومن قام رمضان ایمانًا و احتسابًا غفر لہ

ماتقدّم من ذنبہٖ (متفق علیہ)

ترجمہ: ابوہریرہ سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے روزہ رکھا درآں حالیکہ اس کے دل میں ایمان ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اجر پانے کے خیال سے رکھا۔ اس کے سارے پہلے گناہ بخشے جائیں گے۔ اور جو شخص رمضان کی راتوں میں عبادت کرے۔ درآنحالیکہ ایماندار ہو۔ اور ثواب پانے کا ارادہ رکھے۔ اس کے بھی پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس شخص نے لیلۃ القدر کو قیام کیا درآنحالیکہ ایماندار ہو اور اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس کے بھی پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حکمتِ مغفرت

روزے کے باعث سابقہ گناہ معاف ہونے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ گویا روزہ دار زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے، کہ اے اللہ میں نے کھانے پینے اور خواہشات نفسانی وغیرہ کے پورا کرنے میں جو تیری مرضی کے خلاف قدم اٹھایا ہے اس سے باز آتا ہوں اور تیری رضا حاصل کرنے کے لئے سب کو چھوڑتا ہوں اور مسلسل روزہ رکھنے سے یہ ثبوت دیتا ہوں کہ تیری رضا کی پابندی مسلسل کروں گا۔ تیری مرضی کے خلاف خواہشاتِ نفسانی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں گا۔ اور رمضان شریف کے علاوہ شوال کے چھ روزے رکھ کر اس امر کا مزید ثبوت دیتا ہے کہ اے اللہ تو نے اپنی شفقت و رحمت سے اعلان کیا ہوا ہے کہ میں ہر نیکی کا دس گنا کم از کم اجر دوں گا۔ لہٰذا رمضان المبارک کے علاوہ چھ روزے شوال کے اس حساب سے کم از کم ۳۶۰ روزوں کا اجر پائیں گے۔ اور سال کے ۳۶۰ دن ہوتے ہیں۔ تو گویا میں تیری رضا حاصل کرنے کے لئے سارا سال ہی روزہ دار رہا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا وَاعْفُ عَنَّا۔ علیٰ ہذا القیاس رمضان المبارک کی راتوں کے قیام کی بھی یہی غرض ہے۔ کہ اے اللہ میں نے تیرے قرآن حکیم سے جو اعراض کیا ہے۔ اس سے تائب ہو کر تمسک بالقرآن کرنے کا عملی ثبوت دیتا ہوں (گویا نمازی اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہا ہے) اور مسلسل قیام کرنے سے عملاً یہ ثابت کر رہا ہے کہ میرا تمسک بالقرآن آئندہ ہمیشہ کے لئے رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے انسان کے ہر نیک عمل کا کئی گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔ ہر نیکی کم از کم دس درجے پاتی ہے اور سات سو درجوں تک بھی اللہ تعالیٰ عمل کا اجر بڑھا کر دیتے ہیں۔ غرضیکہ ہر عمل کا اخلاص و للہیت اور اسکے منافع اور نتائج کے لحاظ سے اجر ملتا ہے۔) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سوائے روزے کے کیونکہ وہ میرا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا (بروایت دیگر میں ہی اس کا بدلہ ہوں) روزہ دار اپنی خواہشات نفسانی اور کھانا میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اپنے ربّ کی ملاقات کے وقت حاصل ہوگی اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک سے بھی بہتر ہے۔ اور روزہ (شیطان کا وار روکنے کیلئے) ڈھال ہے جبدن کسی کو روزہ ہو۔ عورتوں سے میل جول کی باتیں نہ کرے اور بیہودہ شور و غل نہ مچائے۔ اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑائی کرے۔ تو کہدے کہ میں روزہ دار ہوں (لیکن لڑائی نہ کرے)

حکمت اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ

ہر عمل صالح کی ایک جزائے خیر ہے اور روزے کی جزاء ذات حق جل و علےٰ خود دیتا ہے۔ (یا بنتا ہے) کیونکہ جب روزہ دار نے ان چیزوں کو رضاء الٰہی کے لیے چھوڑ دیا۔ جن پر اسکی زندگی کا دارو مدار تھا۔ تو گویا اس نے زندگی کو تج یا نہ کر کر خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کا وصال لپتا کیا۔ بارگاہِ الٰہی میں ہر عمل کی جزا اس کے

(باقی صفحہ ۷ پر)

خطبۂ جمعۃ المبارک

(از مفسرِ قرآن مولانا احمد علی صاحب لاہور)

احساسِ فرض

برادرانِ اسلام اور معزز خواتین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ آج کی معروضات کا عنوان احساسِ فرض ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھے اور انہیں عملی جامہ پہنائے کیونکہ جب یہ تمام اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں کی ذمہ داریوں کو سمجھتا ہے اسی لئے ہر چیز سے اس کے مناسب حال کام لیتا ہے۔ مٹی کے بورے ڈھوتے ہوں تو گدھے سے کام لیتا ہے اور سفر جلدی طے کرنا ہو تو گھوڑے سے کام لیتا ہے۔ ریگستان میں سفر کرنا ہو تو اونٹ سے کام لیتا ہے علیٰ ہذا القیاس اسے اپنے متعلق بھی سوچنا چاہئے کہ میں کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کی رہنمائی

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کو اس لئے مبعوث فرمایا ہے تاکہ اس دور کے انسانوں کو ان کے وظائفِ حیات سے آگاہ کریں۔ اور فرائضِ حیاتِ انسانی کا اصلی نظام الاوقات (پروگرام) کتبِ سماویہ کی صورت میں نازل ہوتا رہا۔ انبیاء علیہم السلام بحیثیت معلمِ کتبِ سماویہ کے ہونے کے اس نظام الاوقات کو انسانوں تک پہنچاتے رہے اور اس کا مطلب واضح فرماتے رہے۔ اور اس نظام الاوقات پر عمل کر کے دکھاتے رہے۔ جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے امتحانی پیش کردہ نظام الاوقات انسانیت کو دل سے مان لیا وہ اللہ کے سے مومن کہلائے۔ جنہوں نے اس کے تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ انہیں کافر کے لقب سے پکارا گیا۔

نتیجہ

یہ نکلا کہ مومنوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام راضی رہے اور دنیا میں بارگاہِ الٰہی سے عزت اور آخرت میں نجات کا وعدہ اور جنت کے داخلہ کا ٹکٹ مل گیا اور جو کافر ہوئے ان کے لئے دنیا میں ذلت آخرۃ میں عذاب اور جہنم کے داخلہ کی اطلاع دی گئی۔

علیٰ ہذا القیاس

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض بھی وہی ہے جو انبیاء سابقین علیہم السلام کی تھی کہ انسانوں کو ان کے فرائضِ انسانیت سے آگاہ کیا جائے۔ فرائضِ انسانیت پر مطلع کرنے کے لئے آسمان سے جو نظام الاوقات (پروگرام) مرتب ہو کر آیا ہے اس کا نام قرآن مجید ہے اور اس کی تفصیل و تشریح بحیثیت معلمِ قرآن ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انسانوں کو معلوم ہوئی جس کا نام حدیث رسول ہے اور حضور انور نے عملی طور پر جو نمونہ لوگوں کے سامنے پیش فرمایا ہے اسے سنتِ رسول کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو تین چیزوں کا تسلیم کرنا ضروری اور لازمی ہو گیا۔ قرآن مجید۔ حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تین دراصل ایک ہی ہیں

گزشتہ چند سطور میں جو میں نے تین چیزیں عرض کی ہیں وہ دراصل ایک ہی ہیں۔ اصل چیز قرآن مجید کو پورے کا پورا تسلیم کرنا یہ ہمارا ایمان ہے اور قرآن مجید کی جو وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہوئی وہ علمی شرح قرآن ہے اور آپ نے قرآن مجید پر جو عمل کر کے دکھایا وہ دراصل عملی شرح قرآن ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ وہ تین چیزیں دراصل ایک ہی ہیں۔

تینوں کی حفاظت

قولہ تعالیٰ (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون) سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴ (ترجمہ: بیشک ہم نے نصیحت (قرآن مجید) اتاری ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں) جب اللہ جل شانہٗ نے اس قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو قرآن مجید کے الفاظ تو یقیناً محفوظ رہیں گے۔ جو بفضلہ تعالیٰ آج تک محفوظ ہیں دنیا کے جس حصہ میں آپ جائیں یہی قرآن مجید جو پاکستان میں موجود ہے یہی مصر، شام، ٹرکی، یورپ، امریکہ وغیرہ میں بھی بعینہٖ ملے گا۔ آج اس کے نزول کو چودھویں صدی گزر رہی ہے الحمد للہ جس طرح چودھویں صدی تک محفوظ رہا ہے اسی طرح قیامت تک محفوظ رہے گا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا۔ سورۃ النساء رکوع ۱۱ پارہ ۵۔ ترجمہ: (اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے) اور جب تک اس کی علمی وضاحت (حدیث شریف) اور عملی شرح (سنتِ رسول) محفوظ نہ رہے اس وقت تک قرآن مجید میں جو اللہ جل شانہٗ کی مراد ہے وہ محفوظ نہیں رہ سکتی ورنہ انسانی نسل اپنے اپنے مطلب اور اپنی اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لئے قرآن مجید کی ایسی ایسی تاویلیں کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بالکل خلاف ہوں گی۔ اس لئے حدیث رسول اور سنتِ رسول بھی آج تک مسلمانوں میں محفوظ چلی آ رہی ہیں۔ اور علماء دین رحمہم اللہ تعالیٰ کی برکت سے یہ تینوں چیزیں محفوظ ہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ کی حفاظت میں حفاظ قرآن مجید کا بھی کافی حصہ ہے۔ مگر حدیث رسول اور سنتِ رسول کے محافظ تو فقط محدثین حضرات رہے ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ ہر مستند عالم آپ کو ایک ایک حدیث کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کر ثابت کر کے دکھا دے گا۔ کہ واقعی یہ چیز آپ کے مبارک زمانہ سے چلی آ رہی ہے۔ انہی حضرات کی روحانی نسل انشاء اللہ تعالیٰ ان تینوں مبارک چیزوں کی حفاظت کرتی چلی جائے گی۔

عقیدہ باطلہ انکارِ حدیث

میری سابقہ معروضات سے آپ اس نتیجہ پر یقیناً پہنچ گئے ہوں گے کہ منکرینِ حدیث کا خیال بالکل باطل ہے کہ سوائے قرآن مجید کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث یا اس کی سنت کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ منکرینِ حدیث بدنصیب یہ چاہتے ہیں کہ فقط مسلمان کہلانے کے لئے قرآن مجید کا نام تو لیتے رہیں۔ مگر اس کی تفصیل و تشریح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اس سے اپنے آپ کو آزاد کر لیں۔ اور آپ کی سنت کے اتباع کی جکڑ بندی سے نکل جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے ورنہ دنیا میں بھی یہ ذلیل ہوں گے کیونکہ حق پرست علماء کرام ان کی توہین اور تذلیل کرتے رہیں گے بقول شخصے ہر فرعونے را موسیٰ جب فرعون مزاج کوئی شخص دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو موسوی صفت کے حامل علماء کرام بھی اس کی تذلیل اور تحقیر کے لئے اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے جو ایسے فرعون مزاجوں کو ذلیل کرتے رہتے ہیں اور آخرت میں ان ملحدوں کے لئے دوزخ ہے اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ یہ فقط حدیث اور سنتِ رسول کے ہی مخالف نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان واجب الاذعان یعنی قرآن مجید کے ان حصوں کے بھی مخالف ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ میرا حکم مانو اور میری کتابوں کا اتباع کرو اور میرے انبیاء علیہم السلام اور آج کل کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو۔ لہٰذا پیغمبر کی حدیث اور سنت کے اتباع کا انکار دراصل قرآن مجید کے ان حصوں کا بھی انکار ہے جن میں انبیاء علیہم السلام کے اتباع کا حکم ہوا ہے۔ لہٰذا منکرینِ حدیث قرآن مجید کے بعض حصوں پر عمل کرنے کے منکر ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے ایک لفظ کے انکار کر دینے سے بھی انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس کے کئی حصوں کا انکار کیا جائے چنانچہ میں نے ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ کے خطبہ جمعہ میں قرآن مجید میں سے وہ مقامات پیش کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کتب سماوی کے اتباع میں انبیاء علیہم السلام کا اتباع بھی لازمی ہے کیونکہ کتاب الٰہی کا مطلب تو وہی حضرات بیان فرماتے ہیں جو اس کے مطابق عمل بھی کر کے دکھاتے ہیں۔ اور میرا وہ خطبہ نوائے پاکستان میں شائع ہو چکا ہے۔

فرائض انسانی کی تفصیل

جو قرآن مجید میں ہے

نمبروار ان فرائض کی فہرست عرض کر دیتا ہوں تاکہ ہر شخص اپنا منہ اس آئینہ میں دیکھ لے اور فیصلہ کر لے کہ میں اصلی مسلمان ہوں یا نقلی اور رسمی

پہلا فرض

معرفت الٰہی

برادران اسلام واقعہ یہ ہے کہ اکثر مسلمان خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں مگر کما حقہ پہچانتے نہیں۔ اسی لئے جو تعلق اللہ تعالیٰ ہی سے بندے کو رکھنا چاہیئے دوسرے سے بھی رکھ لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عقیدہ توحید میں شرک مل جاتا ہے۔ حالانکہ نجات آخرۃ کے لئے عقیدہ توحید کا خالص ہونا ضروری ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی چند صفات عرض کر دیتا ہوں۔ جن کا تسلیم کرنا ایک مسلمان کے لئے اشد ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے

قولہ تعالیٰ (وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا) سورۃ الفرقان رکوع ۱ پارہ ۱۸ ترجمہ:- اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اندازہ پر قائم کر دیا۔

اللہ تعالیٰ سارے جہاں کا مالک ہے

قولہ تعالیٰ (وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ) سورۃ المائدۃ رکوع ۳ پارہ ۶ ترجمہ:- اور آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

نفع اور نقصان فقط اللہ کے اختیار میں ہے

قولہ تعالیٰ (وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ ج وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهٖ ط) الآیۃ سورۃ یونس رکوع ۱۱ پارہ ۱۱ ترجمہ:- اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس کے سوا اسے پھیرنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے، تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔

رزق کی کشادگی اور تنگی فقط اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے

قولہ تعالیٰ (اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ) الآیۃ سورۃ الرعد رکوع ۴ پارہ ۱۳ ترجمہ:- اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ اور تنگ کرتا ہے۔

بیمار کو اللہ تعالیٰ ہی شفا دیتا ہے

قولہ تعالیٰ (وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ) سورۃ الشعرآء رکوع ۵ پارہ ۱۹

ترجمہ:- (ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی اولاد نہیں دے سکتا

قولہ تعالیٰ (لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ ہ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ) سورۃ الشوریٰ رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ:- آسمانوں اور زمین میں اللہ کی بادشاہی ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے لڑکے بخشتا ہے۔ یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ خبردار قدرت والا ہے۔

حاجت روائی کیلئے اللہ تعالیٰ کو پکارو

قولہ تعالیٰ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ) الآیۃ سورۃ المومن رکوع ۶ پارہ ۲۴ ترجمہ:- اور تمہارے رب نے فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو مت پکارو

قولہ تعالیٰ (وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا) سورۃ الجن رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ:- اور بیشک مسجدیں اللہ کے لئے ہیں۔ پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

عبادت فقط اللہ تعالیٰ کی کرو

قولہ تعالیٰ (يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ) سورۃ العنکبوت رکوع ۶ پارہ ۲۱

ترجمہ:- اے میرے بندو، جو ایمان لائے ہو میری زمین کشادہ ہے پس میری ہی عبادت کرو۔

نو صفتیں

برادران اسلام! میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اکثر مسلمان اللہ تعالیٰ کو جانتے تو ہیں مگر اسے کما حقہ پہچانتے نہیں اس لئے بکثرت کلمہ پڑھنے کے باوجود شرک میں مبتلا نظر آتے ہیں یعنی عقیدہ توحید ان کا خالص نہیں رہتا جو کہ نجات کا سنگ بنیاد ہے۔ اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ کی نو صفتیں عرض کر دی ہیں تاکہ ہر مسلمان کے دل میں توحید کا نور خالص پیدا ہو جائے اور اکثر مسلمان انہیں صفات میں غیر اللہ کو متصف مان کر ظلمت شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

. . . .

دوسرا فرض

دراصل انسان فقط عبادت کیلئے پیدا ہوا ہے

قولہ تعالیٰ (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ) سورہ الذاریت رکوع ۳ پارہ ۲۷ ترجمہ:- اور میں نے جن اور انسان کو پیدا کیا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔

سب سے پہلے اور سب سے ضروری

برادران اسلام اور معزز خواتین! انسان کی یہ عادت ہے کہ جس کام کے لئے کہیں جاتا ہے تو سب سے پہلے وہ کام کرتا ہے جس کے لئے وہاں گیا ہے۔ اور سب کاموں میں سب سے ضروری اس کام کو سمجھتا ہے جس کے کرنے کے لئے وہاں گیا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے گاؤں سے عدالت میں شہادت دینے کے لئے کسی شہر میں جاتا ہے۔ جب اس شہر میں جائیگا تو جو شخص اس سے پوچھے گا کہ آج اس شہر میں کیوں آئے ہو تو سب دوستوں کو یہی جواب دے گا کہ میں عدالت میں ایک شہادت دینے کے لئے آیا تھا۔ اس طرح ہر مرد و زن مسلمان کو یہ سبق ہر دم یاد رکھنا چاہیئے کہ میں اس دنیا میں محض عبادت کے لئے آیا ہوں۔ اور وہ شخص سب سے پہلے عدالت میں شہادت دینے کے لئے جائیگا۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد اگر دوسرے کام کا موقعہ مل گیا تو بہتر ورنہ اس کام کو چھوڑ کر واپس آ جائے گا۔ مثلاً جب شہر میں جا رہا تھا تو بیوی نے چند سودے لانے کی فرمائش بھی کر دی تھی۔ جب خالی ہاتھ واپس آتا ہے تو بیوی کو کہتا ہے کہ میں تمہارے سودے کیسے لاتا۔ عدالت سے مجھے فراغت ہی ایسے وقت میں ہوئی تھی کہ دوڑ کر بمشکل گاڑی پر سوار ہو سکا ہوں۔ اسی طرح ہر مسلمان عورت اور مرد کا فرض ہے کہ اول اللہ تعالیٰ کی بندگی کا نظام الاوقات دپروگرام) پورا کرے اس کے بعد وقت بچے تو دنیا کے کام بے شک کرے اور نہ بچے تو دنیا کا کام رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ ایسے شخص کو عقلمند کہا جاتا ہے۔

اکثر پاگل ہیں

میں احباب کی مجلسوں میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل کے مسلمانوں میں کوئی کوئی عقلمند ہے۔ ورنہ اکثر پاگل ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز!

یعنی اڑتے وقت ہر قسم کا جانور اپنی جنس کے ساتھ اڑتا ہے۔ کبوتروں کی ڈاریں الگ ہوتی ہیں۔ طوطوں کی الگ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح چونکہ موجودہ دور کے مسلمان اکثر پاگل ہیں اس لئے پاگلوں سے راہ و رسم رکھنے میں بڑے خوش رہتے ہیں اور عقلمند کو پاگل کہتے ہیں۔

کیوں پاگل ہیں

پاگل اسے کہتے ہیں جو کام اسے کرنا چاہیئے۔ وہ ہرگز نہ کرے خواہ آپ اسے ہزار مرتبہ سمجھائیں۔ اور جو کام نہ کرنا

چاہئے وہ ضرور ہی کرے خواہ اسے ہزار دفعہ منع کریں۔ مثلاً پاگل سے آپ کہیں کہ گلی کوچوں میں مارا مارا آوارہ مت پھرا کرو۔ دن کو محنت کرکے شام کو مزدوری لیکر بال بچوں میں بیٹھ کر کھایا کرو۔ کیا وہ آپ کے سمجھانے پر واقعی آوارہ گردی چھوڑ کر مزدوری کرنے لگ جائے گا۔ ہرگز نہیں بعینہ اسی طرح عام انسانوں کو دیکھ لیجئے۔ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ انسان اس جہان میں محض عبادت کے لئے آیا ہے۔ سب سے پہلا فرض انسان کا عبادت ہے۔ اس کے بعد جو وقت بچے کسب معاش کے لئے بیشک ہاتھ پاؤں مارے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے حلال کے تھوڑے سے رزق میں برکت ڈال دے گا۔ اور ضرورتیں پوری ہو ہی جائیں گی۔ اس آئینے میں موجودہ زمانے کے مردوں اور عورتوں کو دیکھئے کہ عبادت تو یاد ہی نہیں۔ ہر ایک کے دل و دماغ سے روٹی روٹی کی صدا آرہی ہے۔ جو کام کرنا چاہئے وہ تو کرتے نہیں یعنی عبادت۔ اور جس کی فکر بعد از فراغت نمبر دوم ہونی چاہئے تھی۔ وہ نمبر اوّل پر لائے ہوئے ہیں۔ اور اس کے لئے دن رات سرگردان اور پریشان پھر رہے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیوں کو کلمۂ شہادت بھی نہ آئے تو کوئی حرج نہیں۔ مگر خدا کرے کہ دونوں بی۔ اے کی ڈگری پالیں تاکہ عزت سے روٹی کما کر کھا سکیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پاگل آدمی عقلمند کو پاگل سمجھتا ہے۔ چنانچہ آج کل کے دور میں بالخصوص علمائے کرام کو بے ایمان کہا جاتا ہے۔ مولوی بڑے بے ایمان ہیں۔ مولوی کا قصور فقط یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اس کو پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ نماز باقاعدہ پڑھو۔ روزے باقاعدہ رکھو۔ زکوٰۃ جو فرض ہے اس کی پائی پائی حساب کرکے دو۔ مولوی یہی باتیں کہتا ہے جس پر اسے بے ایمان کہتے ہو۔ کیا مولوی تمہیں یہ کہتا ہے کہ شراب پہلے سے زیادہ پیو۔ رشوت پہلے سے زیادہ کھاؤ۔ بدکاری پہلے سے زیادہ کرو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ فقط مولوی کو بے ایمان کہتے ہیں۔ باقی یہ شرابی، زانی، رشوتیں کھانے والے۔ ڈانس کھیلنے والے سب ایماندار ہیں۔ اسی لئے میں انہیں پاگل کہا کرتا ہوں۔ کہ بے ایمانیاں ساری آپ کرتے ہیں اور بے ایمان اُلٹا ایمانداروں کو کہتے ہیں۔

اس پاگل پنے کا نتیجہ

قولہ تعالیٰ (کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یأتکم نذیر ۝ قالوا بلیٰ قد جاءنا نذیر ۝ فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیءٍ ۝ ان انتم الا فی ضلل کبیر) سورۃ الملک رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا۔ تو ان سے دوزخ کے داروغہ پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں بیشک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔ پھر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

حاصل یہ نکلا کہ آج جو لوگ قرآن مجید کی تعلیم و تبلیغ کرنے والے علمائے کرام کو حقارت ونفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور انہیں ذلیل سمجھ کر ان کی آواز کی قدر نہیں کرتے، قیامت کے دن انہیں علمائے کرام مبلغین کی قدر محسوس ہوگی۔ مگر گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

قیامت کے دن مبلّغین قرآن کی قدر

قولہ تعالیٰ (وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر) سورۃ الملک رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ اور کہیں گے اگر ہم نے سُنا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے + دیکھ لیجئے علماء دین سے متنفر اور نفرت پھیلانے والا بے دین طبقہ قیامت کے دن اپنی موجودہ حرکات پر نادم ہوگا مگر اس وقت یہ ندامت کام نہیں آئیگی۔

دنیا میں واپس آنے کی درخواست اور اس کی نامنظوری

قولہ تعالےٰ (الم تکن ایٰتی تتلیٰ علیکم فکنتم بہا تکذبون ۝ قالوا ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوماً ضالین ۝ ربنا اخرجنا منہا فان عدنا فانا ظلمون ۝ قال اخسئوا فیہا ولا تکلمون ۝) سورۃ المؤمنون پارہ ۱۸۔ ترجمہ۔ کیا تمہیں ہماری آئتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی۔ اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے ربّ ہمارے ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں تو بے شک ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا۔ اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔

دُعا

کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ موجودہ وقت کے بے دینوں کو علماء کرام کے سامنے زانوئے ادب تہ کرکے قرآن مجید کے پڑھنے سمجھنے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

تیسرا فرض
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری بھی مسلمان کا فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان سطور سے پہلے منکرین حدیث کو باطل پرست اور غلط کار ثابت کرچکا ہوں۔

کیوں

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے بغیر اس لئے نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کلام پاک کا صحیح مطلب فقط وہ ہو سکتا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیں۔ اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی وہی صحیح ہو سکتا ہے جو آپ عمل کرکے دکھائیں۔ اس لئے صحیح اور اصلی اسلام یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرمائیں (حدیث شریف) اس پر دل سے مہر تصدیق لگائیں اور سنت رسول اللہ پر عمل کرکے دکھائیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

چوتھا فرض
حقوق العباد
ماں باپ کا حق

اللہ جل شانہٗ اور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے بعد انسانوں کے جو حقوق ہمارے ذمہ ہیں ان کا ادا کرنا بھی مسلمانوں کا عین فرض ہے۔ ان میں سب سے پہلے ماں باپ کا حق ہے۔

قولہ تعالےٰ:۔ (وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ۝ اما یبلغن عندک الکبر احدہما او کلٰہما فلا تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما قولا کریما ۝ واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمہما کما ربیٰنی صغیرا ۝) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں انہیں اُف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو۔ اور ان سے ادب سے بات کرو۔ اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو۔ اور کہو اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

تعلیم یافتہ نوجوانوں سے سوال

پاکستان تو ماشاء اللہ اب بنا ہے۔ میں تعلیم یافتہ نوجوانوں سے سوال کرتا ہوں کیا انگریز نے تمہیں پرائمری سے ایم اے تک کہیں ماں باپ کے ادب کی یہ تعلیم دی تھی؟ حالانکہ یہ تعلیم اتنی اشد ضروری ہے۔ کہ ماں باپ کی ناراضگی کا ایک جرم ہی خدا تعالےٰ کے غضب کو جوش میں لانے اور دوزخ میں پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

هما جنتک ونارک؟

یہ ماں باپ ہی تیرا بہشت ہیں اور یہی تیرا دوزخ ہیں۔

یعنی

اگر ان دونوں کو خوش رکھے گا تو بہشت میں جائیگا اور اگر انہیں ناراض کرے گا تو دوزخ میں جائیگا۔

اولاد کا حق

ماں باپ کا فرض ہے کہ اولاد کو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دلائیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ کہ دین کی تعلیم دلانا اور دیندار بنانے کی کوشش کرنا ماں باپ کا فرض ہے تاکہ انہیں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کو راضی رکھنے کا سلیقہ آجائے۔ اگر بالفرض ماں باپ نے کسب معاش کے لئے کوئی کسب نہ بھی سکھایا تو جب انہیں بھوک ستائے گی تو کوئی نہ کوئی حیلہ کسب معاش کے لئے خود تجویز کرلیں گے۔ اور کما کر کھائیں گے۔ اور اگر ماں باپ نے دین نہ سکھایا اور روٹی کمانے کا ذریعہ سکھا دیا تو مرتے

دم تک وہ دین سیکھنے کے لئے مجبور نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہر انسان کی ضروریات کا ذمہ اٹھایا ہوا ہے۔ وہ موحد، مشرک، مومن، کافر حتیٰ کہ خدا کی ہستی کا انکار کرنے والوں کو بھی ضروریات زندگی کا سامان دیتا رہتا ہے۔ البتہ مرنے کے بعد ان بے دینوں کو محسوس ہو گا۔ کہ ہم نے غلطی کی کہ اللہ تعالیٰ کا دین نہ سیکھا۔ کیونکہ ان کی قبر بے دینی کے باعث دوزخ کا گڑھا بنے گی۔

بے دین ماں باپ کو مجرم قرار دیکر ان پر لعنت بھیجیں گے

قولہ تعالیٰ (یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون یلیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسولا۔ وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا۔ ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا) سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پارہ ۲۲۔ ترجمہ:۔ جس دن ان کے منہ آگ میں اُلٹ دئے جائیں گے۔ کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ اور رسولؐ کا کہا مانا ہوتا۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

نتیجہ

بالکل واضح ہے کہ قیامت کے دن بے دین اپنے جہنم رسید ہونے کا سب سے بڑا سبب ماں باپ کی غلط تعلیم کو قرار دیں گے کہ انہوں نے ہمیں دین نہ سکھایا۔ اور غلط راستے پر ڈالا۔

اولاد کی مذہبی تعلیم کو نظرانداز کرنے والوں کے لئے عبرت

آج کل عموماً مرد اور عورتیں اپنی اولاد کو سکولوں اور کالجوں کی تعلیم دلانے کے بڑے شائق ہیں۔ لڑکی یا لڑکے کو کلمہ شہادت بھی نہ آئے۔ نمازیاد ہو نہ ہو۔ پڑھے یا نہ پڑھے قرآن ناظرہ بھی خواہ نہ پڑھایا جائے۔ مگر بی۔ اے کی ڈگری پاکر آئے۔ ماں باپ بھی سمجھتے ہیں کہ لڑکی یا لڑکا اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہو گئے ہیں۔ اور انہیں بھی ناز ہوتا ہے کہ ہم نے تعلیم کی اعلیٰ ڈگری حاصل کر لی ہے۔ اسی خیال کے ماں باپ گذشتہ آیات کو ذرا غور سے پڑھیں۔ اور عبرت حاصل کر لیں اور اپنے خیال کی اصلاح کر لیں۔ وما علینا الا البلاغ

خاوند کا حق ۳

قولہ تعالیٰ:۔

(فالصٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغیب بما حفظ اللہ ۵) الاٰیۃ سورۃ النساء رکوع ۶ پارہ ۵۔ ترجمہ:۔ پھر جو عورتیں نیک ہیں وہ مردوں کی تابعدار ہیں۔ پیٹھ پیچھے اللہ کی نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ یعنی جو عورتیں نیک ہیں وہ مردوں کی تابعداری کرتی ہیں۔ اور اللہ کے حکم کے موافق خاوند کے پیٹھ پیچھے اس کی رضا کے موافق اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ اپنے نفس اور مال زوج میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں۔

بیوی کا حق ۴

قولہ تعالیٰ:۔

(وعاشروھن بالمعروف) سورۃ النساء رکوع ۳ پارہ ۴۔ ترجمہ:۔ اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو۔

قولہ تعالیٰ:۔

(ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا) الاٰیۃ سورۃ البقرۃ رکوع ۲۹ پارہ ۲۔ ترجمہ:۔ اور انہیں تکلیف دینے کے لئے نہ روکو۔ تاکہ تم سختی کرو۔

توازن

اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے حقوق میں عجیب توازن قائم کر دیا ہے۔ اگر دونوں اس توازن پر قائم رہیں۔ تو گھر میں کبھی جھگڑا پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

برادران اسلام ——— میں کہا کرتا ہوں کہ عموماً گھروں کی لڑائی میاں یا بیوی کے گناہ کی شامت ہوتی ہے۔ اگر دونوں دیندار ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہوں۔ اور احکام شرعیہ کی پوری پابندی کریں تو انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ اس گھر میں لڑائی نہیں ہو گی بلکہ امن اور چین ہو گا۔

رشتہ داروں کا حق ۵

قولہ تعالیٰ:۔ (وَاٰت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربہ کفورا) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵۔

ترجمہ:۔ اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دیدو اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرگذار ہے۔

مسلمانوں کے افلاس کا باعث

اکثر آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی ناداری کا باعث برادری کی رسمیں پوری کرنے کے لئے فضول خرچی کرنا ہے۔ مثلاً شادی اور غمی میں باوجودیکہ توفیق نہیں ہوتی۔ پھر قرض لیکر وہ رسمیں پوری کرتے ہیں۔ اور کہتے یہ ہیں کہ اگر نہیں کرتے تو ناک کٹتی ہے۔ تقسیم سے پہلے اسی فضول خرچی کے باعث ہر سال مسلمان سترہ کروڑ روپیہ فقط اپنے قرضہ کا سود ادا کرتا تھا۔ اور قرض بحالہ رہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ پاکستان بننے کی برکت سے مسلمان اس قرضے سے بے باق ہو گیا ہے۔

پانچواں فرض

حلال رزق کھانا

قولہ تعالیٰ:۔ (یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطن ط انہ لکم عدو مبین) سورۃ البقرۃ رکوع ۲۱ پارہ ۲۔ ترجمہ:۔ اے لوگو! ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں۔ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

فرض عین

رزق حلال کھانا انسان کا فرض عین ہے۔ اس کی خلاف ورزی کرنا حرام ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا۔ کہ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا۔ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے۔ رواہ البخاری۔

جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ گوشت بہشت میں نہیں جائے گا۔ جس نے حرام مال سے تربیت پائی ہے۔ اور ہر وہ گوشت جو حرام کے مال سے پیدا ہوا ہے اسے آگ (یعنی دوزخ) سینکنے کے لئے زیادہ مستحق ہے۔ رواہ احمد والدارمی والبیہقی

آخری دُعا

برادران اسلام ——— میں آج کی معروضات میں آپ کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ذمہ داریوں کی جو فہرست عرض کر چکا ہوں۔ اگر ان پر توفیق کے مطابق عمل کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو گا اور انسان بخشا جائے گا۔ وما علینا الا البلاغ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی خصوصیات

خطبہ جمعۃ المبارک مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد شیرانوالہ دروازہ و امیر انجمن خدام الدین لاہور

خصوصیات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو سوائے مسلمانوں کے اور کسی قوم میں نہیں پائی جاتیں۔

پہلی

تمام انبیاء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کا وعدہ لیا گیا

قولہ تعالےٰ (واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین)

ترجمہ۔ اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا۔ البتہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم سے دوں۔ پھر تمہارے پاس پیغمبر آئے۔ جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے۔ البتہ اس پر ایمان لے آنا۔ اور البتہ اس کی مدد کرنا۔ فرمایا۔ کیا تم نے اقرار کیا۔ اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا تو اب تم گواہ رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

سورۃ آل عمران رکوع ۹ پارہ ۳

اس آیت شریف کا حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی امداد کرنے کا وعدہ لیا۔

شیخ الاسلام کی تائید

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے خود پیغمبروں سے بھی یہ پختہ عہد لے چھوڑا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے (جو یقیناً پہلے انبیاء اور ان کی کتابوں کی اجمالاً یا تفصیلاً تصدیق کرتا ہوا آئے گا) تو ضروری ہے کہ پہلا نبی پچھلے کی صداقت پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے۔ اگر ــــــ اس کا زمانہ پائے تو بذات خود بھی، اور نہ پائے، تو اپنی اُمت کو پوری طرح ہدایت و تاکید کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی اعانت و نصرت کرنا۔ کہ یہ وصیت کر جانا بھی اس کی مدد میں داخل ہے۔ اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام سابقین سے لیا گیا ہوگا۔ اور انہوں نے اپنی اپنی اُمتوں سے یہ ہی قول و قرار لئے ہوں گے۔ کیونکہ ایک آپ ہی کی مخزن الکمال ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی۔ اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا۔ اور آپ ہی کا وجود مسعود تمام انبیاء سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء سے لیا گیا۔ اور خود آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر آج موسےٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بدون چارہ نہ تھا۔ اور فرمایا کہ عیسےٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے۔ تو کتاب اللہ (قرآن کریم) اور تمہارے نبی کی سنت پر فیصلے کریں گے۔ محشر میں شفاعت کرنے کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا۔ اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا حضورؐ کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔

دوسری

ہمارے رحمۃ العالمین کی بعثت تمام اقوام عالم کیلئے ہے

قولہ تعالےٰ:۔ (قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ن الذی لہٗ ملک السمٰوٰت والارض لا الٰہ الا ھو یحیی و یمیت) الآیۃ سورۃ الاعراف رکوع ۲۰ پارہ ۹۔ ترجمہ: کہدو۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام اقوام کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ بخلاف انبیاء سابقین علیہم السلام کے۔ ان کی دعوت کا دائرہ فقط اپنی اُمت تک محدود ہوتا تھا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام فقط بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ سورۃ صف کے رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں فرماتے ہیں۔ اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم اس بات کو بھی مانتے ہو کہ مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا فرمان بھی سورۃ صف رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں مذکور ہے۔ جب عیسےٰ بیٹے مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل بیشک میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ دونوں پیغمبروں کے اعلانات سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی بعثت فقط اپنی امت کے لئے ہے۔

تیسری

سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام اقوام کیلئے رحمت ہیں

قولہ تعالےٰ (وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین) سورۃ الانبیاء رکوع ۷ پارہ ۱۷۔ ترجمہ:۔ اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

بخلاف دوسرے انبیاء علیہم السلام کے کہ وہ فقط اپنی اپنی اُمتوں کے حق میں رحمت تھے۔

چوتھی

اُمت محمدیہ کے پیغمبر نے آئندہ پیغمبروں کی آمد کو بند کر دیا ہے

قولہ تعالےٰ (ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئ علیما) سورۃ الاحزاب رکوع ۵ پارہ ۲۲

ترجمہ:۔ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں۔ اور اللہ ہر بات جانتا ہے۔

پانچویں

قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ

قولہ تعالےٰ (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون) سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴۔ ترجمہ:۔ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے سوائے قرآن مجید کے اور کسی آسمانی کتاب کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ توراۃ یا انجیل یا کوئی آسمانی کتاب صفحۂ ہستی پر نظر نہیں آتی۔ مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کا یہ خاص انعام ہے۔

قرآن مجید کی محافظ تین جماعتیں

۱۔ علماء کرام

وہ علماء کرام جو عربی زبان کے فاضل اور مہارت تامہ رکھنے والے تھے۔ انہوں نے بحیثیت عالم دین ہونے کے قرآن مجید کے معانی اور مطالب خلق خدا کو سمجھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے مطالب علمی اور عملی طور پر صحابہ کرام کو سمجھائے۔ صحابہ کرام نے وہی مطالب اپنے شاگردوں تابعین کو سمجھائے۔ تابعین نے اپنے شاگردوں تبع تابعین کو سمجھائے۔ علیٰ ہٰذا القیاس قرآن مجید کا یہ علمی ذخیرہ مع اپنے معانی اور مطالب کے چودھویں صدی

ہیں ان بزرگان دین کی محنتوں اور جانفشانیوں کی برکت سے ہمیں نصیب ہوا۔ اللہ تعالےٰ ان بزرگوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

دنیاداروں کی حالت

آج کل دنیاداروں کی جو حالت آپ دیکھتے ہیں۔ گذشتہ زمانوں میں بھی یقیناً یہی ہوگی۔ مثلاً زمیندار زمینداری کے کام کاج میں مصروف ہے۔ تجارت پیشہ دکانداری میں مصروف ہے۔ ملازمت پیشہ دفتر کے کاروبار میں مصروف ہے۔ ان دنیاداروں کو کب فرصت ہو سکتی ہے کہ دین الٰہی کی حفاظت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اور دن رات قرآن مجید کی اشاعت کے لئے مسجدوں یا اسلامی مدارس کی درسگاہوں میں بیٹھے رہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ہر کہ یک کرد و۔ ہر کہ دو کرد۔ چیزے کرد و چیزے نہ کرد۔ ہر کہ سہ کرد۔ ہیچ نہ کرد۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ——— جن اللہ کے بندوں نے دین کی حفاظت اور اشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا۔ ان مسکینوں نے پہلے مسجدوں میں سوکھے اور روکھے ٹکڑے کھا کر علماء دین سے قرآن مجید اور اس کے متعلقہ علوم پڑھے۔ اور پڑھنے کے بعد اللہ کے گھروں یعنی مسجدوں میں بیٹھ کر قرآن مجید اور اس کے متعلقہ علوم مسلمانوں کو پڑھائے۔ انہیں علمائے کرام کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لیکر آج تک دین محفوظ رہا ہے۔ اللّٰھم اغفرلھم و ارحمھم۔

ب
صوفیائے کرام

علم دین کی نشر و اشاعت کا سہرا تو علماء کرام کے سر پر بندھا ہوا ہے۔ البتہ صحیح علم حاصل ہونے کے بعد جب تک انسان میں عملی رنگ نظر نہ آئے تو وہ علم علم کے درجہ پر ہی رہ جاتا ہے۔ اس کے صحیح نتائج اور فوائد سے انسان بہرہ مند نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کسی کالج میں طلبہ کو سائنس تو پڑھائی جائے۔ مگر کالج میں لیبارٹری نہ ہو جس میں طلبہ کو تجربہ کر کے دکھایا جائے تو وہ تعلیم بے نتیجہ ہی ہوگی۔ علیٰ ہٰذا القیاس علمائے دین قرآن مجید اور حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطلب خوب سمجھا دیتے ہیں۔ مگر یا ہیں ہمہ طلبہ پر دین کا جو عملی رنگ چڑھنا چاہئے۔ وہ نہیں چڑھتا۔ اس کام کیلئے صوفیائے کرام کی مقدس جماعت علماء دین کو (جوان ہی سے آتا جاتا ہیں) اپنی تحویل میں لے لیتی ہے۔ اور اپنی صحبت میں بٹھا کر خاص طریقوں سے ان پر اسی حاصل کردہ دین کا رنگ چڑھا دیتی ہے۔

ایک لطیفہ

میں کہا کرتا ہوں۔ رنگ ہے قرآن۔ رنگ فروش ہیں علماء کرام۔ رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام مثلاً تہجد کا لفظ قرآن مجید میں آیا ہے۔ علماء کرام کی صحبت میں بیٹھ کر طالب علم میں یہ کمال پیدا ہو جاتا ہے کہ ایک لفظ تہجد پر تقریباً تین گھنٹے بول سکتا ہے۔ کہ یہ لفظ سہ اقسام میں کیا ہے ششش اقسام میں کیا ہے۔ ہفت اقسام کسے کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ ——— مگر کیا اتنی تفصیل علمی معلوم ہونے کے بعد طالب العلم تہجد پڑھنے کا پابند ہو جاتا ہے؟ اگر طالب العلم سے کہا جائے تو تہجد کے فضائل بیان کر تو کم از کم ایک گھنٹہ تک بیان کر سکتا ہے۔ مگر کیا اس تبحر علمی کے باوجود وہ طالب العلم تہجد پڑھنے کا عادی ہو جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ جب کسی کامل کے پاس جائے گا تو وہاں تہجد پابندی سے پڑھنے کی عادت پیدا ہو جائے گی۔

جامعیت

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جامعیت تھی۔ آپ کتاب اللہ کے معلم بھی تھے اور آپ کی مبارک صحبت میں صحابہ کرام کی عملی قوتیں بھی حرکت میں آجاتی تھیں۔ انہیں نہ اپنی جان کی پرواہ تھی۔ نہ بیوی بچوں کا خیال ان پر غلبہ پاتا تھا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی رضا اور اس کے رسول کا اتباع ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ حاصل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ظاہری اور باطنی دونوں تربیتیں ہو جاتی تھیں۔ اب عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ علمی تربیت علماء کرام کرتے ہیں۔ اور باطن کی تربیت صوفیائے عظام فرماتے ہیں۔ ہاں اللہ تعالےٰ کے بعض بندے جامع بھی ہوتے ہیں کہ وہ بحیثیت عالم ہونے کے خلق خدا کو کتاب و سنت پڑھاتے ہیں۔ اور بحیثیت باطن کے کامل ہونے کے مخلوق خدا کے باطن کو امراض روحانی سے پاک کر دیتے ہیں جامعیت کی مثالیں دارالعلوم دیوبند کے اسلاف اور اخلاف میں بفضلہٖ تعالےٰ پائی جاتی ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ دارالعلوم سے لیکر آج تک جتنے حضرات اس کے سرپرست بنے ہیں۔ سب ہی ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اور مکمل تھے۔

ج

قرآن مجید کی حفاظت میں بعض نیک دل، خدا پرست، حامیٔ اسلام دولت مندوں کا بھی حصہ ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے دین کی خدمت کی توفیق دی۔ اگرچہ دنیادار عام طور پر بے دین ہوتے ہیں۔ مگر جس طرح گودڑیوں میں لعل کی مثال ہے اسی طرح ان دولت مندوں میں بھی بعض اسلام کے شیدائی اور فدائی پیدا ہو جاتے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ مسلمانوں کی آسمانی کتاب (قرآن مجید) کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے لیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس وعدہ کے پورا کرنے کا ذریعہ علماء کرام، صوفیائے عظام اور بعض دولت مندوں کو بنایا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

معمولی مال کا صدقہ بھی قابل قدر ہے

ایک عورت نے کہا بعض دفعہ میرے دروازے پر فقیر کھڑا ہوتا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہوتا فرمایا اگر کچھ نہ ہو اور صرف ایک بکری کا کُھر گھر میں ہو تو وہی دے دو۔ (ترمذی، ابن خزیمہ)

خدام الدین لاہور (۶) ۱۰ جون ۱۹۵۵ء

خطبہ جمعۃ المبارک

۱۸ شوال ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۵۵ء

ترقی یافتہ انسان

(از مفسر قرآن مولینا احمد علی خطیب مسجد شیرانوالہ لاہور)

ترقی عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا ترجمہ اوپر چڑھنا ہے۔ اس کے بالمقابل تنزل کا لفظ ہے۔ اس کا ترجمہ نیچے اُترنا ہے۔ آجکل کے دور میں ترقی کا لفظ ہر پڑھے لکھے انسان کی زبان سے آپ کو سنائی دے گا۔ اور ہر پڑھا لکھا آدمی مرد ہو یا عورت چاہتا ہے۔ کہ یہ لفظ اصلی معنی میں میرا ہو جائے۔ مثلاً تجارت پیشہ یہ چاہتا ہے کہ میں تجارت میں بڑی ترقی کروں۔ زمیندار یہ چاہتا ہے کہ میں ترقی کر کے زیادہ سے زیادہ زمین کے رقبہ پر قبضہ جما لوں۔ ملازم پیشہ یہ چاہتا ہے۔ کہ میری ترقی ہو جائے۔ طالب العلم یہ چاہتا ہے کہ میں ترقی کر کے اپنے فن کی انتہائی ڈگری حاصل کروں۔ غرضیکہ ترقی کا لفظ ہر عقلمند کے دل میں بڑا ہی محبوب ہے۔

ترقی کے صحیح معنی

آج میں برادران اسلام اور معزز خواتین کی خدمت میں ترقی کے صحیح معنی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس معنی میں ترقی حاصل کریں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ جس منزل کو انہوں نے ترقی سمجھا تھا۔ وہ دراصل تنزل ہو۔ جس طرح پیاسا بیابان میں سراب کو آب سمجھتا رہا۔ کوسوں سفر طے کر گیا۔ مگر پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پایا۔ بالآخر سفر طویل کرنے کے باوجود نامراد رہا۔

حسرتناک انجام

ترقی کے غلط معنی سمجھنے والوں کا حسرتناک انجام قرآن مجید میں مذکور ہے۔ وہ ملاحظہ ہو۔ قولہ تعالےٰ :۔

قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا ۵ الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا ۵ اولئک الذین کفروا بایٰت ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیمۃ وزنا ۵ ذٰلک جزاؤھم جھنم بما کفروا واتخذوا اٰیٰتی ورسلی ھزوا ۵ (سورۃ الکہف رکوع ۱۲ پارہ ۱۶)

(ترجمہ) کہدو۔ کیا میں تمہیں بتاؤں۔ جو اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارے میں ہیں۔ وہ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں کھوئی گئی۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بیشک وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ہے۔ پھر ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ پھر ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ (لوگ) سزا ان کی جہنم ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا۔ اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق بنایا تھا

حاصل یہ نکلا۔ کہ بعض آدمی دنیا میں یہ خیال کرتے رہے کہ ہم نے نیکیاں کرنے میں بڑی ترقی کی ہے اور آخرت کے لیے نیکیوں کے انبار لگا دیئے ہیں جب آخرت میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ دنیا میں جو کچھ کیا تھا وہ سب برباد ہو گیا یہ بدنصیب لوگ اپنے تنزل کو ترقی خیال کرتے رہے تھے لہٰذا ضروری ہے کہ انسان پہلے ترقی اور تنزل کے صحیح معنی سمجھے اسکے بعد اپنے مناسب حال ترقی کی کوشش کرے اور تنزل سے بچنے کی کوشش کرے آج کی معروضات کا مطلب ہے کہ انسان کو ترقی کا صحیح مطلب سمجھا دیا جائے۔

اِنسان دو چیزوں سے مرکب ہے

اِنسان کی ترکیب دو چیزوں سے ہے جنہیں عام طور پر روح اور جسم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں انہیں ملکیۃ اور بہیمیۃ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے گویا کہ انسان ملکیۃ اور بہیمیۃ کی ایک معجون مرکب ہے۔

اس میں بہیمیۃ یعنی حیوانیت کی علامات بھی پائی جاتی ہیں۔ اور ملکیۃ یعنی فرشتوں کی صفات کا بھی حامل نظر آتا ہے۔ مثلاً رزق تلاش کرنا۔ کھانا۔ نر مادہ کا جفت ہونا۔ بچے جننا۔ ان کی پرورش کرنا۔ اپنے آرام کے لیے مکان بنانا۔ اپنے مخالف سے لڑنا۔ اسے زخمی کرنا۔ بس چلے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دینا۔ یہ کام تو بہیمیۃ کے نقطۂ نگاہ سے کرتا ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے حوالہ سے بلایا جائے یعنی اذان دی جائے تو جھٹ مسجد میں آکر ذکر الٰہی کے لیے صف بستہ ہو جاتا ہے۔ ذکر الٰہی کے لیے صف بستہ ہو کر کھڑا ہو جانا۔ یہ دراصل ملائکہ عظام کی صفت ہے۔ ایسی حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے۔ حاصل یہ نکلا۔ کہ انسان حیوانات اور ملائکہ عظام دونوں کی صفات کا حامل ہے۔

دونوں میں اعلیٰ کون ہے؟

دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی دو صفتوں (ملکیۃ اور بہیمیۃ) میں اعلیٰ کونسی ہے۔ اور ادنیٰ کونسی۔ اس چیز کے فیصلہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے مراتب عرض کر دیتا ہوں۔ ہے۔ معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات۔ اِنسان۔ ملائکہ عظام۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ انسان کے نیچے حیوانات ہیں۔ اور اس سے اوپر ملائکہ عظام ہیں۔ ترقی کے معنی پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اوپر چڑھنا ہے۔ لہٰذا انسان کی ترقی یہ ہے۔ کہ اوپر چڑھے۔ یعنی اپنے اندر ملائکہ عظام کی صفات پیدا کرے۔ مثلاً ملائکہ عظام نجاست سے پاک ہیں۔ یہ بھی کوشش کرے کہ اس کا بدن اور کپڑے نجاست سے پاک رہیں۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ) (ترجمہ) پیشاب سے پرہیز کرو۔ کیونکہ اکثر عذاب قبر کا اسی گناہ کی شامت سے ہوتا ہے۔ غریب سے غریب مسلمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کریگا۔ کپڑے اگرچہ پھٹے پرانے ہوں گے مگر پیشاب کے قطروں سے اس کا بدن پاک اور کپڑے پاک ہونگے۔ اور بڑے سے بڑا مالدار انگریز یا انگریز کا تمدن اختیار کرنے والوں کی رانیں پلید ہوں گی۔ ان کی پتلونوں اور تپلون میں پیشاب کے قطروں کی بُو ہوگی۔

یادِ الٰہی

ملائکہ عظام ہر وقت اللہ تعالےٰ کے ذکر میں شاغل رہتے ہیں۔ اسلام بھی اپنے تابعداروں کو ذکر الٰہی کرنے کی تلقین کرتا ہے (الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم) (سورۃ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴)

ترجمہ:۔ (عقلمند بندے وہ ہیں) جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں۔ انسان کی تین حالتیں ہیں۔ یا کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھا ہوتا ہے یا لیٹا ہوتا ہے۔ حاصل یہ نکلا۔ کہ اسلام اپنے تابعداروں کو ہر وقت ملائکہ عظام کی طرح ذکر الٰہی میں شاغل رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

ملائکہ عظام اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جہاں ذکر کی مجلس پاتے ہیں وہاں فوراً جمع ہو جاتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون اللہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم الحدیث۔ ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بیشک اللہ کے ایسے فرشتے بھی ہیں۔ جو راستوں پر گھومتے رہتے ہیں۔ ذکر کرنے والوں کی تلاش کرتے ہیں۔ پھر جب ویسے لوگوں کو پاتے ہیں جو ذکر کر رہے ہوں۔ تب وہ سرودا کو ملاتے ہیں کہ آؤ جس کام کی تلاش کر رہے تھے۔ وہ یہاں ہو رہا ہے۔

یہی حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے نیک بندوں کا ہے۔ جہاں اللہ کے دین کی اشاعت کے لیے جلسہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو جمع کرنے کے لیے

بقیہ خطبہ :- (صفحہ ۶ سے آگے)

انتشار شائع کرتے ہیں کہ آئندہ علماء کرام وعظ فرمائیں گے قرآن مجید سنائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان فرمائیں گے۔ خیال فرمایئے۔ یہی صفت ملائکہ عظام میں تھی۔ اور یہی صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ سچی اور اصلی امت میں پائی جاتی ہے۔

یہ ہے ترقی

برادران اسلام پہلے عرض کر چکا ہوں کہ انسان کی ترقی یہ ہے کہ اوپر چڑھے۔ یعنی اپنے اندر ملائکہ عظام کی صفات پیدا کرے۔ چنانچہ قرآن مجید پر عمل کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کرنے سے انسان ترقی کرتا ہے۔ یعنی حتی الوسع ملائکہ عظام سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے۔

ورنہ تنزل کو ترقی خیال کریگا

اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے گا۔ اور قرآن مجید کو دستور العمل نہیں بنائے گا۔ اور اس پر عمل کرنے کے لیے سیرت محمدی کو اپنا راہنما نہیں بنائے گا۔ وہ شخص ترقی نہیں کرے گا بلکہ وہ بہ تنزل ہوگا۔ اس کا ہر عمل حیات تنزل کے گڑھے میں گرائے گا۔ گویا اس انسان کو اس تنزل کا احساس نہیں ہوگا۔ اپنی غلط روی کا احساس تب ہوگا۔ جب مر کر قبر میں داخل ہوگا۔ اور وہاں پھر کچھ بنائے نہیں بنے گا۔

کیا یہی ترقی ہے

جو انگریز نے مسلمانوں کو سکھائی ہے۔ مثلاً پہلے صبح کا ناشتہ باسی روٹی اور مکھن اور لسی کا کرتے تھے۔ اب ناشتہ توس۔ چاء اور مکھن جو چھری سے توس پر لگایا جائے۔ اس کا کرتے ہیں۔ اس میں انسانیت کو کونسی ترقی نصیب ہوئی۔ بلکہ پہلے سے تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ صبح سویرے اٹھ کر پہلے چاء پکانے اور پینے کے برتن مانجیے۔ پھر آگ جلایئے پانی پکا کر جلد کی پتی اس میں ڈالئے۔ پھر اسے دم دیجئے پھر دودھ گرم کیجئے پھر اسے شیر دانی میں الگ ڈالئے۔ پھر شکر دانی میں شکر الگ ڈال کر رکھئے۔ پھر ڈبل روٹی لایئے یا منگوایئے۔ پھر اس کے ٹکڑے کیجئے پھر انہیں آگ پر گرم کیجئے۔ پھر چھری سے ان پر مکھن لگایئے۔ یہ ترقی یافتہ لوگوں کا ناشتہ ہے واسی ترقی یافتہ ناشتہ میں اندازہ لگایئے۔ محنت کتنی کرنی پڑی۔ وقت کتنا صرف ہوا۔ روپیہ کتنا صرف ہوا پھر ان سارے تکلفات کا

نتیجہ

کیا نکلا۔ سب عقلمندوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ باسی روٹی لسی اور مکھن سے کھانے میں جو نوجوانوں میں طاقت آتی تھی۔ کہ بڑے قوی ہیکل۔ تنومند۔ لمبے قد اور چوڑی چھاتی والے نوجوان پیدا ہوتے تھے۔ اب وہ طاقت چاء اور توس سے ہرگز پیدا نہیں ہوتی۔

اب تو بقول حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم آج کل کے نوجوان کوہ قاف کی پریاں ہیں۔ کمر پتلی۔ نازک اندام ہونٹوں پر پان کی سرخی۔ منہ میں پتلا سا سگرٹ۔ اور ہاتھ میں پتلی سی چھڑی۔ ہائے افسوس۔ صد افسوس۔ ناعاقبت اندیش لوگ۔ اور عقل کے اندھے اسی کو ترقی کہتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؂

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا!
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

عورتوں کی ترقی

پرانے زمانے میں ہماری بہنیں اور بیٹیاں محلوں میں جو استانیاں ہوتی تھیں۔ ان سے دین کی کتابیں پڑھتی تھیں اور انہیں سے نماز روزہ سیکھ لیتی تھیں عام طور پر اس وقت کا نصاب تعلیم بکی روٹی۔ نجات المومنین اور احوال الآخرۃ ہوتا تھا۔ اتنی ہی تعلیم پانے کے بعد وہ ایک باحیا۔ باادب اور سلیقہ شعار۔ ماں باپ کی خدمت گذار۔ اور بھائی بہنوں کی مونس اور غمخوار ہو جاتی تھیں۔ بکی روٹی پڑھنے کے باعث ان کے اسلامی عقائد درست ہو جاتے تھے اور احوال الآخرۃ پڑھنے کے باعث ان کے دل میں خوف خدا اور قیامت کا ڈر پیدا ہوتا جاتا تھا۔ غرضیکہ ان مستورات کے عقائد درست ہوتے تھے۔ خدا تعالے سے ڈرتی تھیں۔ نماز روزے کی پابند ہو جاتی تھیں۔

موجودہ تعلیم

پاکستان تو اب بنا ہے۔ اس وقت تک تو تعلیم یافتہ مردوں اور عورتوں کی وہی نسل ہے جو انگریز تیار کر گیا۔ کیا انگریز نے پرائمری سے لے کر ایم۔ اے تک کہیں خوف خدا کی تعلیم دی تھی۔ کیا مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کو کہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم دی تھی۔ کہ تم پر خدا تعالے کے لیے بندگی کا حق ہے یا تم پر ماں باپ کا یہ حق ہے۔ اور اس کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ اور تم پر بھائی بہنوں کے یہ حقوق ہیں۔ اور تم پر خاوند کے یہ حقوق ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

موجودہ مسلمان عورت

کا نقشہ ایک انگریزی دان داڑھی مونچھ مونڈے نوجوان لیکن پاکیزہ خیال والے نے کھینچ کر دکھایا ہے وہ ملاحظہ فرما لیجئے۔ اور پھر فیصلہ کیجئے کہ عورت نے موجودہ دور میں ترقی کی ہے یا تنزل کے گڑھے میں جا گری ہے۔ اور ناعاقبت اندیش عقل کے اندھے اپنے زعم باطل میں اسے ترقی خیال کر رہے ہیں۔

شعر :- از نفیس خلیلی امرتسری

یہی ہے جو تعلیم نسواں تمہاری!
یہی ہے جو ابلیس کی پاسداری!
یہی ہے جو انداز غفلت شعاری
تو آگاہ رہنا اجل کی ہے باری
وہ بدنام جلوہ گری کالجوں کی!
مسلمان لڑکی پری کالجوں کی
جو گھر سے چلی ایک فتنہ بپا ہے
چکا چوند میں اک جہاں مبتلا ہے
نمائش کی خاطر وہ صورت چھپانا
وہ مصنوعی انداز میں شرم کھانا
نگاہیں لڑانا ادائیں دکھانا
یہی ہے نئی روشنی کا زمانا
اسے آپ دور ترقی کہیں گے
غضب ہے۔ یہ کب تک عقیدے رہیں گے

لسان العصر اکبر آبادی مرحوم

تعلیم یافتہ ہوں اور نیک بخت بھی ہوں
تم سے ہیں ملائم شیطان پر سخت بھی ہوں
قرآن ہی کرے گا ان بی بیوں کو پیدا
پاکیزہ تخم جب ہوں۔ عمدہ درخت بھی ہوں

تبصرے

برادران اسلام! میں ان اشعار پر تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ اشعار کسی مولوی صاحب کے نہیں ہیں۔ یہ تعلیم یافتہ حضرات کی رائے ہے

دُعا

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم سب کو صحیح معنی میں ترقی یافتہ انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالے کی راہ نمائی سے جو ترقی یافتہ انسان ہوں گے۔ ان کی دنیا اور آخرۃ دونوں سنور جائیں گی۔ اور اگر یہ راستہ اختیار نہ کیا۔ تو ایسی ترقی دنیا اور آخرۃ کی بربادی کا باعث بنے گی۔

وما علینا الا البلاغ

خطبۂ جمعۃ المبارک

۱۸ شوال ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۵۵ء

(از جناب مولانا احمد علی صاحب خطیب شیرانوالہ لاہور)

اشاعت اسلام میں مرد اور عورت

قولہ تعالیٰ :-

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۤءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰۤئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ - اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ٥ سورۃ التوبہ رکوع ۹ پ ۱۰

ترجمہ :- اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کریگا بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ مومن مرد اور مومن عورتیں دونوں ہی مندرجہ ذیل کام کرتے ہیں۔ نیکی کا حکم کرتے ہیں۔ برائی سے روکتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں (یعنی قرآن مجید کو اپنی زندگی کا دستور العمل بناتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہیں (یعنی قرآن مجید پر عمل کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ پیش رکھتے ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ اسلام کی اشاعت کے ذمہ دار جس طرح مرد ہیں۔ اسی طرح عورتیں بھی ہیں جس طرح مرد لوگوں کو حکم کریں گے۔ اسی طرح عورتوں پر بھی حق ہے۔ کہ جہاں تک ان کا بس چلے لوگوں کو نیکی کی تلقین کریں۔ اور جس طرح مردوں پر حق ہے کہ برائی کو روکنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح عورتوں پر بھی حق ہے کہ اپنے حلقۂ اثر میں اگر کوئی برائی دیکھیں۔ تو اس کو روکنے کی حتی الوسع کوشش کریں۔ اگر ہاتھ سے دور کرنے کی طاقت ہے تو ہاتھ سے دور کریں۔ اگر ہاتھ سے دور کرنے کا موقع نہیں ہے تو زبان ہی سے برائی کرنے والوں کو مطلع کر دیں۔ اور اگر زبان سے بھی کہنے کا موقع نہیں ہے۔ تو پھر کم از کم اس برائی کو دل میں ہی برا سمجھیں۔ اور جس طرح مردوں پر نماز پڑھنا فرض ہے۔ اسی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے اور جس طرح مردوں پر صاحب نصاب ہوں تو زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے اسی طرح عورتوں پر بھی نقدی یا زیورات یا مال تجارت ہو۔ تو زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ اور جس طرح مرد قرآن مجید پر عمل کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اختیار کرنے کے لیے مجبور ہیں۔ اسی طرح عورتیں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اختیار کرنے کیلئے مجبور ہیں۔

خیر القرون میں ایسے ہی تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم)

(ترجمہ) بہترین زمانہ میرا ہے۔ پھر وہ لوگ (بہتر ہوں گے) جو ان کے متصل پیدا ہوں گے۔ چنانچہ ان مبارک زمانوں میں ایسا ہی تھا۔

خیر القرون میں اشاعت اسلام میں عورتوں کا حصہ

کتب اسماء الرجال جو مسلمانوں کا خاص فن ہے۔ یہ فن سوائے مسلمانوں کے دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو نقل کرنے والوں کے نام محفوظ ہوں۔ اور ان کے زمانے کی تعیین بھی ہو۔ کہ یہ صحابی ہے۔ یا تابعی ہے۔ یا تبع تابعی ہے آپ حیران ہوں گے کہ ارشادات نبویہ کے ناقلین میں تین سو تریسٹھ مستورات کے اسماء گرامی بھی محفوظ ہیں۔ ان میں بعض صحابیات ہیں بعض تابعی ہیں۔ بعض تبع تابعی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان مبارک زمانوں میں عورتیں بھی اشاعت اسلام میں برابر حصہ لیتی تھیں۔

اول تعلیم پانا پھر تعلیم دینا

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اول انسان تعلیم پاتا ہے۔ اس کے بعد دوسروں کو تعلیم دینے کے قابل ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ان مبارک زمانوں میں مستورات کو دین کی تعلیم دی جاتی تھی تبھی تو وہ اس قابل ہوتی تھیں کہ دوسروں کو نیکی کا حکم کر سکیں۔ اور برائی سے روک سکیں۔ ورنہ وہی قصہ ہوتا ہے۔ آنکہ خود گم است کرا رہبری کند

عورتوں کی تعلیم

اسلام نے اپنے تمام نیوؤں کے لیے تعلیم لازمی کی ہوئی ہے۔ اسلام سات برس کی عمر ہی میں اپنے متبعین کو ایک جامع اور مکمل قانون کی تعلیم دینا شروع کر دیتا ہے۔ اسلام میں یہ حکم ہے کہ سات برس کے بچے کو نماز شروع کرا دی جائے اور نماز میں قرآن مجید کی تلاوت لازمی ہے ورنہ نماز نماز ہی نہیں ہوتی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے معانی سمجھ کر نماز پڑھی جائے۔ لہذا اگر صحیح اور اصلی طریقہ پر نماز پڑھی جائے تو ایک لڑکی اچھی خاصی مسائل دینیہ کی واقف ہوگی۔ اور عملاً دیندار ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ عورتوں میں بفضلہ تعالیٰ دین کی اشاعت کرے گی۔ اور خدا تعالیٰ کی رحمت کی مستحق ہو جائے گی۔ جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور ہے جو پہلے لکھی گئی ہے۔

قرآن مجید عورت کو کیا سکھاتا ہے

برادران اسلام۔ قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ خالق عز وجل اور مخلوق خدا کو راضی رکھو۔ اور دونوں کے حقوق ادا کرو۔ دونوں کے حقوق ادا کرنے کا طریقہ خود قرآن مجید سکھاتا ہے۔ جب عورت خالق عز وجل کو اور اس کی مخلوقات کو راضی رکھے گی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور لوگوں کی نظروں میں محبوب ہو جائے گی۔

تعلیم کا نمونہ

قرآن مجید عورتوں کو جو تعلیم دیتا ہے اس کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے :- قولہ تعالیٰ :-

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (سورۃ النساء رکوع ۶ پ ۵)

(ترجمہ) اللہ کی بندگی کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو مت ملاؤ۔ اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اور رشتہ والوں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور رشتہ دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پاس میں بیٹھنے والے ساتھی سے (مثلاً ہمسفر ہو یا ملنے والے) اور مسافر سے اور غلاموں سے (نیکی کرو) بے شک اللہ کو وہ پسند نہیں آتا جو کوئی اترانا بڑائی کرتا ہو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بندگی کا خیال رکھو مثلاً روزانہ کی پانچ وقتہ نماز پڑھو۔ وغیرہ جو اللہ تعالیٰ کا درجہ ہے۔ اس کے درجہ پر اور کسی کو نہ سمجھو۔ اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پڑوسی

(باقی ص ۱۵)

بقیہ خطبہ :-

خواہ رشتہ دار ہو یا غیر ہو اور جو تمہارے پاس بیٹھنے والا ہو۔ مثلاً ریل یا جہاز کے سفر کے ہمسفر ہوں۔ اور مسافروں اور غلاموں سے نیکی کرو۔ جو عورت اس نظام الاوقات (پروگرام) کی پابندی کرے گی۔ اس سے اللہ تعالےٰ بھی راضی ہوگا۔ اور اس کے لیے مخلوق خدا کے دلوں سے دُعاء خیر نکلے گی۔

قرآن مجید کی تعلیم یافتہ لڑکی۔ عفت پناہ۔ عصمت مآب۔ باحیا۔ با اخلاق۔ ماں باپ کا ادب کرنے والی بھائی بہنوں کی مونس و غمخوار۔ سلیقہ دار۔ کفایت شعار غیر محرموں سے اپنا حُسن چھپانے والی وغیرہ وغیرہ اوصاف حمیدہ سے متصف ہونے والی ہوگی۔ کیونکہ قرآن مجید نے اسے تعلیم ہی ایسی دی ہے اور وہ پاکیزہ تعلیم اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی ہوگی۔

موجودہ تعلیم پانے والی لڑکی

موجودہ تعلیم پانے والی لڑکی کا نقشہ خود تعلیم یافتہ لوگوں کی زبانی آج کل یہ شکایت عام ہے کہ لڑکیاں انتہا درجے کی بدتمیز، خود پسند، مغرور مذہب سے لاپرواہ، شرم و حیا سے عاری، فیشن اور نمود کی دلدادہ، دلشکنی سے انہیں گریز نہیں۔ خدا کا خوف انھیں نہیں، پردے سے انھیں نفرت آخر یہ کیوں؟ یہ تعلیم کا قصور نہیں۔ بلکہ ہمارے بزرگوں کا قصور ہے (خصوصاً مردوں کا) وہ لڑکی کو عریاں لباس پہننے سے۔ مونہہ اور ہونٹوں پہ سرخی ملنے سے۔ مردوں کے ساتھ بے باکانہ مذاق کرنے سے نہیں روکتے۔ پھر آجکل کی لڑکیاں دلشکنی سے گریز نہیں کرتیں۔ کیونکہ ان کو خوفِ خدا کی تلقین نہیں کی جاتی۔ وہ گستاخ ہیں۔ اس لیے کہ ان کو با ادب بانصیب کا سبق نہیں دیا جاتا۔ یہ خود غرضی کا مجسمہ ہیں۔ اس لیے کہ تعلیم یافتہ ہونے سے والدین کی آنکھیں کچھ ایسی خیرہ ہوگئی ہیں۔ کہ ان کی ہر بے جا فرمائش کو پورا کرنا جائز سمجھا جاتا ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ والدین نے موجودہ تعلیم کو بے حد اہمیت دے رکھی ہے وہ مطمئن ہیں کہ ان کی لڑکی انگریزی بول سکتی ہے پیانو بجا سکتی ہے۔ اور پارٹیوں میں باسلیقہ گفتگو کر سکتی ہے۔ اور اگر ضرورت پڑے۔ تو سٹیج پر ناچ بھی سکتی ہے۔ مگر اس کو خوددار۔ شرمیلی۔ اور باحیا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان کے دلوں میں امیروں کی وقعت ہوتی ہے غریبوں سے نفرت اور بات چیت کرنا کسر شان سمجھنے لگ گئی ہیں۔ ان کو اپنے بزرگوں تک کی باتوں کا علم کو وہ جاہل سمجھتی ہیں۔ مضحکہ اڑانے میں کوئی دریغ نہیں ہوتا۔ اور نہ والدین ہی ان کے اس گستاخانہ طرزِ عمل پر کوئی سرزنش کرتے ہیں۔

پاؤڈر اور لپ سٹک کا استعمال سکول اور کالج کی لڑکیوں کے لیے ہمیشہ سے بُرا سمجھا جاتا ہے۔ اور ایسی لڑکیاں پہلے کبھی سکولوں میں گھسنے نہیں پاتی تھیں اور نہ ماں باپ اور اُستاد اس کی اجازت دیتے تھے۔ مگر اب وہی والدین بڑے چاؤ سے اپنی لڑکیوں کو یورپ کی اس اندھی تقلید پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

(ماخوذ از ہفت روزہ قندیل، ۲۷ مارچ ۱۹۵۵ء)

جو بویا جاتا ہے وہی کاٹا جاتا ہے

چونکہ اسلام نے اپنی تعلیم میں خدا پرستی۔ خدا ترسی خدمت خلق۔ مسکینوں پر رحم۔ غریبوں کی ہمدردی کی تعلیم دی تھی۔ اس لیے اسلام کے رنگ میں رنگی ہوئی جو عورتیں پہلے ہوتی تھیں اب وہ خال خال کہیں مسلمانوں کے گھروں میں ہوں گی۔ ان میں وہ خوبیاں جو عرض کر چکا ہوں پائی جاتی ہیں۔ اور موجودہ زمانہ کی نئی تعلیم یافتہ لڑکی کا جو رنگ ڈھنگ ہے وہ خود انہیں لوگوں کی زبانی آپ نے سن لیا۔ جو اس راہ کے رہنورد ہیں۔ ورنہ ہم مولوی لوگوں کو کیا پتہ۔ کہ سکولوں اور کالجوں میں پہلے کیا تھا۔ اور اب کیا ہے۔

قرآن ناظرہ پڑھنے سے عاری

ابھی چند ماہ ہوتے ایک کالج میں پڑھنے والی لڑکی نے مجھے بتلایا۔ کہ ہمارے کالج میں تحقیق کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ ۶۰۸ لڑکیوں میں سے فقط ۳۰ لڑکیاں قرآن مجید ناظرہ پڑھ سکتی ہیں۔

برادران اسلام! بتہیں معلوم ہے کہ اس جہالت کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ جب انہیں پتہ ہی نہیں ہوگا۔ کہ اسلامی عقائد کیا ہیں۔ اسلامی نظام خانہ داری کیا ہے اسلامی عبادات کیا ہیں۔ ان کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ اسلامی نقطۂ نگاہ سے ہم پر ماں باپ کا کیا حق ہے خاوند کا کیا حق ہے۔ اولاد کا کیا حق ہے۔ دُنیا میں پیدا کرنے والے نے کیوں پیدا کیا ہے۔ مرنے کے بعد کیا کیا واقعات پیش آنے والے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ کالج کی تعلیم یافتہ تو ہوں گی۔ یورپ کی اندھی تقلید کی دلدادہ اور فریفتہ تو ہوں گی جیسا کہ آپ اسی مقالہ میں سُن چکے ہیں۔ مگر قرآن مجید کے نقطۂ نگاہ سے وہ عملی طور پر صفر ہوں گی۔

قیامت کے دن اُن کا حال

قولہ تعالیٰ (یوم تقلب وُجُوھھم فی النّار یقولون یٰلیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسولا ٥ و قالوا ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراءنا فاضلونا السبیلا ٥ ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا ٥ (سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پ ۲۲)

جس دن ان کے مونہہ آگ میں اُلٹ دیئے جائیں گے کہیں گے۔ اے کاش۔ ہم نے اللہ اور رسول کا کہا مانا ہوتا۔ اور کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا۔ سو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اے ہمارے ربّ انہیں دگنا عذاب دے۔ اور ان پر بڑی لعنت کر

سوچ لو

اپنی لڑکیوں کو سکولوں اور کالجوں میں تعلیم دلانے کا شوق رکھنے والے بھائیو اور بہنو سوچ لو۔ کہ دین کی تعلیم نہ دلانے سے ان لڑکیوں کا قیامت کے دن کیا حال ہوگا۔ اور تمہارا حال کیا ہوگا۔

کیا چاہئے تھا

چاہئے تو یہ تھا۔ کہ لڑکیاں بقدر ضرورت دنیاوی تعلیم پاتیں۔ اور پھر دین کی تعلیم اعلیٰ سے اعلیٰ پاکر خود اسلام کی پابند ہوتیں۔ اور دوسری بہنوں کو دین کی تعلیم دیتیں۔ تاکہ ان کی دنیا و عاقبت بھی سنور جاتی۔ اور ان کی برکت سے دوسری لڑکیوں کے بھی دونوں جہاں سنور جاتے۔

میری یہ صدا

میرے بھائیو اور بہنو! اگر میری اس صدا پر عمل نہیں کروگے۔ تو قیامت کے دن یہ عذر نہیں کر سکوگے۔ کہ اے اللہ تیرے بندہ نے ہمیں اس خطرے سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ وما علینا الا البلاغ۔ ان ارید الا الاصلاح

بہتر بننے کی کوشش کیجئے

خطبہ جمعہ ۲۵ شوال ۱۳۷۴ھ / ۱۷ جون ۱۹۵۵ء از مولینا احمد علی صاحب خطیب جامعہ مسجد شیرانوالہ لاہور

برادران اسلام۔ ہر انسان اپنے لیے ہر چیز میں سے بہتر کو پسند کرتا ہے۔ مثلاً سبزی خریدنے کے لیے جاتا ہے تو سبزی فروش سے کہتا ہے۔ بہتر سبزی دو۔ قصاب کے پاس جاتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ بہتر گوشت دو۔ کپڑا خریدنے کے لیے جاتا ہے۔ تو بزاز سے کہتا ہے بہتر کپڑا دو۔ جب آپ کو اپنے لیے ہر بہتر چیز کی ضرورت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ بھی اپنے بندوں میں سے بہتر بندے پسند کرتا ہے۔ اسی لیے آج عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بہتر بندہ کیسے بن سکتا ہے۔

بہترین بندہ بننے کا پروگرام

قولہ تعالےٰ:۔

(اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ)

(سورۃ البینۃ پارہ ۳۰)

ترجمہ۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں۔

دُعاء

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس نظام الاوقات (پروگرام) پر عمل کر کے اس مبارک منصب کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بہترین جماعت میں شمولیت

قولہ تعالےٰ

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ (الآیۃ سورۃ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴)

(ترجمہ) تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئیں۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو۔ اور برے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس آیت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اوصاف حمیدہ بیان کئے گئے ہیں۔ جب ہم بھی اپنے آپ کو اسی مقدس جماعت میں شامل کرنے کے دعویدار ہیں۔ کیونکہ دیندار مسلمان اپنے آپ کو اہل السنۃ والجماعۃ کہتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں پہلے خود نیک کاموں کے کرنے کی توفیق دے اس کے بعد دوسرے لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پہلے خود برے کاموں سے بچنے کی توفیق دے۔ اور پھر دوسروں کو برے کاموں سے بچنے کی تلقین کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ہم بھی صحیح معنی میں کنتم خیر امۃ کی جماعت میں شامل ہونے کے قابل سمجھے جائیں۔ اور پہلے اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے دل میں ایمان کو جگہ دینے کی توفیق دے۔ اس کے بعد دوسروں کو ایمان لانے کی تلقین کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

حاصل

یہ نکلا۔ کہ پہلے اللہ تعالےٰ بہترین انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور پھر بہترین جماعت سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بہترین لباس

قولہ تعالےٰ:۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ) الآیۃ سورۃ الاعراف رکوع ۳ پارہ ۸

(ترجمہ) اے آدم کی اولاد ہم نے تم پر پوشاک اتاری جو تمہاری شرمگاہیں ڈھانکتی ہے اور آرائش کے کپڑے بھی اتارے۔ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔

شیخ الاسلام پاکستان کا حاشیہ

اتارنے سے مراد اس کا مادہ وغیرہ پیدا کرنا اور اس کے تیار کرنے کی تدبیر بتلانا ہے۔ گو اتارنے کا لفظ اکثر اس موقعہ پر بولتے ہیں۔ جہاں ایک چیز کو اوپر سے نیچے لایا جائے۔ مگر بعض دفعہ اس سے مکانی فرق در تحت مراد نہیں ہوتا بلکہ جو مرتبہ کے اعتبار سے اونچا ہو۔ اس کی طرف سے کوئی چیز نیچے والوں کو عطا کئے جانے پر بھی یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے جیسے فرمایا:۔

(وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزْوَاجٍ) یا (وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ)

اور اس ظاہری لباس کے علاوہ جس سے صرف بدن کو ستر یا تزئین ہوتا ہے۔ ایک معنوی پوشاک بھی ہے۔ جس سے انسان کی باطنی کمزوریاں جن کے ظاہر کرنے کی اس میں استعداد پائی جاتی تھی۔ پردہ خفا میں رہتی ہیں۔ اور منصۂ ظہور و فعلیت پر نہیں آنے پاتیں۔ اور یہی معنوی پوشاک ہے۔ جسے قرآن نے لباس التقوی فرمایا۔ باطن کی زینت اور آرائش کا ذریعہ بنتی ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو ظاہری بدنی لباس بھی اسی باطنی لباس کو زیب تن کرنے کے لیے شرعاً مطلوب ہوتا ہے۔

نیکیوں کا اجر

قولہ تعالےٰ (وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ) سورۃ یوسف رکوع ۷ پارہ ۱۳

(ترجمہ) اور آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے۔ اور پرہیزگاری میں رہے۔

نیکیوں میں دنیاوی اجر

جو لوگ اپنی نیکیوں میں دنیاوی اجر (مثلاً نام و نمود شہرت وغیرہ) چاہتے ہیں۔ ان کے حق میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۸ میں یہ وعید آیا ہے "جو کوئی دنیا چاہتا ہے۔ تو ہم سر دست دنیا میں اسے بھی جس قدر چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر رہے گا۔

نیکیوں میں آخرۃ کا اجر

اور جو آخرت چاہتا ہے۔ اور اس کے لیے مناسب کوشش بھی کرتا ہے۔ اور وہ مومن بھی ہے۔ تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی۔

حاصل

یہ نکلا۔ بہتر یہی ہے کہ انسان نیکیاں کرے اور ان کا اجر آخرت میں اللہ تعالےٰ سے مانگے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائے۔

چھوٹا شرک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّیَاءُ

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اپنی امت کے متعلق چھوٹے شرک کا بڑا خطرہ

تو اگر حلال کا رزق کھائے گا تو تیری صحت روحانی بحال رہے گی۔

سے وہ قیامت کے دن پوچھے گا کہ اس کو پڑھ کر سمجھا تھا۔ اگر نہیں پڑھا تو قصور کس کا ہے؟

جتنا ممکن ہو کھٹکھٹاتے جاؤ!
یہ دستِ دعا۔ خدا کا دروازہ ہے

بقیہ خطبہ :- (بہتر بننے کی کوشش کیجئے)

ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ چھوٹا شرک کیا چیز ہے:-
آپ نے فرمایا۔ ریاء۔
یعنی جس کام میں محض اللہ تعالےٰ کی رضا پیش نظر ہونی چاہئے تھی۔ اس میں لوگوں کا دکھلاوا پیش نظر رکھا جائے۔

عبادت میں اخلاص شرط ہے

قولہ تعالےٰ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصاً لہ الدین ۝ الا للہ الدین الخالص ﴿الآیۃ سورۃ الزمر رکوع ۱ پارہ ۲۳﴾
(ترجمہ) پس تو خالص اللہ ہی کی فرمانبرداری مدنظر رکھ کر اسی کی عبادت کر۔ خبردار خالص فرمانبرداری اللہ ہی کے لیے ہے۔

اخلاص

کا یہ مطلب ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا پیش نظر ہو۔ اور دوسروں کو راضی کرنے کا خیال نفی کر دیا جائے۔
اللھم اجعلنا خیار عبادتک
آمین یا الہ العالمین

خط و کتابت کرتے وقت اپنا پتہ صاف و خوشخط لکھیں:-

قطعہ

مشورے ہیں مرے مٹانے کے
حوصلے دیکھنا! زمانے کے
دستِ صیاد میں سلے، اکثر
تنکے بلبل کے آشیانے کے

سخاوت کا اجر و ثواب

جب تمھارے بادشاہ اور امراء سچے ہوں، تمھارے مالدار سخی ہوں اور تمھارے کام باہمی مشورے سے ہوا کریں تو تمھاری زندگی موت سے بہتر ہے۔ اور اگر امراء برے ہوں، اغنیاء بخیل ہوں اور تم عورتوں کی رائے کے تابع ہو تو پھر جینے سے مرنا بہتر ہے۔ (سنن ترمذی)

چھپا کر صدقہ کرنے کا اجر و ثواب

جو شخص اس طرح چھپا کر صدقہ دیتا ہے کہ سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی خبر نہیں ہوئی تو یہ شخص قیامت میں عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔ (بخاری)

چھپا کر صدقہ دینا اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

صلہ رحمی کرنا عمر کو بڑھاتا ہے۔ (طبرانی)

حضرت ابوذرؓ نے دریافت کیا افضل صدقہ کیا ہے؟ فرمایا چھپا کر دینا۔ (مسند احمد)

افضل صدقہ کون سا ہے؟

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افضل صدقہ وہ ہے جو ذی رحم دشمن کو دیا جائے۔ (طبرانی:۳۹۲۳)

صدقہ کے عظیم فوائد

صدقہ مسلمان کی عمر بڑھاتا ہے، بری موت سے محفوظ رکھتا ہے اور صدقہ دینے سے کبر و فخر انسان میں پیدا نہیں ہوتا۔ (طبرانی)

خدام الدین لاہور (۳) یکم جولائی ۱۹۵۵ء

دو روحانی مربیوں کی ضرورت

خطبہ جمعہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ / ۲۴ جون ۱۹۵۵ء از مفسر قرآن مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد شیرانوالہ لاہور

برادران اسلام۔ آپ کو معلوم ہے کہ انسان جسم اور روح سے مرکب ہے۔ انسان پیدا ہونے کے بعد عاجز اور بے بس ہوتا ہے۔ نہ اٹھ سکتا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے۔ نہ بول سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی عاجزی کو مدنظر رکھ کر ماں باپ کو اس کی جسمانی تربیت کا ذمہ دار بنا دیا ہے۔ کھانے اور پینے کی چیزوں کے ہضم کرنے کی طاقت اس کے معدہ میں رکھی ہوئی ہے اور ماں باپ پکا کر اس کے مونہہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اور بچہ ماں باپ کی دی ہوئی غذا کی برکت سے جوان ہو جاتا ہے۔ وہی بچہ جو کس طرح بالکل عاجز اور بے بس تھا۔ آج وہ ایک طاقت ور۔ قوی ہیکل۔ تنومند جوان نظر آتا ہے۔ اسی ماں باپ کی جسمانی تربیت کا مندرجہ ذیل آیت میں ذکر ہے۔

قولہ تعالےٰ (واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵ ترجمہ اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو۔ اور کہو اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔ اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

اصلی مربی

انسان کا اصلی مربی تو اللہ تعالےٰ ہی ہے البتہ اس نے انسان کی جسمانی ربوبیت کا حق ادا کرنے میں۔ اس کے ماں باپ کو اپنا قائم مقام تجویز فرمایا ہوا ہے۔

روحانی تربیت

جس طرح انسان کو جسمانی تربیت کے لیے ایک مربی کی ضرورت تھی۔ ایسے ہی اسے روحانی تربیت کے لیے ایک مربی کی ضرورت تھی۔ جس طرح بچے کے معدہ میں اللہ تعالےٰ نے غذا کے ہضم کرنے کی طاقت رکھی ہے۔ بشرطیکہ کوئی اسے کھلائے۔ اسی طرح انسان کی روحانیت کے اندر ایسی استعداد رکھی ہے کہ اگر اسے کوئی ہادی میسر آجائے۔ تو یہ اعمال صالحہ کر کے صالحین کی فہرست میں شامل ہو سکتا ہے۔

اگر اللہ تعالےٰ نے اس کے اندر شہادۃ (جو اللہ تعالےٰ کے قرب کا ایک بڑا مقام ہے) کی استعداد رکھی ہو۔ تو ممکن ہے کہ یہ شہداء کی فہرست میں شامل ہو جائے اور اگر اللہ تعالےٰ نے اس کے اندر مقام صدیقیت کی صلاحیت رکھی ہو۔ تو ممکن ہے کہ ہادی کی صحبت میں مقام صدیقیت پر پہنچ جائے۔ ان تین مرتبوں کے علاوہ اور بھی قرب الٰہی کے بے شمار مراتب ہیں۔

سب سے پہلا ہادی

انسان کے لیے سب سے پہلا ہادی اور مربی پیغمبر خدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو ننانوے پیغمبر اسی غرض کے لیے اللہ تعالےٰ نے بھیجے تھے۔ اس مقدس سلسلہ میں سب سے آخری دنیا میں ظہور کے لحاظ سے اور سب سے اول مرتبہ کے لحاظ سے سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

نبی کے فرائض

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرائض سورۃ جمعہ میں ذکر کئے گئے ہیں۔ قولہ تعالےٰ (ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ) الآیۃ سورۃ الجمعۃ رکوع ۱ پارہ ۲۸۔ (ترجمہ) وہ (اللہ) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا۔ اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب (قرآن مجید) اور عقلمندی سکھاتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار فرائض انجام دیتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن مجید کی آیتیں سن کر صحابہ کرام کو پڑھ کر سنا دیتے ہیں حضور انور کے بعد اب یہ فرض حفاظ قرآن مجید ادا کر رہے ہیں جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے پڑھا ہے۔ وہ آگے پہنچا دیتے ہیں۔ دوسرا فرض آپ یہ ادا کرتے ہیں کہ آپ کی پاک صحبت میں صحابہ کرام روحانی امراض سے شفا پاتے ہیں۔ نہ ان میں شرک رہتا ہے۔ نہ کفر رہتا ہے۔ نہ فخر رہتا ہے نہ ریاء رہتا ہے۔ نہ عجب اور خود پسندی رہتی ہے۔ غرضیکہ تمام روحانی امراض سے انہیں شفا ہو جاتی ہے۔

مثلاً حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو رحمۃ للعالمین کے دربار سے حضور کے بعد نامزد خلیفہ ہیں۔ اور حضور انور فرماتے ہیں۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ اور جن کے فضائل میں یہ فضیلت ہے کہ اگر عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ آ رہے ہوں۔ تو شیطان اس راستہ سے ہٹ جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایسے فضائل مآب صحابی کی بے نفسی کی حالت ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے (جن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض راز کی باتیں ہوتی تھیں) پوچھتے تھے۔ کہ میرا نام منافقین کی فہرست میں تو نہیں ہے۔ ادھر آپ کے مناقب وفضائل ملاحظہ فرمائیے۔ اور ادھر ان کی کسر نفسی کی یہ حالت ہے۔ یہ سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت کے نتائج حسنہ ہیں ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
مستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

تیسرا فرض

رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تیسرا فرض قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ آپ قرآن مجید کے معلم ہیں۔ معلم اور متعلم میں یہ فرق ہے کہ متعلم یا طالب العلم کسی معلم کو اس کتاب کا مطلب سمجھنے میں۔ جو شک وشبہ طبیعت میں آتا ہے۔ وہ معلم کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ اور معلم خداداد قابلیت کے لحاظ سے متعلم کے تمام شکوک وشبہات کا جواب دیتا ہے۔ اور بالآخر کتاب کا مضمون ذہن نشین کرا دیتا ہے۔ تالیٔ قرآن مجید کے ذمہ یہ فرض عائد نہیں ہوتا۔ مثلاً حفاظ سارا قرآن مجید تراویح میں مقتدیوں کو سنا دیتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے اکثر جاہل ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی ایک آیت کا بھی ترجمہ نہیں جانتے۔ لہٰذا تالیٔ اور چیز ہے اور معلم ہونا اور چیز۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحیثیت معلم ہونے کے سوالات ہوتے ہیں۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۷۔ پارہ ۲) (ترجمہ) آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں (یسئلونک عن الیتامٰی) سورۃ البقرۃ رکوع ۲۷ پارہ ۲ (ترجمہ) اور یتیموں کے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں (یسئلونک عن المحیض) سورۃ البقرۃ رکوع ۲۸ پارہ ۲ (ترجمہ) اور آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

چوتھا فرض

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں صحابہ کرام کی عقلمندی اور دانشمندی کی بھی تکمیل ہوتی ہے اسی عقلمندی کی قابلیت کا نتیجہ تھا کہ جس طرف بھی صحابہ کرام نے رخ کیا نصرت الٰہی ان کے ساتھ ہوتی تھی۔ اور دنیا کے تمام بڑے بڑے عقلاء ہر میدان میں ان سے شکست کھاتے تھے

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

بقیہ خطبہ

(ص۲ سے آگے)

اگر ان حضرات میں مآل اندیشی، دُور اندیشی، معاملہ فہمی، وقتی حالات کی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانے کی عقل نہ ہوتی۔ تو یہ بڑے بڑے عقلاء زمان کے ساتھ ٹکر لگا کر کیسے کامیاب ہو سکتے تھے۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحبت ہی تھا۔ کہ صحابہ کرام جس طرح علم الٰہی میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ اسی طرح عقلمندی میں بھی اپنی نظیر آپ تھے۔

صحابہ کرام کی دانشمندی

(۱)

فارس کی لڑائی کا ایک واقعہ۔ شام کی امدادی فوج کو قعقاع نے اس تدبیر سے روانہ کیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے دستے کر دئے تھے۔ اور جب ایک دستہ میدان جنگ میں پہنچ جاتا تھا، تو دوسرا اُدھر سے نمودار ہوتا تھا۔ اس طرح تمام دن فوجوں کا تانتا بندھا رہا۔ اور ایرانیوں پر رُعب چھا گیا۔ ہر دستہ اللہ اکبر کے نعرے مارتا ہوا آتا تھا۔ اور قعقاع اس کے ساتھ ہو کر دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے۔ ماخوذ از الفاروق ص۹۹ جلد اوّل مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ۔

(۲)

(چونکہ ایرانیوں کے لشکر میں ہاتھی تھے۔ اور عربی لشکر میں ہاتھی کوئی نہیں تھا۔ اس لئے) ہاتھیوں کے لیے قعقاع نے یہ تدبیر کی۔ کہ اونٹوں پر جھول اور برقعہ ڈال کر ہاتھیوں کی طرح مہیب بنایا۔ یہ مصنوعی ہاتھی جس طرف رُخ کرتے تھے۔ ایرانیوں کے گھوڑے بدک کر سواروں کے قابو سے نکل جاتے تھے۔

(ماخوذ از الفاروق ص۹۹) جلد اوّل مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ)

(۳)

سعدؓ نے یہ دیکھ کر کہ ہاتھی جس طرف رُخ کرتے ہیں دَل کا دَل پھٹ جاتا ہے۔ ضخم وسلم وغیرہ کو جو پارسی تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ بلا کر پوچھا کہ اس بلائے سیاہ کا علاج کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی سونڈ اور آنکھیں بے کار کر دی جائیں۔ تمام غول میں دو ہاتھی نہایت مہیب اور کوہ پیکر اور گویا کل ہاتھیوں کے سردار تھے۔ ایک ابیض اور دوسرا جرب کے نام سے مشہور تھا۔ سعد نے قعقاع۔ عاصم جمال۔ ربیل کو بلا کر کہا کہ یہ مہم تمہارے ہاتھ ہے۔ قعقاع نے پہلے کچھ سوار اور پیادے بھیج دیے۔ کہ ہاتھیوں کو نرغہ میں کر لیں۔ پھر خود برچھا ہاتھ میں لیے پیل سفید کیطرف بڑھے۔ عاصم بھی ساتھ تھے (دونوں نے ایک ساتھ برچھے مارے۔ کہ آنکھوں میں پیوست ہو گئے تھے۔ ہاتھی جھرجھری لے کر پیچھے ہٹا۔ ساتھ ہی قعقاع کی تلوار پڑی اور سونڈ مستک سے الگ ہو گئی۔ ادھر ربیل وجمال نے جرب پر حملہ کیا۔ وہ زخم کھا کر بھاگا۔ تو تمام ہاتھی اس کے پیچھے ہو گئے اور دم کی دم میں یہ سیاہ بادل بالکل چھٹ گئے۔ (ماخوذ از الفاروق جلد اوّل مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ

تینوں کا نتیجہ

صحابہ کرام کی عقلمندی کے ہزاروں واقعات ہیں جن میں سے یہ تین بطور نمونہ عرض کیے گئے ہیں۔ عقل کی یہ گرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا فیض تھا۔ ورنہ حضور کی بعثت سے پہلے ان حجازیوں میں ایسی چیزوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

دو جماعتیں دین کی محافظ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا سے رُوپوش ہو جانے کے بعد جب تک خلافت علیٰ منہاج النبوۃ رہی۔ اس وقت تک دین الٰہی کی حفاظت اور اس کی نشر و اشاعت کی ذمہ داری خلفاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے معاونین نے اپنے ذمہ لی۔ اور الحمد للہ کہ ان حضرات نے اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی برکت سے اسلام کو بام عروج پر پہنچایا۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ اسلامی سلطنت میں جب دورِ زوال آیا۔ اس کے بعد آج تک

دو جماعتوں نے

اسلام کے جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا۔ اور وہی دو جماعتیں آج بھی اس جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اور وہ دو جماعتیں علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی ہیں۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کی ضرورت نہیں

برادران اسلام! کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ انگریز کی ۹۰ سالہ حکومت ہند میں یہ پالیسی نہیں رہی ہے کہ ہندوستان سے اسلام کو مٹا دیا جائے۔ اور مسلمان کے دل سے اسلام کی عظمت کو نکال دیا جائے بلکہ خود مسلمان کے دل میں اسلام سے نفرت پیدا کر دی جائے۔ اور یہ فقط نام کے مسلمان رہیں۔ مگر اسلام کے کام کے نہ رہیں۔ جو لوگ انگریز کی سیاست سے واقف ہیں۔ وہ ہرگز ان چیزوں کا انکار نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد

انصاف سے کہئے۔ کیا ہندوستان (جس کا اب ایک حصہ پاکستان کہلاتا ہے) میں ہزارہا حفاظ قرآن کا پایا جانا۔ ہزارہا کتاب و سنت کے علماء کرام کا پایا جانا۔ ہر صوبہ ہند میں ہزاروں مدارس عربیہ کا پایا جانا۔ کیا یہ ان علمائے کرام کی سعی اور جدوجہد کا نتیجہ نہیں ہے۔ آج کل کے دور میں دیکھ لیجئے۔ علماء کرام دین کی اشاعت اور حفظ و بقا کی فکر کر رہے ہیں۔ اور حکومت پسند طبقہ مدت مدید سے عہدوں اور کرسیوں کے حصول میں دست بگریبان ہو رہا ہے۔ جنہیں ایک اسلام دوست۔ بہادر۔ خوددار کہنہ مشق ایڈیٹر نوائے پاکستان مولانا مرتضیٰ احمد خاں صاحب اپنے ایڈیٹوریل میں ٹھاتا رہتا ہے۔

اپنے گریبان میں مونہہ ڈال کر دیکھو

اے دیندار سیاست دانو۔ آپ اپنی ذاتی اغراض دنیاوی مفاد۔ اور فانی عزتوں کے حاصل کرنے کے لیے لڑتے ہیں۔ علماء کرام مفاد دنیا کے لیے نہیں لڑتے ہاں جب اسلام کا لبادہ پہن کر کوئی گمراہ کن جماعت اٹھتی ہے جس کی تحریبات اور اعمال سے اسلام محمدی پر زد پڑتی ہو۔ تو اس وقت علمائے کرام اس غلط کار جماعت سے واقعی لڑائی لڑتے ہیں۔ تاکہ خدا کا قرآن زندہ رہے۔ اور اس کا وہی مطلب محفوظ رہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور قرآن پر عمل اسی طریقہ پر کیا جائے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا ہے۔ جسے سنت رسول کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر علماء کرام ایسے باطل پرستوں کے مقابلہ میں نہ آتے جو اسلام کو اسلام کے نام سے مٹانا چاہتے تھے تو اسلام محمدی کبھی کا دنیا سے رخصت ہو گیا ہوتا۔

دُعاء

اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ ایسے حق پرست علماء کی سعی اور کوشش کو قبول فرمائے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ انہیں کی برکت سے اسلام چودھویں صدی میں سے پندرھویں صدی میں جائے گا۔

صوفیائے عظام

علمائے کرام کے بعد اسلام محمدی کی دوسری محافظ جماعت صوفیائے عظام کی ہے۔ علماء کرام تو قرآن مجید اور حدیث شریف کا مطلب سمجھاتے ہیں۔ مگر باوجود سمجھ جانے کے پھر بھی عملی کمزوریاں سمجھنے والوں میں باقی رہتی ہیں۔ ان عملی کمزوریوں کی اصلاح صوفیائے عظام کی صحبت میں بیٹھنے سے ہوتی ہے۔ بشرطیکہ ان کے حضور میں عقیدت سے بیٹھے۔ ادب کرے۔ اور جو فرمائیں۔ اس پر پورے طور سے عمل کرے۔

ایک مثال

ایک تو رنگ ہے۔ دوسرا رنگ فروش ہے۔ تیسرا رنگ ساز ہے۔ رنگ فروش سے رنگ لاتے ہیں اور

پگڑی پر رنگ ساز سے رنگ چڑھواتے ہیں بالکل اسی طرح دین کا نقشہ ہے۔ قرآن مجید ایک عجیب رنگ ہے۔ جو لوح محفوظ سے آیا ہے۔ جو اس رنگ سے رنگا جائے۔ اس کی دنیا کی زندگی بھی خوشگوار اور آخرت میں بھی کامیاب ہوگا۔ بہر حال قرآن مجید ایک رنگ ہے اور رنگ فروش علماء کرام ہیں۔ ان کی صحبت سے یہ رنگ ملتا ہے۔ اور رنگ ساز صوفیائے عظام ہیں۔ ان کے حضور میں مدت مدید تک رہنے سے قرآن مجید کا رنگ ایک نیک نیت خدا کی رضا کے طالب انسان پر چڑھ جاتا ہے۔

تصوف تزکیہ ہی کا نام ہے

تزکیہ کا لفظ قرآن مجید میں آیا ہے چنانچہ سورۂ جمعہ کی جس آیت کا حوالہ میں نے اس خطبہ کے ابتدا میں دیا ہے۔ اس میں تزکیہ ہی کا لفظ تھا۔ اسی تزکیہ کو آج کل تصوف کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دُعاء

اللہ تعالےٰ صوفیائے کرام کے اس مقدس گروہ سچے خادم اسلام کو قیامت تک زندہ رکھے۔ اور سب مسلمانوں کو ان کے فیض سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مسلمانوں کا بہترین گھرانہ کون سا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے گھرانوں میں بہترین گھرانہ وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ: ۳۶۷۹)

وہ شخص ایمان والا نہیں۔۔۔!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان والا نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پڑوس میں بھوکا ہو۔ (بیہقی: ۱۹۶۶۸)

پیغمبر کی مخالفت کا باعث

نور فطرت کا بجھ جانا ہے

خطبہ جمعہ ۹ر ذیقعد ۱۳۷۴ھ / یکم جولائی ۱۹۵۵ء از مولینا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ" ہر بچہ فطرۃ پر پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ تو ہر بچہ کو قبولیت حق کی استعداد دے کر ماں کے پیٹ سے پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ جس رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں اسی رنگ میں اسے رنگ دیتے ہیں اب وہ بچہ یہودیت کے رنگ میں رنگے جانے کے باعث حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کا انکار کرتا ہے اور اگر نصرانیت کے رنگ میں ماں باپ نے رنگ دیا ہے تو وہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کا انکار کرتا ہے اور اگر مجوسیت کے رنگ میں ماں باپ نے رنگ دیا ہے تو وہ ان تینوں انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا منکر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اگر نور فطرۃ انسان میں باقی رہتا تو وہ کسی پیغمبر کی تعلیم کا انکار نہ کرتا خواہ وہ حق کی آواز موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے سنتا یا عیسیٰ علیہ السلام یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتا۔ کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام اس ذات حق جل و علیٰ ہی کی طرف سے نازل شدہ حق کی آواز کو دنیا میں پھیلاتے ہیں اور وہ دراصل ایک ہی آواز ہوتی ہے جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را می شناسم

نور فطرۃ کا مستور ہونا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فلسفہ شریعت کی جامع کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں ایک باب کا عنوان "باب الحجب المانعہ عن ظہور الفطرۃ" رکھا ہے۔ اس میں ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کی فطرۃ کے ظہور میں سب سے بڑے تین قسم کے مانع ہیں۔ حجاب طبع۔ حجاب رسم۔ حجاب سوء معرفۃ۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی ہادی کی صحبت میں آ جائے اور عقیدتمندی اور ادب سے چند روز اس کی صحبت میں رہے تو اس کی صحبت کی برکت سے یہ حجابات رفع ہو جاتے ہیں اور نور فطرۃ جو مستور تھا وہ چمک اٹھتا ہے۔ پھر انسان ہر حق بات کو اپنی عقل سے مانتا ہی جاتا ہے اور وہ خدا کے فضل سے پیغمبر کی زبان مبارک سے جو حق کی آواز برآمد ہوتی ہے۔ اس کی فوراً تصدیق بلکہ تعمیل کرنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حق پرستوں کی اسی روش کا ذکر ہے فاما الذین امنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون) سورہ توبہ رکوع ۱۶۔ پارہ ۱۱۔ ترجمہ (جب کبھی کوئی سورہ نازل ہوتی ہے) سو جو لوگ ایمان والے ہیں۔ اس سورہ نے ان کے ایمان کو بڑھایا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں

حجاب طبع

حجاب طبع یہ ہے کہ انسان کی طبیعت اس حکم الٰہی کی تعمیل کرنے میں آڑے آتی ہے مثلاً ایک شخص ایسا آرام طلب ہے کہ اپنے بنگلے کے کمرہ میں بجلی کے پنکھے کے نیچے برف کا ایک بلاک رکھا ہوا ہے اور دروازے پر خس کی ٹٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ جن پر تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد پانی چھڑکا جاتا ہے۔ مئی جون کا مہینہ ہے۔ باہر تو گویا آگ برس رہی ہے اور کمرہ کے اندر جا کر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا کہ کوہ مری یا ڈلہوزی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسے شخص کے لئے ایسے یخ اور ٹھنڈے کمرے سے نکل کر کڑکتی دوپہر اور جھلسنے والی لو میں چل کر نماز ظہر کے لئے مسجد میں آنا کتنا دشوار ہوگا۔ (قوۃ ایمانی طاقتور ہو۔ پھر تو یہ چیز مانع نہیں ہوتی)۔ باوجودیکہ وہ نماز کو فرض سمجھتا ہے۔ مگر تعمیل کرنے سے اس لئے قاصر ہے کہ مسجد میں آکر نماز پڑھنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔ یہی حجاب طبع ہے۔

حجاب رسم

حجاب رسم یہ ہے کہ ایک شخص عقلاً اس چیز کو تسلیم کرتا ہے کہ برات میں باجے بجانے فضول خرچی ہے اور حلال کا کمایا ہوا رزق برباد کرنا ہے۔ مگر برادری میں یہ چیز شادی کے موقع پر لازمی سمجھی جاتی ہے اور اگر یہ چیز نہ کی جائے تو برادری جو طعن و تشنیع دے گی۔ اسکے مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہے۔ اس لئے وہ شخص باول نخواستہ اپنے بیٹے کی برات میں باجہ بجوائیگا تاکہ برادری خوش رہے۔ یہی حجاب رسم ہے

حجاب سوء معرفۃ

حجاب سوء معرفۃ یہ ہے کہ کسی شخص کو کسی معاملہ میں صحیح علم ہی نہ پہنچا ہو۔ مثلاً کسی شخص نے لوگوں کو یہ ترغیب دی کہ بزرگوں کو ثواب پہنچانے اور ان کی روح کو خوش کرنے کے لئے عرس کرنا چاہیئے اور اس کی صورت یہ ہو کہ ان کی وفات کے دن اکیلے یا چندہ جمع کر کے دال میں گوشت ڈال کر ایک دیگ پکائی جائے اور قوالوں کو بلا کر طبلے بجوائے جائیں اور طبلوں کی تھاپ کے ساتھ ساتھ نعتیہ اشعار پڑھے جائیں اور اس دن کنجریاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سلام کے لئے بیشک شوق سے آئیں۔ کنجری دو زانو بیٹھ کر حضرت کے مزار کی طرف منہ کر کے گانا گائے اور اس کے پیچھے بیٹھ کر ہارمونیم بجانے والا ہارمونیم بجائے۔ قوال بھی یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی روح بڑی خوش ہو رہی ہے اور گانے والی کنجری بھی یہ خیال کر رہی ہے کہ حضرت کی روح گانا سن کر بڑی خوش ہو رہی ہے اور لوگ بھی اس نظارہ کو دیکھنے کے لئے جوق در جوق قریب کیا بلکہ دور دور سے آ رہے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ کے عرس میں شامل ہو کر ثواب حاصل کریں۔ حالانکہ یہ سارا معاملہ ہی غلط اور خلاف شرع ہے

برادران اسلام

اصلی کھرا اور سچا دین وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا ہو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزرگان دین کی روح کو خوش کرنے کے لئے یہ طریقہ سکھایا ہے یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ طریقہ کر کے دکھایا یا آئمہ عظام یا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ یا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگان دین کے اس طرح پر عرس کر کے دکھائے۔ یا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بزرگوں کی روح کو خوش کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا

اگر یہ چیزیں مسلم التسلیم بزرگوں سے نقل ہو کر نہیں آئیں تو پھر بتلایئے کہ ان چیزوں کو اسلام خیال کرکے کرنا کہاں تک صحیح ہے۔

عوام کا کوئی قصور نہیں

جن چیزوں کی تفصیل اوپر عرض کر چکا ہوں یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام سے ثابت نہیں ہیں اور کرنے والے انہیں اسلام ہی سمجھ کر کرتے ہیں اور جو روکے اس سے لڑتے جھگڑتے اور مار پیٹ تک تیار ہو جاتے ہیں۔ اس غلط طریقہ کے اختیار کرنے میں عوام کا کوئی قصور نہیں ہے اصلی قصور فقط انہیں لوگوں کا ہے۔ جنہوں نے عالم دین کہلا کر انہیں دین کا مفہوم غلط بتلایا۔ اسی کو حجاب سوء معرفۃ کہتے ہیں۔ کہ علم ہی غلط ثابت ہوا۔

اس کا علاج

جب تک انسان حجابات کے ان تینوں گڑھوں سے نہ نکلے۔ اس وقت تک نام کا مسلمان تو ہوگا۔ مگر اصلی۔ کھرا اور سچا مسلمان نہیں ہوگا سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کرنے والے اور آپ سے لڑنے والے وہی لوگ تو تھے جو ان حجابات کے گورکھ دھندے میں پڑے ہوئے تھے۔ خوش نصیب ہو گئے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کی برکت سے اور حجابات کے گورکھ دھندے سے نکل آئے۔ پھر صدق دل سے پڑھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔ پھر ان کے پیش نظر سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا کے اور کوئی چیز نہ رہی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو کے اشارہ پر کٹ پتلی کی طرح نقل و حرکت کرتے تھے۔ اس کے سوا ان کی اصلاح کا اور کوئی علاج نہ تھا۔

اب بھی ان حجابات کے رفع کرنے کی فقط ایک ہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان مقبول بندوں کی صحبت میں رہے جو اپنے بزرگوں کی صحبت میں ایک مدت مدیدہ تک رہ کر ان سے تربیت حاصل کرکے اپنے بزرگوں سے اپنے نصاب اصلاح باطن کی تکمیل کی سند لے چکے ہوں۔ ایسے حضرات تحریری سند تو عام طور پر نہیں دیتے۔ البتہ ان کی سند یہ ہوتی ہے کہ بیٹا اب تم بھی خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کا نام سکھایا کرو۔ اس کے سوا اصلاح باطن کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صحیح مصلح کی پہچان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں پیدا کی ہیں۔ ہر اصلی کے مقابلہ میں نقلی چیز پائی جاتی ہے۔ ہر کھری کے مقابلہ میں کھوٹی چیز دنیا میں موجود ہے۔ اس لئے اصلاح کی گدی پر جلوہ افروز ہونے والوں میں بعض کھرے ہوتے ہیں اور بعض کھوٹے لہٰذا کھرے مصلح کی پہچان ضروری ہے۔ صحیح مصلح کی پہچان یہ ہے۔ نمبر اول اگر وہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کا پورا عالم نہ ہو تو کم از کم بقدر ضرورت دین کی اچھی خاصی واقفیت رکھتا ہو۔ اسے توحید و شرک میں تمیز ہو۔ سنت اور بدعت میں تمیز ہو اصلی دین محمدی جو دربار نبوی سے چلا تھا اور جو بعد میں اس میں ملاوٹ ہوئی ہے۔ اس کو تمیز کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو ۲ خود اس اصلی دین کا پابند ہو۔ خصوصاً ارکان خمسہ اسلام کا پابند ہو ۳ اس کی صحبت میں جانے سے طبیعت کا رجحان یاد الٰہی کی طرف ہوتا نظر آئے اور وہ اپنی صحبت میں اپنے عیبوں کو دیکھنے اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلائے ۴ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں بد دیانتی نہ کرنے پائے ۵ جلب زر کا حریص نظر نہ آئے ۶ لوگوں پر اپنی حاجتوں کا اظہار نہ کرنے پائے۔ اللہ تعالیٰ اسے جو رزق عطا فرمائے اس پر قناعت کرنے والا ہو۔ ان صفات سے متصف ہونے والے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صحبت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ایسے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صحبت انسان کو صحیح معنے میں انسان بنا دیتی ہے۔ بشرطیکہ ان کی صحبت میں رہنے کی جو شرائط ہیں۔ انھیں پورے طور پر نبھائے اور وہ تین شرطیں ہیں عقیدہ ۱۔ ادب ۲ اور اطاعت ۳۔ جب پہلے شیخ کامل کی صفات کے آئینہ میں اپنے شیخ کو دیکھ کر اس کے ساتھ اپنی اصلاح کا تعلق قائم کیا ہے۔ اب اس کے متعلق اپنے خیالات کو مضبوط رکھے۔ اپنے ذرا ذرا سے وسواس سے اپنے عقیدہ کو مجروح نہ کرے۔ اس کے بعد شیخ کے ادب میں فرق نہ آئے اور شیخ کامل جو فرمائے اس میں اس کے حکم کی پابندی تعمیل کرے۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس طریقہ پر شیخ کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ شیخ کامل کے کمالات کا عکس اس طالب کے قلب پر پڑتا ہے اور اس کی اصلاح ہو جاتی ہے اور اگر خدا نخواستہ شیخ کامل کی صحبت میں جا کر بھی اپنی جہالت کی بنا پر ان کے رویہ پر اعتراض کرتا رہے تو پھر یہ صورت بن جاتی ہے۔ شعر

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

الحمدللہ جو چیزیں میں لکھ رہا ہوں۔ یہ سب میرے مشاہدہ میں آئی ہوئی ہیں۔ والحمدللہ

نور فطرۃ کا بجھ جانا

اس کی مثال ایسی ہے۔ جس طرح ایک بچہ ماں کے پیٹ سے تو بینا پیدا ہوا تھا مگر دنیا میں آکر بعض عوارض کے باعث وہ اندھا ہو گیا اسی طرح بعض انسان ماں کے پیٹ سے تو نور فطرۃ لاتے ہیں۔ مگر دنیا میں آکر اس قدر دیدہ و دانستہ گناہ کیے کہ گناہوں کی شامت کے باعث نور فطرۃ بالکل بجھ گیا۔ اب وہ اس قابل ہی نہیں رہے کہ ان کی اصلاح ہو سکے۔ اسی قسم کے لوگوں کا ذکر سورہ بقرہ کے پہلے رکوع میں ہے۔ (ان الذین کفروا سواءٌ علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون) سورہ البقرہ رکوع ۱ پارہ ۱ بیشک جو لوگ انکار کر چکے ہیں۔ برابر ہے انہیں تو ڈرائے یا نہ ڈرائے۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ برادران اسلام۔ آپ نے دیکھ لیا کہ وہ لوگ ایسے اندھے ہو چکے ہیں۔ کہ انہیں سیدالانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور نبوت کی روشنی میں بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ اللھم اعذنا و جمیع المسلمین من ھذا القسم ولا تجعلنا منھم امین یا الہ العالمین

خدام الدین لاہور

جلد ۱ | بیوم جمعہ ۱۶ ذیقعد سنہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۸ر جولائی سنہ ۱۹۵۵ء | نمبر ۸

قابل تقلید مثال :-

مشرقی پاکستان کے نئے وزیر اعلےٰ ابو حسین سرکار نے دو ایسی امثلہ پیش کی ہیں جو نہ صرف عوام کے لئے خوش کن ہیں۔ بلکہ دوسرے ارباب اختیار کو بھی اسی راہ پر گامزن ہونے کی دعوت دیتی ہیں پہلی تو یہ کہ صوبائی کابینہ نے دستوریہ کے انتخاب کے لئے حصہ نہیں لیا۔ وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ صوبائی وزراء کو دوسرے کاموں کے لئے صوبہ سے باہر نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ خود صوبہ کے مفاد کے برخلاف ہے۔ یہ بات بدرجہ غایت درست ہے کہ اگر کوئی شخص منصب وزارت پر فائز ہوتا ہے تو اسے چاہیئے کہ پوری توجہ اور انہماک سے اس کام کو سرانجام دے۔ لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ جتنا جس کا منصب عالی ہوتا ہے۔ اتنے ہی وہ عہدے سمیٹتا ہے۔ ہمارے وزراء کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ وزارت بھی کریں اور سیاسی جماعت کی صدارت بھی۔ دستور کے رکن بھی ہوں اور کسی دوسرے قانون ساز ایوان کے ممبر بھی۔ علاوہ ازیں اگر انہیں کسی دیگر فنی یا صنعتی تنظیم کی سربراہی کی پیشکش کی جائے تو وہ بھی بخوشی قبول فرما لیں گے۔ لیکن ان چیزوں سے جہاں عوام میں عدم اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ وہاں ملکی مفاد کو بھی نقصان عظیم پہنچتا ہے۔ فارسی میں مشہور ہے

ہر کہ یک کرد کرد و ہر کہ دو کرد
چیزے کرد و چیزے نکرد و ہر کہ
سہ کرد ہیچ نہ کرد

صوبائی وزارت ہی ایک ایسی ذمہ داری ہے کہ اگر اسے بنظر عمیق دیکھا جائے تو دوسرے کام کی طرف نظر اٹھانے کی بھی جرأت نہیں ہو سکتی۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ سابقہ دستوریہ کے سلسلے میں ہمارے صوبائی وزرا مہینوں صوبے سے غیر حاضر رہ کر اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہے اور اس طرح نہ تو دستور سازی کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا اور نہ کوئی وہ صوبہ کی خدمت غیر حاضری کی وجہ سے سرانجام دے سکے۔ ہم انہیں مشورہ دیں گے۔ کہ اب وہ اپنے منصب جلیلہ کی قدر کرتے ہوئے پوری سرگرمی سے اس کی طرف توجہ دیں تاکہ صحیح معنوں میں عوام کی خدمت کا حق ادا ہو سکے۔

دوسری مثال جو وزیر اعلےٰ مشرقی بنگال نے پیش کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ آئندہ صوبائی وزراء ایک ہزار روپیہ ماہوار سے زائد تنخواہ نہیں لیں گے۔ یہ اقدام تعریف کے قابل ہے۔ اس سے متعدد اچھے نتائج نکل سکتے ہیں۔ اولاً یہ کہ اس سے عوام میں ایثار اور قربانی کی مثال قائم ہوتی ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو وزراء میں دولت کے لالچ کی بجائے عوام کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوگا۔ ثانیاً یہ کہ قومی بچت کے زمانہ میں اس سے بہتر اقدام کیا ہوگا۔ کہ بچت گھر سے شروع کی جائے اور وزرا خود بچت کریں۔ ثالثاً یہ کہ فاضل رقم نہایت اچھے قومی مصارف میں لگ سکتی ہے۔ جن کے لئے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ رابعاً یہ کہ اپنے مخلص قومی کارکنوں کو عوام کا بہترین اعتماد اور تعاون حاصل ہوگا۔

ہم ان اقدامات کا خیر مقدم کرتے ہیں اور پاکستان کے دوسرے اہلکاروں کو دعوت تقلید دیتے ہیں۔

رشوت ستانی

راشی اور مرتشی دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ ملکی قانون کے اندر بھی دونوں کی گرفت کے لئے دفعات موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ لعنت کم ہونے کی بجائے روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ ہر شخص دونوں کی برائی بھی کرتا ہوا سنائی دیتا ہے۔ حکومت نے بڑے بڑے پوسٹروں کے ذریعہ ان دونوں کو پاکستان کا دشمن نمبرا قرار دیا ہے۔ لیکن اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ اوپر یہ پوسٹر لگا ہوا ہے۔ اور نیچے بیٹھا بابو علی الاعلان رشوت لے رہا ہے اور دینے والے خوشی سے یا بادلِ نخواستہ دے رہے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد یہ لعنت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ پہلے جو محکمے اس سے بچے ہوئے تھے وہ بھی اب اس کی لپیٹ میں آ گئے ہیں۔ کم تنخواہ پانے والے ملازمین کو تو جانے دیجئے۔ تین ہزار روپیہ ماہوار بلکہ اس سے بھی زیادہ تنخواہ پانے والے افسروں کی بھی اس کے بغیر گزر اوقات نہیں ہوتی۔ ستمبر ۱۹۵۳ء میں پارلیمان میں یہ سوال زیر بحث آیا تو حکومت کو بھی بادلِ نخواستہ تسلیم کرنا پڑا کہ واقعی یہ لعنت ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے اور حکومت کی تمام مشینری کو اس نے بیکار بنا دیا ہے۔ وزیر اعظم مسٹر محمد علی نے اس وقت یہ اعلان کیا تھا کہ حکومت عنقریب اس کے انسداد کے لئے قانون بنا رہی ہے۔ مگر یہ خواب اب تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہوا۔

قانون سے نہ کبھی جرائم بند ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے۔ بلکہ اکثر و بیشتر یہی دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ان کی تعداد پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ کیا امریکہ کے قانون سے وہاں شراب نوشی بند ہو گئی۔ نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ ہو گئی۔ آخرکار حکومت کو قانون منسوخ کرنا پڑا۔ اخلاق و کردار کی بلندی ہی انسان کو جرائم سے روک سکتی ہے۔ خوف خدا ہی انسان کو انسان بناتا ہے۔

اگر خوف خدا نہ ہو تو انسان بدترین درندہ ہے۔ خوف خدا قرآن کی تعلیم سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر حکومت رشوت بند کرنا چاہتی ہے۔ تو اس کو ہر اسکول و کالج۔ ہر سرکاری و غیر سرکاری دفتر اور ہر مسجد میں قرآن کی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہیئے۔ نہ صرف چھوٹے درجہ کے ملازمین کے لئے بلکہ بڑے بڑے افسروں اور وزراء کے لئے درس قرآن میں حاضری لازمی ہونا چاہیئے۔

ہمیں امید واثق ہے کہ اس طرح چند دنوں میں رشوت ستانی کی لعنت دور ہو جائے گی۔ اب تو زبردستی تنگ کر کے لیتے ہیں۔ پھر انشاء اللہ تعالےٰ کوئی زبردستی بھی دے گا تو نہ لیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رحمۃ للعالمین کی چند زریں ہدایات

خطبہ جمعہ ۱۶ر ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ / ۸ر جولائی ۱۹۵۵ء از مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک القاب میں ایک لقب رحمۃ للعلمین کا بھی تجویز فرمایا ہے۔ آپ کا وجود مسعود سارے جہان کے لئے رحمت ہے۔ حتیٰ کہ اس تعمیم میں کافر بھی آتے ہیں۔ بلکہ حیوانات بھی اس میں شامل ہیں۔ قرآن مجید کی سورت کہف کے پہلے رکوع میں ارشاد ہے۔ فلعلک باخع نفسک علیٰ اٰثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفاً۔ ترجمہ پھر شائد تو ان کے پیچھے افسوس سے اپنی جان ہلاک کر دے گا۔ اگر یہ لوگ اس بات (قرآن) پر ایمان نہ لائے۔

حاصل

یہ ہے کہ کفار کے قرآن مجید پر ایمان نہ لانے کا حضور انور کو اتنا صدمہ ہے کہ شائد اس غم میں آپ کی جان ہی ہلاک ہو جائے۔ سبحان اللہ رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شفقت اپنے خون کے پیاسوں پر ہے۔

حضور کے متعلق کفار کا نظریہ

جن کافروں کے ایمان نہ لانے کے غم میں آپ سخت پریشان ہیں۔ اُن کا نظریہ آپ کے متعلق یہ ہے واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین (سورۃ الانفال رکوع ۴ پارہ ۹) ترجمہ اور جب کافر تیرے متعلق تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا تمہیں قتل کر دیں۔ یا تمہیں وطن بدر کر دیں وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اپنے خون کے پیاسوں (کفار) پر بھی رحم فرمایا کرتے تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حیوانات پر رحم

عن شداد بن اوس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تبارک وتعالےٰ کتب الاحسان علی کل شیٔ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ولیحد احدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ شداد بن اوس سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے۔ جب تم قتل کرو تو اس میں بھی اچھا طریقہ اختیار کرو اور جب ذبح کرو تو ذبح کرنے میں بھی اچھا طریقہ اختیار کرو اور چاہیئے کہ ایک تمہارا اپنی چھری کو تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے

حدیث کی شرح

ارشاد ہے کہ ہر چیز پر احسان کرو۔ حتیٰ کہ جس دشمن کو قتل کرو اس پر بھی احسان کرو۔ ایسے طریقہ سے قتل کرو کہ وہ قتل بھی ہو جائے اور اسے تکلیف بھی زیادہ نہ ہو۔ مثلاً دماغ یا دل پر گولی لگنے سے وہ فوراً مر جائے گا اور اگر ایذا زیادہ دینا ہو۔ جس سے آپ منع فرما رہے ہیں۔ وہ یہ کہ مثلاً پہلے ایک پاؤں کاٹا جائے۔ پھر ایک ہاتھ کاٹا جائے۔ پھر ایک پاؤں کاٹا جائے پھر ایک ہاتھ کاٹا جائے۔ پھر اس کی ناک کاٹی جائے۔ علیٰ ہذا القیاس اسے ایذا دے دے کر دو دو گھنٹے میں قتل کیا جائے۔ اس طرح پر قتل کرنے سے حضور انور منع فرما رہے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ذبح ہونے والے جانور پر بھی حسن سلوک کی تلقین فرما رہے ہیں کہ چھری کو تیز کر لو تاکہ ایک منٹ سے پہلے ہی وہ ذبح ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کُند چھری لے کر اس کے گلے پر کافی دیر تک رگڑتے رہو۔ تب کہیں جاکر وہ جانور ذبح ہو۔

رحمۃ للعلمین کی مومنوں کیلئے زریں ہدایات

عن عقبۃ بن عامر قال لقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما النجاۃ فقال امسک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیئتک (رواہ الترمذی) ترجمہ۔ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ میں نے عرض کی نجات کی کیا صورت ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھ اور تیرا گھر تمہیں گنجائش دے (یعنی گھر میں بیٹھ کر خدا یاد کیا کر) اور اپنے گناہوں پر رویا کر۔

حاصل یہ نکلا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھ۔ تاکہ کوئی بیجا لفظ منہ سے نکل نہ جائے۔ جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے اور بجائے اس کے کہ تو آوارہ گردی کرتا رہے کبھی کہیں جا بیٹھا کبھی کہیں جا بیٹھا۔ اس سے بہتر ہے کہ گھر میں بیٹھا کر تاکہ نیکی نہیں ہوگی تو برائی سے تو بچے رہوگے یہ چیز خود ایک نیکی ہے اور اپنے گناہ یاد کرکے رویا کرو۔

خدا تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلج النار من بکی من خشیۃ اللہ حتیٰ یعود اللبن فی الضرع ولا یجتمع علی عبد غبار فی سبیل اللہ ودخان جھنم (رواہ الترمذی) ترجمہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے خوف سے رویا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ تاآنکہ دودھ اپنی جگہ پر لوٹ آئے (یعنی جس طرح دودھ اپنی جگہ پر کبھی نہیں لوٹ سکتا۔ اسی طرح خوف خدا سے رونے والا دوزخ میں کبھی نہیں جا سکتا) اور کسی بندے پر دو چیزیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ اللہ کی راہ میں غبار کا پڑنا اور دوزخ کا دھواں

(۲) عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ (رواہ البخاری) (ترجمہ) سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص میرے لئے اپنے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز اور اپنے دو پاؤں کے درمیان والی چیز کا ضامن ہو جائے۔ میں اس کے لئے بہشت کا ضامن ہو جاتا ہوں۔

حدیث شریف کی شرح

یعنی جو شخص دو جبڑوں کے درمیان والی چیز یعنی زبان کا ذمہ اٹھالے کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف استعمال نہیں کروں گا۔ اور دو پاؤں کے درمیان والی چیز یعنی شرمگاہ کا ذمہ اٹھالے کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کے مرضی کے خلاف صرف نہیں کروں گا تو ایسے شخص کے بہشت میں داخلے کا ذمہ میں اٹھا لیتا ہوں

(۳) عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد افلح من اسلم ورزق کفافاً وقنعہ اللہ بما آتاہ (رواہ مسلم) ترجمہ۔ عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق اس شخص نے (اللہ کے عذاب سے) نجات پائی جو اسلام لایا اور اسے بقدر ضرورت رزق دیا گیا۔ اور اسے اللہ نے قناعت نصیب فرمائی

باقی برصفحہ ۱۲

یتیم کی پرورش کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کے بچے کو لے لیا اور اپنے کھانے پینے میں شریک کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بالضرور جنت میں داخل کرے گا۔ الا یہ کہ اس نے کوئی ایسا جرم کیا ہو جو ناقابل معافی ہو۔(ترمذی:۱۹۱۷)

مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کا اجر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے نکلا اور اس کو پورا کیا، یہ اس کے لیے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

(الترغیب والترہیب: ٦٦٢)

ضرورت مند بیوہ کی حاجت روائی کا اجر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بے چاری بے شوہر والی عورت یا کسی مسکین حاجت مند کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا بندہ (اللہ کے نزدیک اور اجر و ثواب میں) راہ خدا میں جہاد کرنے والے بندے کے مثل ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا کہ اس قائم اللیل یعنی شب بیدار بندے کی طرح ہے جو (عبادت اور شب خیزی میں) سستی نہ کرتا ہو اور اس صائم الدہر بندے کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی ناغہ نہ کرتا ہو۔(صحیح بخاری:۶۰۰۷، صحیح مسلم: ۲۹۸۲)

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۲ سے آگے

ہے اس پر جتنا اسے اس نے دیا ہے۔
حاصل یہ نکلا کہ جس شخص میں تین چیزیں پائی گئیں وہ دوزخ سے بچ کر بہشت میں پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام نصیب فرمایا اور بقدر ضرورت رزق عطا فرمایا اور وہ شخص اپنے رزق پر راضی رہا اور اسے کافی سمجھا۔

(۳) عن عمرو بن میمون الاودی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل وھو یعظہ اغتنم خمسا قبل خمس شبابك قبل ھرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحیاتك قبل موتك (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ عمرو بن میمون اودی سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا۔ جبکہ آپ اسے نصیحت فرما رہے تھے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھ۔ بڑھاپے کے آنے سے پہلے جوانی کو۔ بیماری سے پہلے تندرستی کو۔ تنگدستی کے آنے سے پہلے آسودہ حالی کو اور مصروفیت کے آنے سے پہلے فراغت کو اور موت کے آنے سے پہلے زندگی کو

حاصل یہ ہے کہ ان مجبوریوں کے وقت کے آنے سے پہلے خدا تعالیٰ کو یاد کر لو۔ ورنہ پھر دست حسرت ملنا پڑے گا۔ اور گیا وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ وما علینا الا البلاغ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیکی کرنا اور ڈرنا

خطبہ جمعہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ ۱۵ - جولائی ۱۹۵۵ء از مفسر قرآن مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

قولہ تعالےٰ والذین یؤتون ما اٰتوا وقلوبھم وجلۃ انھم الی ربھم راجعون سورۃ المومنون رکوع ۴ پارہ ۱۸ (ترجمہ) اور جو دیتے ہیں - جو کچھ دیتے ہیں - اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں -

شیخ الاسلام کا حاشیہ

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: "اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں" -

صفت حمیدہ

اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی صفات حمیدہ میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ نیکی کرنے کے بعد انہیں یہ تشویش رہتی ہے کہ خدا جانے نیکی قبول ہوئی ہے یا نہیں - بلکہ یہ خطرہ بھی ساتھ ہی رہتا ہے کہیں اللہ تعالےٰ اس کام سے ناراض ہی نہ ہو گیا ہو

شہادت حدیث

عن عائشۃ قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ھذہ الآیۃ والذین یؤتون ما اٰتوا وقلوبھم وجلۃ اھم الذین یشربون الخمر و یسرقون قال لا یا بنت الصدیق و لکن ھم الذین یصومون ویصلون و یتصدقون وھم یخافون ان لا یقبل منھم اولٰئک الذین یسارعون فی الخیرات (رواہ ترمذی و ابن ماجہ) (ترجمہ) عائشہؓ سے روایت ہے - فرمایا - میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا "والذین یؤتون ما اٰتوا وقلوبھم وجلۃ" "کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں - اور چوری کرتے ہیں - آپ نے فرمایا - نہ اے صدیق کی بیٹی - اور بلکہ وہ لوگ ہیں - جو روزہ رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں - اور صدقہ کرتے ہیں اور وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ یہ چیزیں ان کی طرف سے قبول نہ کی جائیں - یہی وہ لوگ ہیں جو نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں

حاصل

یہ نکلا - کہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندے نیکی کر کے بھی اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو - کہ یہ عمل جسے ہم قابل قبول سمجھتے ہیں - شاید دربار الٰہی میں قبولیت نہ پائے - کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ محاسبہ کرنے کے وقت اس عمل میں کوئی ایسی چیز نکال دے - جس سے یہ عمل قابل قبول ہی نہ رہے -

مثلاً

اس عمل میں بے ساختہ ریا (یعنی لوگوں کے دکھلاوے) کا خیال آیا اور نیکی کرنے والے نے اسے رد نہیں کیا - بلکہ قبول کر لیا ہے - مثلاً ایک شخص نے محض اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد بنوائی - مگر شیطان نے دل میں خیال ڈال دیا کہ اس مسجد کی عمدہ سے عمدہ تعمیر دیکھ کر لوگ میری تعریف کریں - کہ اس شخص نے نہایت ہی عمدہ اور لاجواب مسجد بنوائی ہے - اگر اس خیال کو رد نہ کیا تو یہ مسجد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوگی - اور نہ اس شخص کو اس کے معاوضہ میں بہشت میں کوئی معاوضہ ہی ملے گا -

علاج

ہر ایک نیک کام کے وقت شیطان ریا کا خیال دل میں ضرور ڈالتا ہے - اس کا علاج یہ ہے کہ انسان نیکی کرتے وقت ہوشیار رہے - تاکہ اس قسم کا خیال دل میں نہ آنے پائے اور اگر شیطان کی طرف سے کسی وقت حملہ ہو جائے اور یہ خیال دل میں آ جائے تو اسے فوراً دل سے نکال دے اور یہ خیال کرے کہ میں تو محض اللہ تعالےٰ ہی کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ کام کر رہا ہوں -

قرآن مجید کی شہادت

قولہ تعالےٰ ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون - سورۃ الاعراف رکوع ۲۴ پارہ ۹ (ترجمہ) بے شک جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں - جب انہیں کوئی خطرہ شیطان سے آتا ہے - تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں - پھر اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں -

شیخ الاسلام کا حاشیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں یعنی عام متقین کے حق میں یہ محال نہیں - کہ شیطان کا گزر ان کی طرف ہو - اور کوئی چرکہ لگا جائے البتہ متقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغوا سے ہمتہ غفلت میں نہیں پڑتے - بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور حضرا کو یاد کر کے چونک پڑے اٹھ کر لگی اور معاً سنبھل گئے - سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں - غفلت کا پردہ اٹھ گیا - نیکی بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا - اور بہت جلد نا زیبا کام سے رک گئے

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں پر بھی شیطان حملہ کرتا ہے - تاکہ وہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہ ہو - مگر اللہ تعالےٰ کے پرہیزگار بندے اس کے حملے کو فوراً سمجھ جاتے ہیں - اور اخلاص کی ڈھال پر اس کے حملہ کو روک لیتے ہیں اور اس نیکی کے کام کو ضائع ہونے سے بچا لیتے ہیں

موت تک یہی حالت

اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والوں کی یہ حالت (کہ نیکی کرنا اور خدا سے ڈرنا) موت تک قائم رہتی ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے نوجوان کے پاس تشریف لے گئے - جو قریب المرگ تھا - آپ نے اسے فرمایا اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو - اس نے عرض کی - یا رسول اللہ اللہ سے (بخشش کی) امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں کے باعث ڈرتا بھی ہوں - تب آپ نے فرمایا - ایسے موقعوں پر کسی بندے کے دل میں یہ دو باتیں جمع نہیں ہوتیں - مگر اللہ اسے وہ چیز دیتا ہے - جس کی وہ امید رکھتا تھا - (یعنی مغفرت) اور اس میں اسے رکھ لیتا ہے - جس سے وہ ڈرتا تھا (یعنی عذاب) رواہ الترمذی وابن ماجہ -

موت کے وقت خوش خبری

قولہ تعالےٰ - ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون (سورۃ حٰم السجدہ رکوع ۴ پارہ ۲۴) (ترجمہ) بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے - پھر اس پر قائم رہے - ان پر فرشتے اتریں گے - کہ تم خوف نہ کرو (باقی صفحہ پر)

بقیہ خطبہ جمعہ

اور غم کرو ۔ اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی شیخ الاسلام پاکستان نے اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے "یعنی دل سے اقرار کیا ۔ اور اس پر قائم رہے ۔ اس کی ربوبیت و الوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھیرایا نہ اس یقین و اقرار سے مرتے دم تک ہٹے ۔ نہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلا ۔ جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضا پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے ۔ اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا ۔ جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکر گزاری کے لئے کیا ۔ اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا ۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستہ پر چلے ۔ ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں ۔ جو تسکین و تسلی دیتے اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں ۔ کہتے ہیں ۔ کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقعہ نہیں رہا ۔ دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا ۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے ۔ اور جنت کے جو وعدے انبیاء علیہم السلام کی زبانی کئے گئے تھے ۔ اب وہ تم سے ایفا کئے جانے والے ہیں ۔ یہ وہ دولت ہے ۔ جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں بھٹک سکتا ۔"

حدیث شریف کی شہادت

(۱) عبادہ بن صامت نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ جو شخص اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے ۔ اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے ۔ تب عائشہؓ نے فرمایا ۔ یا آپ کی بعض ازواج مطہرات نے فرمایا ۔ بیشک ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے ۔ اور لیکن مومن جب اس کو موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضا اور اس کی بارگاہ کی عزت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے ۔ پھر اس کو کوئی چیز اس سے زیادہ پیاری نہیں ہوتی جو اس کے لیے آگے ہے ۔ پھر اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے ۔ اور اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور بیشک کافر جب قریب مرگ ہوتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب کی خوشخبری دی جاتی ہے ۔ پھر اس کے خیال میں اس سے زیادہ اور کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی ۔ جو اسے آگے آنے والی ہے ۔ پھر اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے ۔ متفق علیہ

(۲)

ابی ہریرہ سے روایت ہے ۔ کہا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں ۔ اگر نیک آدمی ہو ۔ تو اسے کہتے ہیں "اے پاکیزہ نفس جو تو پاک وجود میں تھا نکل آ ۔ (بارگاہِ الٰہی میں تم) تعریف کئے ہوئے ہو تمہیں (خدا تعالیٰ کی طرف سے) آرام اور رزق کی خوشخبری دی جاتی ہے ۔ (الحدیث)

حاصل

دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا ۔ کہ اللہ کے نیک بندوں کو مرنے کے وقت بہشت اور اس جہان میں آرام اور رزق کی خوشخبری سنائی جاتی ہے ۔

دعا

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں ۔ کہ اس مسجد مبارک میں جتنے مرد اور عورتیں موجود ہیں ۔ اللہ ہم سب کو مرتے وقت اس خوشخبری سے مشرف فرمائے آمین ۔ یا الٰہ العالمین ۔

مریض کی عیادت کا اجر و ثواب

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن کے وقت کسی مریض کا حال دریافت کرنے کے لیے نکلا اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے چلتے ہیں اور وہ شام تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ شام کے وقت وقت مریض کی خیریت دریافت کرنے کے لیے نکلا تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں اور وہ صبح تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں پھل ہوں گے ۔ (مسند احمد:۹۷۵)

خطبہ جمعۃ المبارک

یکم ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ ۲۲ جولائی ۱۹۵۵ء

جرائم اور انکی سزائیں

از شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب خطیب جامع
شیرانوالہ دروازہ لاہور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امثال عبرت کے لئے ہوا کرتی ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ پہلی امتوں کے حالات آپ کی امت کو عبرت حاصل کرنے کے لئے سناتے ہیں۔ اسی خیال سے آج بعض گزشتہ امتوں کے جرائم اور انہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو سزائیں ملی ہیں۔ وہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ شاید اللہ تعالےٰ کے کئی بندے عبرت حاصل کرکے گناہوں سے تائب ہو جائیں۔ اور ان کی ہدایت میری نجات کا ذریعہ بن جائے

سب سے پہلی مجرم قوم

سب سے پہلی مجرم قوم حضرت نوح علیہ السلام کی ہے۔ جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساڑھے نو سو برس تبلیغ و اصلاح کی دن رات کوشش کرنے کے باوجود اصلاح پذیر نہیں ہوئی بالآخر اللہ تعالےٰ نے اسے غرق کر دیا۔

قولہ تعالیٰ (کذبت قوم نوح المرسلین اذ قال لھم اخوھم نوح الا تتقون ۝ انی لکم رسول امین ۝ فاتقوا اللہ واطیعون) سورہ الشعراء رکوع ۶ پارہ ۱۹ ترجمہ نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی نوحؑ نے کہا۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔

نتیجہ

ساڑھے نو سو سال کے جھگڑے کے بعد نتیجہ یہ نکلا۔ قولہ تعالیٰ (فانجینٰہ ومن معہ فی الفلک المشحون ۝ ثم اغرقنا بعد الباقین) سورۃ الشعراء رکوع ۶ پارہ ۱۹ ترجمہ پھر ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ بھری کشتی میں تھے۔ بچا لیا۔ پھر ہم نے اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔

فہرست جرائم

(۱)

نوح علیہ السلام کی قوم کا پہلا جرم شرک تھا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ (ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ انی لکم نذیر مبین الا تعبدوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم) سورہ ہود رکوع ۳ پارہ نمبر ۱۲۔ ترجمہ اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ بے شک میں تمہیں صاف ڈرانے والا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تم پر دردناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

بت پرستی

(۲)

قولہ تعالیٰ (قال نوح رب انھم عصونی واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارا ۝ ومکروا مکرا کبارا ۝ وقالوا لا تذرن الھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا ۝) سورہ نوح رکوع ۲ پارہ ۲۹ نوح نے کہا۔ اے میرے رب بے شک انہوں نے میرا کہا نہ مانا۔ اور اس کو مانا۔ جس کو اس کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ اور انہوں نے بڑی زبردست چال چلی۔ اور کہا تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور نہ ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو چھوڑو

تفسیر

آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک سولہ سو بیالیس برس کے عرصہ میں جو دس پشتیں پیدا ہوئیں۔ ان کے سب لوگ نیک خدا پرست شرک سے پاک تھے۔ اور اپنے اپنے زمانوں کے پیغمبروں کے بتائے ہوئے عبادات کے طریق تعلیم کے پابند تھے۔ تفاسیر و تاریخ ابن اثیر و ابن عساکر میں ہے۔ کہ نوح علیہ السلام کی پیدائش کے بعد لوگ اپنے بزرگوں کے جو مرتے تھے۔ مجسمے (بت) بنا کر پوجنے لگے۔ اور ان سے مرادیں مانگنے لگے۔ بلکہ ان وفات یافتہ بزرگوں کی ایسی عزت کرنے لگے۔ جس طرح سے خدا کی کرتے تھے اور زناکاری کا زور ہونے لگا۔ زمین پر انسان کی بدی بڑھ گئی۔

نوح علیہ السلام کی بعثت

اس وجہ سے اللہ تعالےٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ انہیں شرک و بت پرستی سے ہٹا کر پھر اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر لائیں۔ تاکہ وہ اسی کی عبادت کریں۔ اسی کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھیں۔ مگر ان لوگوں کی بدقسمتی بجز معدودے چند افراد کے شرک و بت پرستی میں مبتلا رہے۔ بالآخر نوح علیہ السلام نے تنگ آکر ان کے حق میں بددعا کی۔

کشتی بنانے کا حکم

اللہ تعالےٰ نے نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ میں کل انسانوں کو مع کل جانداروں کے جو خشکی پر بستے ہیں۔ نیست و نابود کرنے والا ہوں صرف تم کو اور تمہارے اہل کو اور ان کو جو تم پر ایمان لائے ہیں۔ اور ہر جاندار میں سے ایک ایک جوڑے کو ایک کشتی کے ذریعے بچاؤنگا

تمسخر

(۳)

حضرت نوح علیہ السلام جب اللہ تعالےٰ کے حکم سے کشتی بنا رہے تھے۔ تو (ویصنع الفلک وکلما مر علیہ ملا من قومہ سخروا منہ قال ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون ۝) سورہ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲ ترجمہ اور وہ کشتی بناتے تھے۔ اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے۔ اس سے ہنسی کرتے۔ فرماتے اگر تم ہم پر ہنستے ہو۔ تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے۔ جیسے تم ہنستے ہو۔

کشتی مکمل ہونے کے بعد

اللہ تعالےٰ نے زمین کی سوتیں کھولدیں۔ اور آسمان سے پانی برسایا۔ تقریباً پانچ ماہ تک پانی کی زمین پر باڑھ رہی۔ اور پانی زمین پر بے انتہا بڑھ گیا۔ اور سب اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں۔ پندرہ ہاتھ پانی ان کے

(باقی صفحہ ۸ پر)

بقیہ خطبہ جمعہ

اوپر چڑھ گیا۔ اور ہر ایک جاندار جو خشکی پر تھا اور کل انسان مر گئے۔ اور سات ماہ بعد جودی (ارارات) پہاڑ پر کشتی ٹک گئی قولہ تعالیٰ وقیل یارض ابلعی ماءك ویسماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعدا للقوم الظلمین سورۃ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲ ترجمہ اور حکم آیا اے زمین اپنا پانی نگل جا۔ اور اے آسمان تھم جا۔ اور پانی سکھا دیا گیا۔ اور کام ہو چکا۔ اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ اور کہہ دیا گیا۔ کہ ظالموں پر پھٹکار ہے

بربادی کے تین سبب

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی بربادی کے تین سبب ہوئے۔ پہلا شرک۔ کہ جو تعلق اللہ تعالیٰ سے رکھنا چاہیئے تھا۔ وہ انہوں نے اپنے بزرگوں ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر سے رکھا۔ دوسرا بت پرستی۔ تیسرا پیغمبر خدا پر ٹھٹھا کرنا۔

مسلمانوں میں بھی

اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو مسلمانوں میں بھی کم و بیش یہ خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ جو تعلق اللہ تعالیٰ سے رکھنا چاہیئے۔ وہی تعلق اگر غیر اللہ سے رکھا جائے۔ تو شرک ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو حاجت روا اور مشکل کشا تصور کیا جائے۔ اپنے نفع و نقصان کا مالک خیال کیا جائے۔ یا اولاد دینے یا نہ دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے قبضہ میں سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان اعتقادات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور فقط اللہ جل شانہ ہی کو زندگی کے ہر معاملہ میں اپنے متعلق مختار کل ماننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

دوسری مجرم قوم

قوم عاد

حضرت نوح علیہ السلام کا پڑپوتا عاد بن ارم ایک شخص تھا۔ اس کی نسل سے ایک بڑی شہ زور صاحب حکومت قوم پیدا ہوئی۔ جس کو عاد اولیٰ کہتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام سے اس قوم تک مسلسل خالص دین قائم رہا۔ مگر اس قوم کو جب انتہائے عروج کا زمانہ نصیب ہوا۔ تو یہ بگڑنے لگے۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ خرابی کی۔ کہ جو نیک اور بزرگ آدمی مرتا تھا۔ تو یہ اس کے ہم شکل مجسمہ (بت) بطور یادگار تیار کرا لیتے تھے۔ پھر آخر ایسا کرنے لگے۔ کہ ان مجسموں سے اپنی مرادیں مانگتے تھے۔ اور بزرگوں اور بادشاہوں کی قبروں پر بڑی عالی شان عمارتیں تیار کراتے تھے اور ان سے مرادیں مانگتے تھے۔ جب ان میں یہ مشرکانہ عادتیں جڑ پکڑ گئیں۔ تو حضرت ہود علیہ السلام ان ہی میں سے ان کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

قولہ تعالیٰ (و الیٰ عاد اخاھم ھودا قال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ ان انتم الا مفترون ۰) سورہ ہود رکوع ۵ پارہ ۱۲ ترجمہ۔ اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ فرمایا۔ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے واسطے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ تم جھوٹ باندھنے والے ہو۔

قوم عاد کا پہلا جرم

توحید کے مخالف شرک میں مبتلا۔ اللہ تعالیٰ کا دروازہ چھوڑ کر اولیائے کرام کے مزارات پر جا کر مرادیں مانگتے تھے۔

عبرت

مسلمان اپنے گریبان میں مونہہ ڈال کر دیکھیں کہیں قوم عاد کی سی غلطی میں تو مبتلا نہیں ہیں برادران اسلام اولیائے کرام کا ادب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے طریقہ پر قائم رہنے کی توفیق دے۔ جس طرح ان کا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ کھانا۔ پینا۔ جاگنا۔ سونا۔ کسی سے دشمنی یا دوستی رکھنا۔ سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت اور اس کے نازل کردہ ضابطہ آسمانی کے ماتحت ہوتا تھا۔ اسی طرح ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اولیائے کرام نے یہ تو نہیں سکھایا تھا۔ کہ ہماری قبروں پر آکر سجدے کرنا۔ منتیں ماننا۔ چڑھاوے چڑھانا اور ہماری قبروں پر ریشمی غلاف چڑھانا۔ عرس کرنا۔ طبلے بجانا۔ بازاری عورتوں کو عرس کے موقعہ پر سلام کرنے کے لئے بلانا۔ اور ہمیں ان کے گانے سنانا۔ اور جب وہ بازاری عورت گانا گائے۔ تو اس کے پیچھے ہارمونیم والے کو بٹھا دینا۔ وہ ہارمونیم بجائے۔ اور بازاری عورت گانا گائے۔ تب ہم بڑے ہی خوش ہوں گے۔ نعوذ باللہ من ذلک الطغیان

دعا

اے اللہ مسلمانوں کو انبیاء علیہم السلام بالخصوص سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اور انہیں معذب قوموں مثلاً قوم نوح اور قوم ہود کے غلط طریقوں سے ہٹا۔ آمین یا الہ العالمین

دوسرا جرم

قولہ تعالیٰ اتبنون بکل ریع ایۃ تعبثون سورۃ الشعراء رکوع ۷ پارہ ۱۹ ترجمہ کیا تم ہر اونچی زمین پر کھیلنے کے لئے ایک نشان بناتے ہو

تفصیل

ان لوگوں کو اس بات کا بڑا شوق تھا۔ کہ اونچے مضبوط منارے بنائیں۔ حالانکہ وہ کسی کام نہیں آتے تھے۔ انہیں فقط اپنی ناموری مطلوب ہوتی تھی۔ اس کی مثال بقول شخصے ایسی ہے۔ مصرعہ۔ مال حلال بود۔ بجائے حرام رفت

تیسرا جرم

قولہ تعالیٰ۔ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون سورۃ الشعراء رکوع ۷ پارہ ۱۹ ترجمہ۔ اور بڑے بڑے محل بناتے ہو۔ شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ رہنے کی عمارتیں بھی بڑے تکلف کی بناتے تھے۔ مال ضائع کرتے تھے۔ ان میں بڑی کاریگریاں دکھاتے تھے۔ گویا یہ سمجھتے تھے کہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ اور یہ یادگاریں و عمارتیں کبھی برباد نہ ہوں گی۔

گلبرگ

لاہور کے متصل گلبرگ والے علاقہ میں جو لاکھوں روپوں کی ایک ایک کوٹھی بن رہی ہے۔ ان لوگوں کو قوم عاد کی تباہی سے عبرت حاصل ہونی چاہئے کہ وہ قوم اللہ تعالیٰ کی یاد نہ کرنے اپنے پیغمبر وقت کے حکم کے نہ ماننے اور اس کے نقش قدم پر نہ چلنے۔ اور خدا تعالیٰ کا دیا ہوا مال عالیشان کوٹھیوں کے بنانے میں صرف کرنے کے باعث ہی تو تباہ ہوئی تھی۔ برادران اسلام تمہیں چاہئے تو یہ تھا۔ کہ بقدر ضرورت زندگی بسر کرنے کے لئے مکان بنا لیتے۔ باقی مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت کا گھر بنا لیتے۔

عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے

گلبرگ میں رہنے والو۔ آپ کو معلوم ہے۔ بقول شخصے۔ زبان خلق نقارہ الہٰی است لوگوں کی زبان پر گلبرگ کا نام رشوۃ پورہ ہے۔ حتیٰ کہ تانگے والے کہتے ہیں۔ کہ رشوۃ پورہ سے آئے ہیں۔ یا جائیں گے۔ میرے بھائیو۔ عزت فقط اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ جسے چاہے۔ دے۔ جس سے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ ایک عورت چھپانے کے لائق ہے۔ جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت سے قریب زیادہ اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہوتی ہے۔ (ترمذی کتاب الرضاع:۱۱۷۳)

ایک صحابیہ ام خلاد رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے شہید بیٹے کا انجام دریافت کرنے آئیں۔ وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی نے ان کی اس استقامت پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ نقاب پہن کر اپنے بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میرا بیٹا مرا ہے حیا نہیں مری۔ (ابوداؤد:۲۴۸۸ في إسناده ضعف)

بقیہ خطبہ جمعہ

چاہیے۔ دے کر واپس لے۔ خدا سے ڈرو۔ اور اس سے پوچھ کر مال خرچ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی قوم عاد کے ساتھ شامل کر دیا جائے

چوتھا جرم

قولہ تعالیٰ۔ واذا بطشتم بطشتم جبارین سورۃ الشعراء رکوع ۷ پارہ ۱۹ ترجمہ۔ اور جب ہاتھ ڈالتے ہو۔ تو بڑی سختی سے پکڑتے ہو

تفسیر

یعنی ظلم وستم سے زیردستوں اور کمزوروں کو تنگ کر رکھا ہے گویا انصاف اور نرمی کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ خدا کی ضعیف مخلوق کو جبر و تعدی کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے سو اللہ سے ڈرو۔ ظلم و تکبر سے باز آؤ۔ اور میری بات مانو

عبرت

پاکستان بننے کے بعد اکثر مسلمانوں کے اخلاق گر گئے ہیں۔ اور جو قوم عاد میں کمزوروں پر تشدد اور ظلم کا رواج تھا۔ آج بعینہ وہ نقشہ پاکستان میں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قوم عاد پر عذاب الٰہی

قولہ تعالیٰ۔ واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرھا علیھم سبع لیال وثمنیۃ ایام حسوما فتری القوم فیھا صرعی کانھم اعجاز نخل خاویۃ فھل تری لھم من باقیۃ سورۃ الحاقۃ رکوع ۱ پارہ ۲۹ ترجمہ اور جو عاد تھے۔ پس باؤ تند حد سے نکل جانے والی کے ساتھ ہلاک کئے گئے۔ اس باؤ کو ان کے اوپر سات رات اور آٹھ دن لگا دیا گیا۔ جڑ کاٹنے والی پس تو اس قوم کو بیچ اس کے گری ہوئی دیکھتا۔ گویا وہ کھجور کی کھوکھلی لکڑیاں ہیں۔ پس کیا تو ان میں سے کوئی باقی دیکھتا ہے۔

بددعا کے بعد عذاب

حضرت ہودؑ قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے اس قوم کے تیرہ قبیلے تھے۔ اور ان کے ممالک بہت سرسبز اور آباد تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام پچاس برس تک وعظ کرتے رہے۔ اور وہ قوم یہی کہتی رہی۔ کہ تم جھوٹے ہو۔ ہود علیہ السلام نے جب ان کے کفر کو حد سے متجاوز ہوتے دیکھا تو

خطبہ یوم جمعہ : ۸ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ - ۲۹ جولائی ۱۹۵۵ء

مسلمانوں میں زندگی کی روح پھونکنے والی

عید قربان

(از مفسر القرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع شیرانوالہ لاہور)

قربانی کی ابتداء

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کا بیج جب سے سطح دنیا پر بویا گیا ہے اسی وقت سے یہ مبارک رسم قربانی بھی قائم ہوئی ہے۔ قولہ تعالےٰ (واتل علیھم نباء ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الآخر (الآیۃ) ترجمہ :-

ان لوگوں کو آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں کا واقعی قصہ سنا دے۔ ان دونوں نے قربانی کی۔ پھر ایک کی قبول ہوئی۔ اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔ انتہیٰ

ابراہیمی قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے (حضرت اسماعیل) کو ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب الہام الٰہی ہوتے ہیں۔ اس لیے اس خواب کو حکم الٰہی سمجھ کر بیٹے سے استصواب فرمایا بیٹے نے عرض کی۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کیجئے۔ مجھے خدا تعالےٰ کے فضل سے آپ صابر پائیں گے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے۔ جب ذبح کرنے کی غرض سے بیٹے کو لٹایا۔ اس وقت اللہ تعالےٰ سے آواز آئی۔ اے ابراہیم تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور اللہ تعالےٰ نے بیٹے کے عوض ایک مینڈھا عطا فرمایا۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا۔

ابراہیمی قربانی کے نتائج

(۱) جب حصول رضاء الٰہی کے لیے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے۔ تو اپنی جان قربان کرنے میں انھیں بطریق اولیٰ کوئی دریغ نہیں ہوگا۔

(۲) جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔ تو مال قربان کر کے خدا تعالےٰ کو راضی کرنے میں انہیں کیا عذر ہوگا۔

(۳) جب ان کے ہاں جان۔ اولاد اور مال رضاء الٰہی کے مقابلے میں کوئی چیز نہ تھی۔ تو وہاں حب وطن، محبت الٰہی کا کب مقابلہ کر سکتی تھی۔

(۴) جب اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے میں جان اور اولاد کی پروا نہیں کرتے تو اعزہ و اقرباء کے تعلقات انھیں دروازہ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں۔

(۵) جب ان کی جان۔ اولاد۔ اور اعزہ و اقرباء اس ذرِ یتیم (رضاء الٰہی) پر قربان ہو چکے ہیں تو حُبّ بقیہ احباب دنیا انھیں کب یاد الٰہی سے غافل کر سکتی ہے۔

(۶) جب رضاء الٰہی انھیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے تو کوئی تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت ان کا دل کب لبھا سکتی ہے

تجدید ملت ابراہیمی

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام دراصل ملت ابراہیمی کے مجدد ہیں۔ قولہ تعالےٰ (وجاھدوا فی اللہ حق جھادہٖ ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ط ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّٰکم المسلمین) (سورۃ الحج رکوع ۱۰ پارہ ۱۷)

ترجمہ :- اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو۔ جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو (اوروں سے) ممتاز فرمایا۔ اور (اس نے) تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ تم اپنے باپ ابراہیم کی (اس) ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو۔ اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے۔

ابراہیمی قربانی کی تازہ یاد

چونکہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام بنیاد ابراہیمی پر قصر شریعت محمدی تعمیر کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے آپ نے بھی اپنی امت کو حصول رضاء الٰہی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی۔ تاکہ امت محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے۔ اور ہر کلمہ گو کا نور ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے۔

تنبیہ

مسلمانوں کا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت جذبات ابراہیمی کا خیال رکھیں۔ دل کے انہی پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے ہاں محبوب و مقبول ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ قولہ تعالےٰ :-

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوٰی منکم) ترجمہ :-

اللہ تعالےٰ کے ہاں قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔ اس کے ہاں (اس) تقویٰ کی قدر و قیمت ہے (جو) قربانی کرنے والے کے دل میں حاصل ہوتا ہے۔

فلسفہ عید قربان

پیغام فتح اسلام

اگر مسلمان عید قربان کو جذبات ابراہیمی کی تازہ یاد قرار دیں۔ اور ہر سال شمع رضاء الٰہی پر پروانہ وار قربان ہونے کے لیے دل و جان۔ ظاہر و باطن سے تیار رہیں۔ تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام عز اسمہ وجل مجدہٗ ان کی پشت پناہ ہوگا پھر ایسے سرفروش فدائیان اسلام کی جماعت جس میدان میں قدم رکھے گی۔ خدا تعالےٰ ان کی حمایت کے لیے زمین و آسمان کے لشکر بھیج دے گا۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ ہر میدان میں فتح کا سہرا انہی کے سر پر ہوگا۔ دنیا میں کوئی قوم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکے گی۔ جو قوم مقابلہ میں آئے گی انشاء اللہ منہ کی کھا کر جائے گی۔

قربانی کی فضیلت

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ قربانی کیا چیز ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی سنت ہے۔ عرض کیا ہمارے واسطے اس میں کیا چیز ہے۔ فرمایا قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔ عرض کیا۔ اگر اُون والا ہو۔ تو فرمایا

(باقی ص۱۸ پر)

بقیہ خطبہ

(صت۲ سے آگے)

ہر رُوئیں کے عوض ایک نیکی ہے۔

فرمان نبوی

یوم النحر یعنی عید قربان کے دن انسان کا کوئی عمل اللہ تعالے کے نزدیک قربانی سے زیادہ پیارا نہیں ہے۔ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے سمیت آئیگا۔ اور قربانی کرنے والوں کی نیکیوں کے پلڑے میں ڈالا جائیگا۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے قبولیت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ قربانی کے جانور کو خوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کیا کرو۔ کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گے۔

قربانی کے جانور

قربانی گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ بکری۔ مینڈھا اور دُنبہ کی دی جاسکتی ہے۔ بکری دُنبہ۔ مینڈھا ایک آدمی کی طرف سے اور گائے۔ بھینس۔ اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک آدمی دینا چاہے تو بھی جائز ہے۔ سات حصّہ داروں میں سے اگر کوئی شخص عقیقہ کا حصّہ ڈالنا چاہے تو بھی جائز ہے۔ مگر سات حصوں سے زیادہ حصے ہرگز نہیں ہونے چاہئیں۔

گائے بھینس دو سال کی عمر سے کم عمر کا قربانی کے لیے جائز نہیں۔ اونٹ نر ہو یا مادہ پانچ سال سے کم عمر کا جائز نہیں۔ بکرا بکری ایک سال سے کم عمر کا جائز نہیں۔ بھیڑ۔ مینڈھا۔ دُنبہ۔ دنبی اگر چھ ماہ کی عمر کا ہو۔ تو جائز ہے۔

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں

بیمار۔ اندھا۔ کانا۔ لنگڑا۔ جو تین پاؤں پر چلتا ہو جس جانور کا کان تہائی یا تہائی حصہ سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔ ناک۔ دم یا کوئی اور عضو تہائی حصے سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔ بھیڑ۔ بکری۔ دنبی جس کا ایک تھن اور گائے بھینس کے دو تھن نہ ہوں یا سوکھ گئے ہوں۔ اور دودھ نہ اتر سکے۔ دیوانہ جانور جس کو چارہ پانی کی پروا نہ ہو۔ دبلا اور کمزور جانور جو خود چل کر مذبح خانہ تک نہ پہنچ سکے۔ یا جس جانور کے دانت نصف سے زیادہ گر گئے ہوں۔ ایسے تمام جانوروں کی قربانی نہیں دی جاسکتی۔ اگر کوئی شخص قربانی کا جانور خرید کرے اور اس جانور میں کوئی شرعی عیب نکل آئے تو صاحب استطاعت دوسرا جانور خرید کر قربانی دے۔

قربانی کا وقت

شہر یا قصبہ کے لوگ نماز عید سے پہلے قربانی نہیں دے سکتے۔ البتہ دیہات کے لوگ نماز فجر کے بعد جہاں نماز عید نہیں پڑھی جاتی۔ قربانی دے سکتے ہیں اگر کوئی شخص مرنے سے پہلے وصیت کر جائے کہ میری طرف سے قربانی دی جائے تو اس گوشت میں سے احباب کو کھانا کھلانا درست نہیں ہے۔ فقراء اور مساکین میں تقسیم کرنا چاہیئے۔ اگر خود کسی مردے کے حق میں قربانی دی جائے تو اس گوشت میں سے خود بھی کھا سکتا ہے اور احباب میں بھی تقسیم کر سکتا ہے۔ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیئے۔ اگر خود ذبح نہ کر سکے۔ تو سامنے کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا چاہیئے۔ ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رُخ لٹانا چاہیئے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھری چلانی چاہیئے۔ تمام وہ آدمی جو جانور کو پکڑے ہوتے ہوں۔ ان کو بھی تکبیر پڑھنی چاہیئے۔ قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہیئے۔

گائے بھینس۔ اُونٹ کے حصّہ داروں کو ترازو پر تول کر تقسیم کرنا چاہیئے۔ تاکہ کسی حصہ دار کو زیادہ نہ چلا جائے۔ البتہ کلہ اور پائے جس حصّہ میں ہوں۔ وہاں گوشت کم ہو۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے جائیں ایک حصّہ خود رکھ لے۔ ایک حصہ دوست احباب اور رشتہ داروں کو دے۔ اور ایک حصّہ فقرا اور مساکین میں تقسیم کرے۔

قصاب کے متعلّق

قصاب کو گوشت یا کلیجی یا چربی یا کھال مزدوری میں ہرگز نہ دی جائے۔ بلکہ کھال اتارنے اور ذبح کرنے سے پہلے مزدوری طے کرلے۔ وہ اسی وقت ادا کرے۔

قربانی کی کھال

قربانی کی کھال اپنے مصرف میں لانا جائز ہے چاہے اس کا جائے نماز۔ ڈول یا مشکیزہ بنالے اگر فروخت کرے تو وہی قیمت بعینہٖ فقراء اور مساکین کو تقسیم کرنا ضروری ہے۔ قربانی کے جانور کو بھوکا پیاسا ذبح نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کا بچا ہوا چارہ، دانہ اور رسی تک کو خیرات کرنا چاہیئے۔

قربانی کی کھالوں کا صحیح مصرف

یتامیٰ بیوگان۔ مساکین یا وہ تعلیمی اور دینی درسگاہیں جن میں دور دراز سے طلباء صرف علم الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے آئے ہوئے ہوں اور ان کا کوئی وسیلہ نہ ہو۔ مذکورہ بالا اداروں کے سوا اور کسی رفاہ عام پر قربانی کی کھالوں کی قیمت کا صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً کنواں بنوانا۔ نلکے لگوانا۔ سرائے یا مسجد بنوانا خلاف سنت ہے۔ اسی طرح کسی ادارے کے ملازمین کی تنخواہوں پر (صدقات) یا جبہ کا خرچ کرنا درست نہیں ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

خدام الدین لاہور ۲ ۱۶ اگست ۱۹۵۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعۃ المبارک

۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۵۵ء

جرائم اور اُن کی سزائیں

از مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

قوم ثمود کا ذکر بضمن تذکیر بایام اللہ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو راہ راست پر لانے کے لیے تین قسم کی تذکیروں سے قرآن مجید میں کام لیتا ہے۔ تذکیر بالآء اللہ۔ اللہ تعالےٰ اپنی نعمتیں یاد دلا کر انھیں اپنے حکم کی تعمیل کرانا چاہتا ہے۔ تذکیر بایام اللہ۔ گذشتہ قوموں کے حالات کا ذکر فرماتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے وقت کے پیغمبر کی نافرمانی کی۔ اور احکام الٰہیہ کی تصدیق نہ کی بلکہ ہر ممکن طریقہ سے پیغمبر کی مخالفت ہی کرتے رہے۔ بالآخر اللہ تعالےٰ کا عذاب ان قوموں پر آیا۔ پیغمبر اور معدودے چند انسان جو پیغمبر پر ایمان لائے تھے وہ عذاب الٰہی سے بچ گئے۔ باقی ساری کی ساری قوم عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر فنا ہو گئی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ٹکٹ لے کر دنیا سے رخصت ہوئی۔ تذکیر بما بعد الموت یہ ہے۔ کہ لوگوں کے اعمال کے جو نتائج مرنے کے بعد نکلنے والے ہیں وہ ان کے سامنے لائے جائیں۔ شاید ان آخرت کے نتائج سے ڈر کر وہ راہ راست پر آجائیں۔ آج قوم ثمود کا واقعہ بضمن تذکیر بایام اللہ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

قوم ثمود

قوم ثمود اپنے دادا کی طرف منسوب ہے۔ اس قوم کا جد اعلیٰ ثمود تھا۔ ثمود چار واسطوں سے نوح علیہ السلام تک جا پہنچتا ہے۔ یہ قوم عاد ثانیہ بھی کہلاتی ہے ان کی بستیاں حجاز اور شام کے درمیان تھیں۔ ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات آج تک موجود ہیں۔ یہ لوگ دراصل قوم عاد کا بقیہ ہیں۔ جو ہود علیہ السلام کے ساتھ بچ گئے تھے قوم ہود کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے بہت پہلے کا ہے۔

قوم ثمود کا مذہب

وہ اپنے پیشروؤں کی طرح بت پرست تھے۔ اللہ تعالےٰ کے سوا بہت سے معبودان باطل کے پرستار اور شرک میں مبتلا تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا۔

قولہ تعالیٰ :-

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ○ سورہ ہود رکوع ۶ پارہ ۱۲

ترجمہ :- اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے بنایا۔ اور تمہیں اس میں آباد کیا۔ پس اس سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا۔

پہلا جرم

شرک سے تائب ہو کر توحید خداوندی کے ماننے سے انکار۔

دوسرا جرم

اپنے معبود حقیقی سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگنے سے انکار۔

تیسرا جرم

گناہوں سے توبہ کر کے اپنے رب کی طرف متوجہ ہونے سے انکار۔

قولہ تعالےٰ :-

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ○ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ○ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ○ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ○ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ○ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ○ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ○

(سورۃ الشعراء رکوع ۸ پارہ ۱۹)

ترجمہ :- قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تمہیں ان چیزوں میں یہاں بے فکری سے رہنے دیا جائے گا۔ یعنی باغوں اور چشموں میں اور کھیتوں اور کھجوروں میں۔ جن کا خوشہ ملائم ہے اور تم پہاڑوں کو تراش کر تکلف کے گھر بناتے ہو۔

چوتھا جرم

حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانا

پانچواں جرم

اللہ تعالےٰ سے نہ ڈرنا

چھٹا جرم

پیغمبر کی نافرمانی کرنا

ساتواں جرم

باغات۔ کھیتوں اور کھجوروں کے باغوں کی دھن میں لگا رہنا۔

آٹھواں جرم

پہاڑوں کو تراش کر مکانات بنانا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید انہوں نے سدا ہی اس دنیا میں رہنا ہے۔ اور آخرت کے گھر بنانے کا انہیں کوئی خیال ہی نہیں ہے۔

نواں جرم

قالوا انما انت من المسحرین۔

سورۃ الشعراء رکوع ۸ پارہ ۱۹

ترجمہ :- کہنے لگے تم پر کسی نے جادو کیا ہے۔ یعنی جو باتیں تو ہم سے کہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم پر کسی نے جادو کیا ہے۔ اور تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یعنی اپنے مصلح۔ ہادی اور خیرخواہ پر دماغ کی خرابی کا الزام لگانا۔ خیال فرمایئے۔ یہ ان کی بڑی حماقت ہے۔

قولہ تعالےٰ :-

فَأْتِ بِآيَةٍ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ○

(سورۃ الشعراء رکوع ۸ پارہ ۱۹)

(ترجمہ) سو کوئی نشانی لے آ۔ اگر تو سچا ہے۔ یعنی اگر تو واقعی خدا تعالےٰ کا پیغمبر ہے تو ہمیں معجزہ دکھا۔

معجزہ معین کر کے مانگا

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ معجزہ ظاہر ہونے کے بعد بھی تم انکار پر مصر اور سرکشی پر قائم رہو۔ قوم کے سرداروں نے پختہ وعدہ کیا کہ ہم فوراً ایمان لے آئیں گے تب حضرت صالح علیہ السلام نے انہی سے دریافت کیا کہ تم کس قسم کا معجزہ چاہتے ہو۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سامنے والے پہاڑ میں سے یا بستی کے اس پتھر میں سے جو کنارہ پر نصب ہے۔ ایک ایسی اونٹنی ظاہر کر۔ کہ جو گابھن ہو۔ اور فوراً بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام

(باقی صـ۳۰ پر)

خدام الدین لاہور ۲۰ ۱۲ اگست ۱۹۵۵ء

بقیہ خطبہ جمعہ

(صلا سے آگے)

نے درگاہ الٰہی میں دعا کی اور اسی وقت ان سب کے سامنے پہاڑ یا پتھر میں سے حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔ یہ دیکھ کر ان سرداروں میں سے جندع بن عمرو اسی وقت مشرف با سلام ہو گیا۔ اور دوسرے سردار ایمان نہیں لائے۔

معجزہ والی اونٹنی و بال شکنی

قولہ تعالےٰ (قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۔ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ط) الآیۃ سورۃ الشعراء رکوع ۸ پارہ ۱۹

ترجمہ:۔ کہا یہ اونٹنی ہے اس کے پینے کا ایک دن ہے۔ اور ایک دن معین تمہارے پینے کے لئے ہے۔ اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگانا۔ ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا۔ سو انہوں نے اس کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ پھر پشیمان ہوئے۔ پھر انہیں عذاب نے آ پکڑا۔

پانی پینے کا پروگرام

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہ کی۔ کہ دیکھو۔ یہ نشانی تمہاری طلب پہ بھیجی گئی ہے۔ خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر ہو۔ ایک دن اس اونٹنی کا ہوگا اور ایک دن ساری قوم اور اس کے سارے چوپاؤں کا۔ اور خبردار اس کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اگر اس کو آزار پہنچا۔ تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں ہے۔

اس تنبیہ کا سبب

اس تنبیہ کا سبب یہ تھا۔ کہ چونکہ اونٹنی حضرت صالح علیہ السلام کی صداقت کا نشان اللہ تعالےٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اب یہ اونٹنی ان کے شعائر اللہ میں سے ہے۔ اب اس کی توہین صالح علیہ السلام کی توہین سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ کی توہین ہے اسلئے صالح علیہ السلام نے انہیں متنبہ کیا۔ کہ اگر اس کو ایذا دیا۔ تو عذاب الٰہی کے تم پر آنے کا خطرہ ہے۔

اونٹنی کے ہلاک کرنے پر عذاب الٰہی کی آمد

مگر آہستہ آہستہ یہ بات انہیں کھٹکنے لگی۔ اور آپس میں صلاح مشورے ہونے لگے کہ اس اونٹنی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ تو اس باری والے قصہ سے نجات ملے۔ کیونکہ ہمارے چوپاؤں اور خود ہمارے اپنے لئے یہ قید ناقابل برداشت ہے

یہ باتیں اگرچہ ہوتی رہتی تھیں لیکن کسی کو اس کے قتل کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ مگر ایک حسین جمیل مالدار عورت صدوق نے خود کو ایک شخص مصدع کے سامنے اور ایک مالدار عورت عنیزہ نے اپنی ایک خوبصورت لڑکی کو قیدار کے سامنے یہ کہہ کر پیش کیا۔ کہ اگر وہ دونوں اونٹنی کو ہلاک کر دیں۔ تو یہ تمہاری ملک ہیں۔ تم ان کو بیوی بنا لینا۔ آخر قیدار بن سالف اور مصدع کو اس کے لئے آمادہ کر لیا گیا اور طے پایا۔ کہ وہ راہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور اونٹنی جب چراگاہ جانے لگے۔ تو اس پر حملہ کر دیں گے۔ اور چند دوسرے آدمیوں نے بھی مدد کا وعدہ کیا۔ غرض ایسا ہی کیا گیا اور اونٹنی کو سازش کر کے قتل کر دیا گیا۔

عذاب الٰہی کا اعلان

حضرت صالح علیہ السلام کو جب اس کی اطلاع ملی تو حسرت اور افسوس کے ساتھ قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

کہ آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو۔ جو تین دن کے بعد تم کو تباہ کر دے گا۔ اور پھر بجلی کی چمک اور کڑک اور زلزلے کا عذاب آیا۔ اور اس نے رات میں سب کو تباہ کر دیا۔ اور آنے والے انسانوں کو تاریخی عبرت کا سبق دے گیا۔

دسواں جرم

اللہ تعالیٰ کے شعائر کی ہتک کرنے کے باعث وہ قوم اللہ تعالیٰ کے عذاب [illegible]

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے سفر میں ہم لوگ حالتِ احرام میں مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب مسافر ہمارے سامنے گزرنے لگتے تو ہم عورتیں اپنے سر سے چادریں کھینچ کر منہ پر ڈال لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو وہ منہ کھول لیتی تھیں۔ (ابوداؤد: ۱۸۳۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری: ۹)

خطبہ جمعہ

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۹۵۵ء

مسلمان ہونے کے بعد بے ایمان

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

برادران اسلام - اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان ہے جس کا یہ مطلب ہے - کہ اسے اللہ میں تیرا اور تیرے رسول کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں اور دوسرے درجہ کی نعمت اسلام ہے - وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ملے اس کی حسب توفیق تعمیل کی جائے - اگر یہ دونوں نعمتیں نصیب ہو جائیں - تو یہ انسان کی بڑی خوش قسمتی ہے - اور اگر ایمان نصیب نہ ہو - تو یہ شخص بہت بڑا بدنصیب - بدبخت اور بدقسمت ہوگا خواہ امیر کبیر یا بادشاہ وقت ہی کیوں نہ ہو - اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک ایسے گروہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا - مگر بعد میں بعض علامتوں سے معلوم ہوا - کہ ان کے دل میں ایمان نہیں ہے - واقعہ یہ ہے کہ جس کے دل میں ایمان نہ ہو - اس کا اسلام بھی قبول نہیں ہوتا ایسے لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے - اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منافقوں کو کافروں کی فہرست میں شامل کر کے دوزخ میں داخل ہونے کا وعید سنایا ہوا ہے - جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں بھی ایسے بدنصیب موجود تھے [illegible] کے زمانے میں بھی ایسے بدبخت موجود ہوں ممکن ہے کہ ایسے بدنصیبوں کو جب اپنی نامرادی اور انجام کی اطلاع ہو - تو شرمندہ ہوں - بے ایمانی سے باز آجائیں - صدق دل سے ایمان لائیں - سچے مسلمان بن جائیں اور جہنم کی بجائے جنت میں پہنچ جائیں

قرآن مجید میں ان کا ذکر

قولہ تعالیٰ (وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ) سورۃ النور - رکوع ۶ پارہ ۱۸)

(ترجمہ) اور کہتے ہیں ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم فرمانبردار ہو گئے - پھر ایک گروہ ان میں سے اس کے بعد پھر جاتا ہے - اور وہ لوگ مؤمن نہیں ہیں -

حاصل

یہ نکلا - کہ وہ لوگ تو اپنے ایمان اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں - مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ بے ایمان ہیں -

بے ایمان ہونے کی وجہ

جب وہ اپنے ایماندار ہونے اور مسلمان ہونے کا اظہار کر رہے ہیں - پھر انہیں کیوں بے ایمان کہا جا رہا ہے - اس کی وجہ یہ ہے - قولہ تعالیٰ (وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ۝ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ) سورۃ النور - رکوع ۶ پارہ ۱۸ -

(ترجمہ) اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے - تاکہ ان میں فیصلہ کرے تبھی ایک گروہ ان میں سے منہ موڑنے والے ہیں - اور اگر انہیں حق پہنچتا ہو تو اس کی طرف گردن جھکائے آتے ہیں -

بے ایمانی کا سبب یہ نکلا - کہ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں انہیں جھگڑا نپٹانے کے لئے بلایا جاتا ہے - تو فقط اس صورت میں آتے ہیں - جب انہیں یقین ہو کہ فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہوگا - اور اگر انہیں یہ یقین نہ ہو تو منہ موڑ کر چلے جاتے ہیں -

اپنی خواہش کے بندے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اعلان فرمایا ہوا ہے کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کے بندے ہوتے ہیں یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - اس کے سامنے سر جھکا دیا اور مان لیا اور دوسرے اپنے نفس کے بندے ہوتے ہیں - وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے بلکہ اپنے نفس کے بندے ہوتے ہیں - جو ان کا نفس حکم دیتا ہے - وہی کرتے ہیں - اوپر جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے - وہ نفس کے بندے ہیں - یعنی جو ان کے نفس کی خواہش ہو - وہی پوری کرتے ہیں - اللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ

ایماندار مسلمان

اب مسلمانوں کی دوسری قسم بھی ملاحظہ فرمائیے جن کے اندر ایمان ہے اور ان کا مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی سچا ہے -

قولہ تعالیٰ :-

(إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)

(سورۃ النور رکوع ۶ پارہ ۱۸)

(ترجمہ) مومنوں کی بات تو یہی ہوتی ہے - جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے - تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے - وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا - اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں -

حاصل

یہ نکلا - کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دربار سے جو فیصلہ بھی ہو - اس کو ماننے کے لیے ہر حال میں تیار ہیں - خواہ ان کے موافق ہو یا مخالف ہو - بارگاہ الٰہی میں یہی لوگ مقبول اور مرحوم ہیں اور جنت کے وارث ہوں گے - اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ -

آج بھی موجود ہیں

مسلمان کہلا کر شریعت کے ماننے سے انکار کرنے والوں کا جو ذکر قرآن شریف میں آیا ہے - آج بھی مسلمانوں میں اس قسم کے آدمی موجود ہیں - مثلاً تقسیم مال میراث میں شریعت کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک شخص مر جاتا ہے جس کی دو بیویاں تھیں - ایک بیوی کی اولاد چار بیٹے ہیں اور دوسری کا ایک بیٹا ہے - فرض کر لیجئے - دو بیویوں اور پانچ بیٹوں کے سوا اور کوئی بھی شرعی وارث نہیں ہے - ایسا ل میراث کی تقسیم شریعت کے قانون کے مطابق اس طرح ہوگی - ⅛ حصہ جائداد کا دو بیویوں کو ملے گا - اور باقی جائداد پانچ بیٹوں پر مساوی تقسیم ہوگی -

چونڈے ونڈ

پنجاب کے زمینداروں میں تقسیم میراث میں ایک چونڈے ونڈ ہوتی ہے - اس کی یہ صورت ہے کہ مذکورہ بالا شخص کی کل جائداد دو عورتوں پر تقسیم کی جائے گی - اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آدھی جائداد ایک بیٹے کو مل جائے گی اور آدھی دوسری بیوی کے چار بیٹوں پر تقسیم کی جائے گی - اب دنیادار کیا کرتے ہیں - جنہیں شریعت کے دروازہ پر آنے سے جائداد میں زیادہ حصہ ملتا ہے - وہ تو فیصلہ کو شریعت کے دروازے پر لانے کے لئے بے حد زور لگاتے ہیں - اور دوسرا فریق جنہیں شریعت کے دروازے پر جانے سے حصہ کم ملتا ہے - اور عدالت میں جانے سے زیادہ ملتا ہے - وہ عدالت سے فیصلہ کرانے پر زور دیتے ہیں - ایسے لوگوں کے حق میں آج بھی شریعت کا وہی فیصلہ ہوگا جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے قرآن مجید میں آچکا ہے کہ اگرچہ وہ مسلمان تو کہلاتے ہیں مگر ان کے اندر ایمان نہیں ہے -

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بقیہ خطبہ جمعہ

(صلا سے آگے)

نتیجہ

جب اندر ایمان نہ ہو۔ تو اس شخص کا اسلام بھی بارگاہِ الٰہی میں منظور نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں کو رسول اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی نصیب نہیں ہوگی اور نہ ہی انھیں دوزخ سے نجات ہوگی۔ کیونکہ شفاعت کے لیے ایمان شرط ہے۔

شریعت نہیں رواج

دیہاتی زمیندار اور شہری صاحب جائداد لوگوں میں کئی خاندان ایسے پائے جاتے ہیں جو تقسیم جائداد کے معاملہ میں صاف طور پر کہتے ہیں۔ کہ ہم شریعت پر عمل نہیں کرینگے رواج پر عمل کریں گے۔ حالانکہ قرآن مجید میں (جو شریعت کا سنگ بنیاد ہے) تقریباً ڈیڑھ صفحہ قانون میراث کا سورۃ نساء کے ابتداء ہی میں مذکور ہے آپ کو معلوم ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے روپوش ہونے کے بعد بعض قبائل نے سارے قرآن مجید میں سے فقط ایک فقرے (آتوا الزکوٰۃ زکوٰۃ دو) کا انکار کیا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے انھیں مرتد اور واجب القتل قرار دیا تھا۔ قرآن مجید کے ڈیڑھ صفحہ کا انکار کرنے والے ایمانداری سے فیصلہ کریں۔ آج اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے۔ تو ان کے حق میں کیا فیصلہ فرماتے۔

حضرت عمرؓ کا فیصلہ

ایک یہودی اور ایک منافق میں کوئی جھگڑا تھا۔ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں فیصلہ کے لیے گئے یہودی چونکہ حق بجانب تھا۔ اس لیے آپ نے اس کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ منافق کے دل میں خیال آیا۔ کہ یہودی کے مقابلہ میں میری کوئی رعایت نہیں کی گئی اس لیے اس نے یہودی سے کہا۔ کہ چلو۔ حضرت عمر سے اس فیصلہ پر نظر ثانی کرائیں۔ یہودی نے کہا۔ بہت اچھا۔ یہودی کو یقین تھا۔ کہ اس دربار گہربار میں جو فیصلہ بھی ہوگا۔ وہ بالکل ٹھیک ہوگا۔ حضرت عمرؓ کے پاس جب پہنچے تو یہودی نے سارا قصہ سنایا۔ اور عرض کی۔ کہ آپ کے ہاں اس فیصلہ پر نظر ثانی کرانے کے لیے آئے ہیں۔ یہودی سے سارا قصہ سننے کے بعد مسلمان (منافق) سے فرمایا۔ کیا یہ واقعہ صحیح ہے جو اس نے بیان کیا ہے مسلمان نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے) آپ نے فرمایا۔ ٹھیرو۔ میں ابھی فیصلہ کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اندر تشریف لے گئے اور تلوار اٹھا کر لائے۔ اور آتے ہی اس کا سر قلم کر دیا۔ اور فرمایا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ مانے۔ اس کا فیصلہ یہ ہے خیال فرمایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے انکار کرنے والا واجب القتل ہے تو اللہ تعالےٰ کا میراث کی تقسیم کے متعلق فیصلہ نہ ماننے والے کا فیصلہ کیا ہونا چاہیئے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دونوں میں فرق

اگر ایک شخص اللہ تعالےٰ کا فرمان ماننے سے انکار کرتا ہے۔ جیسا کہ شریعت کا انکار کرنے والوں اور رواج پر عمل کرنے والوں کا ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ اور دوسرا وہ شخص ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کے قانون کو مانتا ہے اور زبان سے بھی اس کے ماننے کا اقرار کرتا ہے۔ مگر ہاں ہاں کرتا ہے۔ اور عملدرآمد نہیں کرتا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ پہلے شخص کے لیے نہ شفاعت ہے نہ نجات ہے۔ اور دوسرے شخص کے لیے شفاعت بھی ہے اور نجات بھی۔ شریعت کی اصطلاح میں پہلا کافر ہے اور دوسرا فاسق ہے۔ فاسق کے لیے شفاعت بھی ہے اور نجات بھی۔

میرا فرض اور آپ کا فرض

قولہ تعالےٰ:۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

(سورۃ النور رکوع ۷ پارہ ۱۸)

ترجمہ۔ کہدو۔ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ پھر اگر موہنہ پھیروگے تو پیغمبر پر تو وہی ہے جس کا وہ ذمہ دار ہے۔ اور تم پر وہ ہے۔ جو تمہارے لیے لازم کیا گیا ہے اور اگر اس کی فرمانبرداری کروگے تو ہدایت پاؤ گے۔ اور رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع ہی سے ہدایت ہو سکتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کلمۂ حق مخلوق تک پہنچانا ہی ہے اور مخلوق خدا کے ذمہ یہ ہے کہ وہ سمجھنے کے بعد اس پر عمل کریں۔

مبلغ قرآن کا ذمہ

مبلغ قرآن مجید کے ذمہ فقط اتنی چیز ہے کہ وہ مخلوق خدا تک کلمۂ حق پہنچا دے۔ اس کے بعد مخلوق خدا کے ذمہ یہ ہے۔ کہ اس پر عمل کریں۔ عمل کریں گے تو عذاب الٰہی سے بچ جائیں گے۔ ورنہ قیامت کے دن یہ تو نہیں کہیں گے۔ کہ اے اللہ ہمارے پاس تیرا کوئی بندہ ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔

اس کا ثبوت

قولہ تعالےٰ (کُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ) سورۃ الملک رکوع ۱ پارہ ۲۹)

ترجمہ:۔ جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا۔ تو ان سے دوزخ کے داروغہ پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں! بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا پر ہم نے جھٹلا دیا۔ اور کہدیا۔ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ اور کہیں گے کہ اگر ہم نے سنا یا سمجھا ہوتا۔ تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ پھر وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے سو دوزخیوں پر پھٹکار ہے۔

اس آئینہ میں اپنا موہنہ دیکھو

برادران اسلام۔ مذکورۃ الصدر آیتوں کے آئینہ میں اپنا موہنہ دیکھو۔ کیا آجکل بے دینوں کا ایک ایسا طبقہ موجود نہیں ہے۔ جو علماء دین کی بے دھڑک توہین کرتا ہے۔ وہ ان کے پیغام سے فائدہ نہیں اٹھاتا بلکہ الٹا انھیں برے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ اور ان کی بے عزتی کرنا اپنا فرض خیال کرتا ہے اللہ تعالےٰ انھیں ہدایت عطا فرمائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آج جن کی تکذیب و توہین کرتے ہیں۔ قیامت کے دن انھیں کی تصدیق کریں۔ کہ واقعی وہ سچے تھے۔ اور ہم جھوٹے تھے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار وما علینا الا البلاغ۔

خطبہ جمعہ : ۲۹ر ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹ر اگست ۱۹۵۵ء

عالم ارواح کو جانے والی ڈاک

از جناب شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

برادران اسلام۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہر حکومت میں ایک محکمہ ڈاک کا ہوتا ہے اور یہ محکمہ حکومت کے لیئے بہت زیادہ ضروری اور بہت بڑا اہم ہوتا ہے۔ اس کے سوا سلطنت کا نظام چل ہی نہیں سکتا۔ بلکہ محکمہ ڈاک کے سوا امن قائم رہ ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جن گاڑیوں میں سرکاری ڈاک آتی ہے۔ وہ پسنجر ٹرینوں سے بہت زیادہ تیز رفتار ہوتی ہیں۔ تاکہ ذمہ داران حکومت تک ہر جگہ کے حالات جلد از جلد پہنچ سکیں۔ مثلاً مغربی پاکستان کی حکومت کا مرکز آجکل کراچی ہے۔ پھر آپ کو معلوم ہے کہ پاکستان خیبر میل کس تیز رفتار سے مرکز سے چلتی ہے تاکہ ماتحت مراکز کو جلد از جلد مرکزی حکومت کے احکام پہنچ سکیں اور کراچی جانے والی میل ٹرین بھی اسی تیز رفتار سے مرکز کی طرف دوڑتی ہے۔ تاکہ ماتحت مراکز کے حالات جلد از جلد حکومت کے سب سے بڑے مرکز میں پہنچ جائیں۔ آج کل تو حکام بالا اور حکام ماتحت کے درمیان جلد از جلد خبر رسانی کے اور ذرائع بھی پیدا ہوگئے ہیں مثلاً ہوائی جہاز۔ ٹیلیفون۔ وائرلیس۔ بہرحال نظام سلطنت کے چلانے کے لئے ذرائع خبر رسانی (جسے ڈاک کہا جاتا ہے) کا مکمل ہونا اشد ضروری ہے۔ جس ملک کا ڈاک کا انتظام مکمل ہوگا۔ اس ملک کی انتظامی حالت (اگر حکام درست کرنا چاہیں) بھی بہت اچھی ہوگی۔ اور اگر یہ نظام خراب ہوگا تو ملکی نظم و نسق ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔

روحانی ڈاک جمع کرکے دربار الٰہی میں پہنچانے والے

قولہ تعالٰی (وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ) سورۃ الانفطار رکوع ۱ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ اور بے شک تم پر محافظ ہیں عزت والے اعمال لکھنے والے۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تمہارے پاس پیچھے دیگرے رات اور دن کے فرشتے آتے ہیں اور فجر کی نماز اور عصر کی نماز پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ جنہوں نے تمہارے پاس رات گزاری تھی۔ پھر ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خود بھی ان کے متعلق بہتر جانتا ہے۔ میرے بندوں کو...

الحاصل قرآن مجید کی گزشتہ آیات اور حدیث شریف سے یہ حاصل نکلا کہ زمین پر اللہ تعالٰی کے فرشتے موجود رہتے ہیں جو انسانوں کے اعمال جمع کرکے بارگاہ الٰہی میں پہنچا دیتے ہیں۔

اس کا فائدہ

معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ اعمال بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کے بعد محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ آئندہ چل کر اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن اپنے نافرمان اور باغیوں سے اتمام حجت کے طور پر یہ فرمائیں گے۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝

ترجمہ۔ اپنا نامہ اعمال پڑھ لے۔ آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی شیخ الاسلام پاکستان اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ یعنی نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کرلے جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی رہا تو نہیں یا زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر آدمی اس وقت یقین کریگا کہ ذرہ ذرہ عمل بلا کم و کاست اس میں موجود ہے۔

دربار نبوی سے ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے اعمال کی روزانہ جو ڈاک زمین سے بارگاہ الٰہی میں جاتی ہے۔ وہ محفوظ رکھی جاتی ہے

(عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِيْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا اَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ قَالَ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَّ اِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كِفَّةٍ وَّ الْبِطَاقَةُ فِيْ كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَ ثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ میری امت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن لوگوں کے سامنے نجات دیگا۔ اس پر ننانوے دفتر دکھا ہوں کے کھولے گا۔ ہر ایک دفتر آنکھ کی نگاہ کی دوری جتنا ہوگا۔ پھر فرمائے گا کیا تم اس میں سے کسی چیز کا انکار کر سکتے ہو۔ کیا تجھ پر میرے لکھنے والے محافظوں نے ظلم کیا ہے۔ کہے گا نہیں اے میرے رب پھر فرمائے گا آیا تیرا کوئی عذر ہے۔ کہے گا نہیں اے میرے رب۔ پھر فرمائے گا ہاں ہمارے ہاں تیری ایک نیکی بھی ہے۔ اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ایک پرزہ نکالا جائیگا جس میں اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ ہوگا۔ پھر فرمائے گا۔ اپنے اعمال کے وزن کے وقت موجود رہ۔ پھر وہ کہے گا۔ اے میرے رب۔ ان دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرزہ کیا چیز ہے۔ پھر فرمائے گا بیشک تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا آپ نے فرمایا۔ پھر سب گناہوں کے دفتر ترازو کے ایک پلہ میں رکھ دیئے جائیں گے۔ اور پرزہ ترازو کے دوسرے پلہ میں رکھ دیا جائے گا۔ پھر سب دفتر (۹۹) ہلکے ہو جائیں گے۔ اور پرزہ بھاری ہوگا اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی

حاصل

یہ نکلا کہ تمام انسانوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں محفوظ رہتے ہیں۔

دیندار مسلمانوں کی روحانی ڈاک

بنزلہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ

اَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُولُ عِبَادِي قَالَ يَقُولُونَ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيُمَجِّدُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي قَالَ فَيَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَأَوْكَ قَالَ فَيَقُولُ كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي قَالَ فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا قَالَ فَيَقُولُ فَمَا يَسْأَلُونَ قَالُوا يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا فَيَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ قَالَ يَقُولُونَ مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُولُ فَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُولُ فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ

(رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق اللہ کے ایسے فرشتے بھی ہیں جو راستوں پر پھرتے رہتے ہیں اللہ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں۔ پھر جب ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ آؤ اپنی ضرورت کی طرف۔ آپ نے فرمایا۔ پھر ان پر اپنے پروں سے آسمان دنیا تک گھیرا ڈال لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پھر ان سے ان کا رب پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ انہیں خود بھی خوب جانتا ہے میرے بندے کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا عرض کرتے ہیں تیری تسبیح پڑھتے ہیں اور تیری ہی بڑائی بیان کرتے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں اور تیری ہی بزرگی بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پھر فرماتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر وہ کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم انہوں نے تجھے دیکھا نہیں ہے آپ نے فرمایا پھر فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو آپ نے فرمایا پھر کہتے ہیں اگر وہ آپ کو دیکھ لیں تو آپ کی بہت زیادہ عبادت کریں اور آپ کی بہت زیادہ تعظیم بجا لائیں اور آپ کی بہت زیادہ تسبیح بیان کریں آپ نے فرمایا۔ فرماتا ہے پھر وہ کیا مانگتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں۔ آپ سے بہشت مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا فرماتا ہے اور کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے پھر عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب اللہ کی قسم ہے انہوں نے دیکھا نہیں ہے آپ نے فرمایا فرماتا ہے۔ اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو۔ آپ نے فرمایا عرض کرتے ہیں اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان میں اس کے لئے سخت حرص پیدا ہو اور اس کی سخت طلب پیدا ہو اور بہت بڑی رغبت پیدا ہو۔ فرماتا ہے پھر کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ عرض کرتے ہیں آگ سے۔ آپ نے فرمایا۔ فرماتا ہے۔ کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب اللہ کی قسم انہوں نے اس کو دیکھا تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا فرماتا ہے اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو۔ آپ نے فرمایا عرض کرتے ہیں اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے بہت زیادہ بھاگیں اور اس سے بہت زیادہ ڈریں آپ نے فرمایا پھر فرماتا ہے۔ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں۔ تحقیق میں نے ان سب کو بخش دیا۔ آپ نے فرمایا فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے۔ ان میں فلاں شخص ان میں سے نہیں ہے۔ وہ تو فقط کسی کام کے لئے آ گیا تھا۔ فرماتے گا۔ یہ ایسے ل بیٹھنے والے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بے نصیب نہیں ہوگا۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے دیندار بندے جب ذکر الٰہی کرتے ہیں تو فرشتے بارگاہ الٰہی میں ان کی رپورٹ پہنچاتے ہیں اور اسی کی بخشش سے ذکر کرنے والوں کو بخشش نصیب ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ (متفق علیہ)

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس یکے بعد دیگرے رات اور دن کے فرشتے آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ چڑھ جاتے ہیں جنہوں نے تمہارے پاس رات گزاری تھی۔ پھر ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خود بھی ان کے متعلق بہتر جانتا ہے۔ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو۔ پھر وہ عرض کرتے ہیں ہم نے انہیں نماز پڑھنے کی حالت میں چھوڑا ہے۔ اور جب ان کے پاس گئے تھے۔ تب بھی نماز پڑھتے تھے

حاصل

یہ نکلا کہ انسانوں کے اعمال کی ڈاک حضور الٰہی میں دو مرتبہ روزانہ پہنچتی ہے۔

نمبر۲ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ڈاک

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ (رواہ النسائی والدارمی)

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بیشک اللہ کے فرشتے زمین میں پھرنے والے ہیں۔ میری اُمت کا سلام مجھے پہنچا دیتے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہیں بھی صلوٰۃ یا سلام پڑھا جائے تو فرشتے آپ کے حضور میں جا کر پہنچا دیتے ہیں۔

فائدہ

جو شخص ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ اس پر دس مرتبہ اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اس کے دس گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہو جاتے ہیں قیامت کے دن سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اس کو جگہ ملے گی جو سب سے زیادہ آپ پر درود شریف پڑھتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد رسول اللہ صلی اللہ پر درود شریف پڑھ کر دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے۔

وفات یافتہ والدین کی ڈاک

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنّٰى لِي هٰذِهِ فَيَقُولُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ (رواہ احمد)

ترجمہ:۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بیشک اللہ عزوجل نیک بندے کا درجہ بہشت میں بلند کر دیتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے اے میرے رب یہ میرا درجہ کیسے بلند ہوا پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ تیرے بیٹے کے تیرے لئے دعائے مغفرت کرنے کے باعث (یہ درجہ بلند ہوا ہے)

اس استغفار کا فائدہ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوتُ وَالِدَاهُ أَوْ أَحَدُهُمَا وَإِنَّهُ لَهُمَا لَعَاقٌّ فَلَا يَزَالُ يَدْعُو لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا (رواہ البیہقی)

ترجمہ۔ انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق ایک بندہ (ایسا ہوتا ہے) اس کے دونوں والدین یا ایک ان دونوں میں سے مرجاتے ہیں اور تحقیق وہ ان دونوں کا نافرمان ہوتا ہے۔ پھر وہ ہمیشہ ان دونوں کے لئے دعا کرتا رہتا ہے اور ان دونوں کے لئے بخشش کی دعا کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ اس کو ماں باپ کا فرمانبردار لکھ دیتا ہے

اگر

ماں باپ کا نافرمان ان کے لئے دعا نہ کرتا اور بخشش کی دعا نہ مانگتا تو دوزخ میں جاتا۔ اب اس

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیا کرنی چاہیے۔ صحابہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا الحمد اللہ ہم خدا سے حیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں، بلکہ اللہ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر کی اور سر میں جو افکار اور خیالات ہیں ان سب کی حفاظت کرو اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہے اس سب کی نگرانی کرو اور موت اور موت کے بعد قبر میں تمھاری جو حالت ہونی ہے اس کو یاد رکھو۔ جس نے یہ سب کچھ کیا سمجھو اللہ سے حیا کرنے کا حق اسی نے ادا کیا۔ (ترمذی: ۳۴۵۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے، یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی کلائی کے نصف پر ہاتھ رکھا۔ (ابن جریر، ج۱۹ص۱۵۷)

خطبہ جمعہ بقیہ صفحہ ۲ سے آگے۔

بخشش کی دعا کے باعث فرمانبرداری کا ثمرہ لے کر جنت میں جائے گا۔

وفات یافتہ اولاد بھائیوں اور دوستوں کی طرف روحانی ڈاک

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْہُ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُدْخِلُ عَلٰی اَہْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَہْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ ہَدِیَّۃَ الْاَحْیَاءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَہُمْ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ) عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قبر میں میت ایسا ہی ہے۔ جیسے ڈوبنے والا فریاد رسی کرنے والا ہو (میت) اس دعا کی انتظار کرتا ہے جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ جب وہ دعا اسے پہنچتی ہے تو اسے دنیا اور جو کچھ بھی دنیا میں ہے ان سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور تحقیق اللہ قبروں والوں پر زمین والوں کی دعا کو پہاڑوں کی مثل داخل کرتا ہے اور تحقیق زندوں کا مُردوں کی طرف ہدیہ ان کے لئے استغفار ہے۔

دعا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس روحانی ڈاک کے ذریعے سے منفعت اور ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

خطبۂ جمعہ:— (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) :— ۷ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۹۵۵ء

اہل بیت کے مناقب اور حالات

(از جناب مفسر القرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور)

قولہ تعالیٰ :- وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ (الآیۃ)

(ترجمہ) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتیں۔ انہیں مردہ مت کہو۔ بلکہ زندہ ہیں۔

حضرات آج میں ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے تعزیہ امتہ مسلمان کے زیر عنوان کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب

ہم اہل سنت والجماعت تمام اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ویسی ہی عزت کرتے ہیں اور اُن سے سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں جس طرح شیعہ صاحبان اُن کے مداح اور اُن کی محبت کے دعویدار ہیں چنانچہ عقیدہ اہل السنۃ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

عن سعد بن ابی وقاصؓ قال لما نزلت هٰذه الاٰیة ندع ابناءنا و ابناءكم الاٰیة دعا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علیا و فاطمة و حسنا و حسینا فقال اللّٰهم هٰؤلاء اهل بیتی۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی " ندع ابناءنا و ابناءکم " تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ اور فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسین کو بلایا اور فرمایا۔ اے اللہ میرے اہل بیت یہ لوگ ہیں۔

عن انس قال لم یکن احد اشبه بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم من الحسن بن علی و قال فی الحسین ایضا کان اشبههم برسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (رواہ البخاری)

(ترجمہ) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حسن بن علی سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔ اور حسینؓ کے متعلق بھی یہی فرمایا کہ وہ بھی سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

عن زید ابن ارقمؓ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لعلی و فاطمة و الحسن و الحسین انا حرب لمن حاربهم و سلم لمن سالمهم۔

ترجمہ :- زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے متعلق فرمایا کہ میری اس سے لڑائی ہے جو ان سے لڑے گا اور جو ان سے صلح کرے گا میری اس سے صلح ہے۔

یہ مناقب مشتے نمونہ از خروارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر سب جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

جس طرح ان مناقب سے اہل سنت والجماعت اتفاق رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس اندوہناک دردانگیز داستان ظلم و ستم یعنی حادثہ شہادت امام حسینؓ سے بھی سنیوں کا اتفاق ہے۔ چنانچہ احباب کی اطلاع کے لیے اس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے واقعہ کربلا کے تفصیلی حالات بیان فرمائے۔

واقعات متعلقہ کربلا کی تمہید

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں اُن کا بیٹا یزید ولی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۶۰ھ دمشق میں ہوا۔ یزید نے تمام ملکوں میں اپنے حکام کی طرف فرمان بھیجا۔ کہ میرے حق میں لوگوں سے بیعت کی جائے۔ اسی ضمن میں اس نے مدینہ منورہ کے حاکم ولید بن عقبہ کو لکھا۔ کہ امام حسینؓ سے یزید کے حق میں بیعت لی جائے۔ امام حسینؓ نے بیعت نہیں کی۔ کیونکہ یزید فاسق۔ شرابی اور ظالم تھا۔ اس کے بعد امام حسینؓ ۴ شعبان ۶۰ھ کو مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ اور مکہ معظمہ میں جا کر قیام فرمایا۔

اہل کوفہ کی طرف سے دعوت

حضرت علیؓ نے چونکہ کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا ہوا تھا۔ اس لیے وہاں اہل بیت کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی۔ انہوں نے امام حسینؓ کو تقریباً ڈیڑھ سو خطوط لکھے کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیے ہماری جان اور مال آپ کی مدد کے لیے حاضر ہیں۔ امام ممدوح نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیج دیا۔

مسلم بن عقیل کا کوفہ میں قیام اور بیعت لینا

جب مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے تو مختار بن عبید کے مکان پر ٹھہرے۔ اور امام حسینؓ کے لیے بارہ ہزار سے بھی زیادہ آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب نعمان بن بشیرؓ صحابی جو حاکم کوفہ تھے۔ انہیں اس کا علم ہوا۔ تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا۔ فقط ڈانٹنے پر ہی اکتفا کی۔ اس سے زیادہ کسی کو کچھ نہ کہا۔

مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن الولید بن عقبہ نے یزید کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اس پر یزید نے نعمان بن بشیرؓ صحابی کو معزول کر دیا۔ اور اُن کی جگہ عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کے حاکم کو متعین کر دیا۔

عبیداللہ زیاد کا حاکم کوفہ ہو کر آنا

عبیداللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا۔ اور رات کے وقت اہل حجاز کے لباس میں کوفہ میں داخل ہوا۔ تاکہ لوگ دھوکے سے یہ سمجھیں کہ امام حسینؓ تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں نے امام موصوف کا خیال کر کے اس کا استقبال کیا۔ اُس کے آگے آگے یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے۔ اے رسول اللہ کے بیٹے تمہیں مرحبا ہو۔ عبیداللہ بن زیاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سرکاری مکان میں داخل ہو گیا۔ صبح لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اور اپنی حکومت کی مسند پر بیٹھ کر سنائی انھیں دھمکی دی۔ اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا۔ اور مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے مکان میں چھپ گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث کو فوج دے کر ہانی بن عروہ کے مکان پر بھیجا۔ ہانی بن عروہ اور اہل کوفہ کے تمام سرداروں کو گرفتار کرا دیا۔ مسلم بن عقیل کو جب یہ اطلاع پہنچی۔ تو انہوں نے بھی اپنے خیرخواہوں کو جمع کیا۔ اُن کے ساتھ چالیس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ انہوں نے عبیداللہ بن زیاد کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے ان قیدی سرداروں سے کہا۔ کہ تم اپنے آدمیوں کو سمجھا دو کہ وہ مسلم بن عقیل کی رفاقت سے باز آ جائیں۔ اُن لوگوں کے سمجھانے سے چالیس ہزار میں سے فقط پانچ سو آدمی مسلم بن عقیل کے پاس رہے۔ باقی سب بھاگ گئے حتیٰ کہ مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے۔ اب وہ متحیر ہو رہے کہ کیا کریں۔ ایک عورت کے گھر میں آئے۔ اس سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ اس نے پلایا۔ اور اپنے گھر میں انھیں ٹھہرا لیا۔ اس بڑھیا کا بیٹا محمد بن اشعث (جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے جس نے کوفہ کے آدمیوں کو قید کیا تھا) کا دوست تھا۔ اس نے جا کر اشعث سے کہہ دیا۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع دے دی۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن حریث کوتوال شہر اور محمد بن اشعث کو بھیجا۔ انہوں نے آ کر اس بڑھیا کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مسلم بن عقیل تلوار سونت کر لڑائی کے لیے نکلے۔ محمد بن اشعث نے انھیں امان دے دی۔ اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس گرفتار کر کے لے آئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے انھیں قتل کر دیا۔ اور ہانی (جس نے مسلم بن عقیل کو پناہ دی تھی) کو سولی پہ چڑھا دیا۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کے دونوں بیٹے (محمد اور ابراہیم) بھی قتل کر دیئے۔ اور اسی تاریخ کو

(باقی ص ۵ پر)

بقیہ خطبہ:- (صلا سے آگے)

امام حسینؓ مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

عبداللہ بن عباسؓ کا کوفہ جانے سے امام حسینؓ کو روکنا

آپ کے دوستوں اور رشتہ داروں کو جب اس ارادہ کا علم ہوا۔ تو وہ سخت مضطرب ہوئے۔ (یہ سب لوگ کوفہ والوں کی بے وفائی اور غداری سے واقف تھے۔ اور بنی اُمیہ کے خاندان کے مظالم سے بھی آگاہ تھے۔ سب نے اس سفر کی مخالفت کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ لوگ یہ سُن کر بہت پریشان ہیں۔ کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کیا واقعی آپ کا پختہ ارادہ ہے۔ حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا کہ واقعی عنقریب روانہ ہونے والا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔ کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنے پہلے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے۔ دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے۔ اور ملک پر اپنا تسلّط جما لیا ہے۔ اب آپ کو نظام حکومت کے درست کرنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر بے شک تشریف لے جائیے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان لوگوں کا آپ کو بلانا جنگ کے لئے بلانا ہے مجھے خطرہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دیں۔ اور جب آپ کے دشمن کو طاقتور دیکھیں گے۔ تو پھر اس کے طرفدار ہو کر آپ سے لڑائی کریں گے۔ حضرت امام حسینؓ ان باتوں سے متاثر نہیں ہوئے۔ اور روانگی کے ارادہ پر قائم رہے۔

دوبارہ روکنا

جب حضرت امام حسینؓ بالکل تیار ہو گئے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ دوڑے ہوئے آئے۔ اور منّت و سماجت کہا۔ کہ مجھ سے خاموش نہیں رہا جاتا۔ میں اس سفر میں آپ کی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراقی لوگ بڑے دغاباز ہیں۔ اُن کے قریب بھی نہ جائیے۔ اور یہیں مکہ معظمہ میں قیام کیجئے۔ عراق والے اگر آپ کو بلانا ہی چاہتے ہیں۔ تو انہیں کہیئے کہ پہلے دشمن کو اپنے علاقہ سے نکال دیجئے۔ پھر مجھے بلایئے۔ اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں۔ تو پھر یمن چلے جائیے۔ وہاں کے لوگ آپ کے والد (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے خیرخواہ ہیں۔ وہاں آپ ان دشمنوں کی گرفت سے بھی باہر ہوں گے۔ وہاں خطوں اور قاصدوں کے ذریعہ سے اپنی دعوت پھیلایئے گا۔ آپ اس طرح پر یقیناً کامیاب ہوں گے امام حسینؓ نے فرمایا۔ کہ میں تو عراق کا ارادہ پختہ کر چکا ہوں ابن عباس نے فرمایا۔ کہ اگر آپ نہیں مانتے۔ تو پھر عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیے مجھے خطرہ ہے کہ آپ اُن کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح قتل نہ کر دیئے جائیں جس طرح عثمانؓ بن عفان اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے تھے۔ اتنی باتیں پیش ہونے کے باوجود آپ اپنے ارادہ پر قائم رہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے لوگوں نے آپ کو سمجھایا۔ لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

امام حسینؓ کے چچیرے بھائی کا خط

آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر نے مدینہ منورہ سے خط لکھا۔ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادہ سے باز آ جایئے کیونکہ اس راہ میں آپ کے لیے ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے لیے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں گے۔ تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ اس وقت آپ کا وجود ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہے سفر میں جلدی نہ کیجئے میں آتا ہوں۔

حاکم مدینہ کا خط

عبداللہ بن جعفر نے اس کے علاوہ والی مدینہ منورہ سے بھی خط لکھوایا۔ جس کا مضمون یہ ہے۔

”میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس راستہ سے ہٹا دے جس میں ہلاکت ہے۔ اور اس راستہ کی طرف رہنمائی فرمائے جس میں سلامتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ میں آپ کے لیے شقاق اور اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں۔ میں عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اُن کے ساتھ واپس چلے آیئے۔ میرے پاس آپ کے لیے امن و سلامتی۔ نیکی۔ احسان اور حسن جوار ہے۔ خدا اس پر شاہد ہے۔ وہی اس کا کفیل اور نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام“

اس کے بعد آپ اپنے ارادہ پر پختہ رہے۔

فرزدق شاعر سے ملاقات

جب آپ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو ”صفاح“ نام مقام پر اہل بیت کا مشہور شاعر آپ سے ملا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ تمہارے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے۔ فرزدق نے جواب دیا۔ اُن کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر تلواریں بنی اُمیہ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اب معاملہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے۔ وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر گھڑی کسی نہ کسی حکم فرمائی میں رہتا ہے اگر اس کی مشیّت ہماری خواہش کے مطابق ہو تو اس کی تعریف کریں گے۔ اور اگر اُمید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا۔

مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں کی ضد

زرود نام ایک مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ یزید کے گورنر کوفہ عبیداللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کو اعلانیہ قتل کر دیا ہے۔ اور کوفیوں میں سے کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ امام حسینؓ نے بار بار اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون پڑھا۔ بعض ساتھیوں نے عرض کی۔ اب بھی وقت ہے ہم آپ کے اور آپ کے اہل بیت کے حق میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں خدا کے لئے یہیں سے لوٹ چلیے۔ کوفہ میں آپ کا ایک بھی طرفدار معلوم نہیں ہوتا۔

امام حسینؓ خاموش ہو گئے۔ اور واپسی پر غور کرنے لگے۔ لیکن مسلم بن عقیل کے عزیزوں نے کہا۔ واللہ ہم ہرگز نہ پلٹیں گے۔ اور اپنا انتقام لیں گے۔ یا اپنے بھائی کی طرح مر جائیں گے۔ اس پر آپ نے اپنے ساتھیوں کو نظر اٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔

حُرّ ابن یزید کی ملاقات

قادسیہ سے جونہی آگے بڑھے۔ اور کوفہ سے دو منزل پر جا پہنچے۔ تو حُرّ ابن یزید عبیداللہ ابن زیاد کی طرف سے ایک ہزار ہتھیار بند فوج لے کر آ ملا۔ اور ساتھ ہو لیا۔ اور اس نے امام حسینؓ سے کہا۔ کہ عبیداللہ ابن زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے جُدا نہ ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کو اس کے پاس لے چلوں۔ اور میں خدا کی قسم مجبور ہوں۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ کہ میں خود کوفہ کی طرف نہیں آیا۔ یہاں تک کہ مجھے کوفہ والوں کے بہت سے خطوط پہنچے ہیں۔ اور میرے پاس اُن کے بہت سے قاصد آئے ہیں۔ اور تم کوفہ کے رہنے والے ہو۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو۔ تو میں تمہارے شہر میں جاؤں گا۔ ورنہ لوٹ کر چلا جاؤں گا۔ اس پر حُرّ نے کہا۔ آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔ امام حسینؓ نے عقبیٰ بن سلام کو حکم دیا۔ کہ وہ دونوں تھیلے نکال لائیں۔ جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبیٰ نے تھیلے انڈیل کر خطوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اس پر حُرّ نے کہا۔ لیکن ہم وہ نہیں۔ جنہوں نے یہ خط لکھے تھے۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے۔ کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑیں۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ یہ موت سے پہلے ناممکن ہے پھر آپ نے روانگی کا حکم دیا۔ لیکن مخالفین نے راستہ روک لیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو۔ حُرّ نے جواب دیا۔ میں آپ کو عبیداللہ ابن زیاد کے پاس پہنچانا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔ اس نے کہا۔ واللہ میں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حُرّ نے کہا۔ کہ مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ہے مجھے صرف یہ حکم ملا ہے۔ کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ اسے

منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو۔ نہ مدینہ۔ بات زیادہ لمبی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ امام حسینؓ کوفہ کے راستے سے ہٹ گئے۔

میدانِ کربلا میں قیام

اور میدانِ کربلا میں محرم الحرام ۶۱ھ کو جا اترے۔ جب آپ میدان میں اترے تو اسکا نام دریافت فرمایا معلوم ہوا۔ کہ اس کا نام کربلا ہے تب آپ نے فرمایا۔ هٰذَا مَوْضِعُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ یعنی یہ تکلیف اور ہلاکت کی جگہ ہے۔ یہ مقام پانی سے دور تھا۔ دریا میں اور اس میں ایک پہاڑی حائل تھی۔

عمر بن سعد کی آمد

دوسرے دن عمر ابن سعد ابن ابی وقاص کوفہ والوں کی چار ہزار فوج لے کر آپہنچا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر کو زبردستی بھیجا تھا۔ عمر کی خواہش تھی کہ کسی طرح اس کو امام کا قتل میں نہ آئے۔ اور معاملہ رفع دفع ہو جائے اس نے آتے ہی امام حسینؓ کے پاس قاصد بھیجا۔ اور دریافت کیا۔ آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ جو حر ابن یزید کو دے چکے تھے۔ یعنی تمہارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا۔ اب اگر وہ ناپسند کرتے ہیں۔ تو میں لوٹ کر جانے کو تیار ہوں۔

عبید اللہ ابن زیاد کا بیعت کیلئے اصرار

عمر ابن سعد کو امام ممدوح کے اس جواب سے خوشی ہوئی۔ اور امید بندھی کہ یہ مصیبت ٹل جائیگی۔ اس نے فوراً عبید اللہ ابن زیاد کو خط لکھا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے جواب دیا۔ کہ حسینؓ کو کہو۔ کہ پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید ابن معاویہؓ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے۔ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حسینؓ اور اُن کے ساتھیوں تک پانی نہ پہنچنے پائے وہ پانی کا ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں۔ جس طرح عثمانؓ ابن عفان پانی سے محروم رہے تھے۔ جب امام حسینؓ کے پاس وہ خط آیا۔ آپ نے اسے پڑھا اور پھینک دیا۔ اور قاصد سے فرمایا۔ کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ وہ قاصد لوٹ کر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس جواب نے اس کا غصہ اور بھڑکایا۔ اس نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور فوجیں تیار کیں اور اُن کا سپہ سالار عمر ابن سعد کو بنایا۔ جو رَے کا حاکم تھا۔ اس نے امام حسینؓ کے مقابلے میں لڑنے سے پہلو تہی کی۔ تب عبید اللہ ابن زیاد نے اس سے کہا۔ یا تو لڑنے کو جا۔ یا رَے کی حکومت سے دستبردار ہو جا۔ اور اپنے گھر جا بیٹھ۔ عمر ابن سعد نے رَے کی حکومت کو ترجیح دی اور امام حسینؓ سے لڑائی کے لیے فوجوں سمیت چل نکلا۔ عبید اللہ ابن زیاد ایک ایک سردار کی معیت میں تھوڑا تھوڑا لشکر جمع کر کے بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ عمر ابن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادے جمع ہو گئے۔ اور دریا کے فرات کے کنارے پر جا اترے۔ اور امام حسینؓ اور پانی کے درمیان رکاوٹ کر دی۔ عمر ابن سعد کے لشکر میں زیادہ تر وہی لوگ تھے جنہوں نے امام حسینؓ سے خط و کتابت کی تھی۔ اور اُن سے مسلم بن عقیل کے ذریعہ سے بیعت بھی کر چکے تھے۔ جب امام حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے لشکر کے گرد ایک خندق کھودیں۔ اور ایک ہی دروازہ اس خندق کا رکھا۔ تاکہ اس دروازہ سے نکل کر لڑ سکیں نمازِ عصر کے بعد عمر ابن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت دی۔ جب لشکر قریب پہنچا۔ تو انہوں نے امام حسینؓ کو نرغے میں لے لیا۔ اور لڑائی شروع کر دی۔ امام حسینؓ کے ساتھیوں میں سے ایک ایک کر کے قتل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ اُن کے تقریباً پچاس آدمی قتل ہو گئے۔ اس وقت امام حسینؓ نے چیخ کر فرمایا۔ کیا کوئی خدا واسطے فریاد رس ہے۔ کیا کوئی رسول اللہ کے حرم کو بچانے والا ہے۔ یہ سن کر حُرؓ ابن یزید (جس کا پہلے ذکر آچکا ہے) اپنے گھوڑے پر امام حسینؓ کی طرف آیا۔ اور آکر کہا۔ اے رسولؐ کے بیٹے سب سے پہلے میں ہی تیرے ساتھ لڑنے کے لیے آیا تھا۔ اور اب میں ہی تیری جماعت میں آگیا ہوں۔ تاکہ میں تیری ہی مدد میں قتل کیا جاؤں۔ شاید کہ کل کو تیرے نانا کی شفاعت نصیب ہو۔ اس کے بعد اس نے عمر ابن سعد کے لشکر پر حملہ کیا۔ اور اس وقت تک لڑتا رہا جب تک کہ شہید نہیں کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ اس کا بھائی۔ بیٹا اور غلام بھی شہید ہو گئے۔ پھر اس قدر سخت لڑائی ہوئی۔ کہ امام حسینؓ کے سارے ساتھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد امام موصوف ننگی تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر تنہا مقابلے کے لیے میدان میں آئے اور دشمنوں سے لڑتے رہے۔ اور جو شخص بھی آپ کی طرف آیا۔ اُسے قتل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اُن میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا اور آپ کو اُن زخموں اور تیروں نے چور چور کر ڈالا جو ہر طرف سے آ رہے تھے۔ اس وقت شمر ذی الجوشن اپنی فوج سمیت آگے بڑھا۔ امام حسینؓ اور اُن کے اہلِ بیت کے خیموں کے درمیان آکھڑا ہوا۔ امام حسینؓ نے للکار کر فرمایا۔ اے شیطان کی جماعت میں تم سے لڑتا ہوں۔ تم مستورات کو کیوں چھیڑتے ہو۔ کیونکہ وہ تم سے نہیں لڑتیں۔ تب شمر نے اپنی فوج سے کہا عورتوں سے باز آؤ۔ اور اسی شخص کا مقابلہ کرو۔ پھر سب نے امام حسینؓ پر تیروں اور نیزوں سے حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ امام حسینؓ زمین پر شہید ہو کر گر گئے۔ اور نصر ابن خرشہ آپ کا سر کاٹنے لگا۔ اس سے نہیں کاٹا گیا۔ تو خولی ابن یزید گھوڑے سے اُترا۔ اور اس نے آپ کا سر مبارک کاٹ لیا بعض روایتوں میں ہے۔ کہ شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کم بختو اس کے متعلق اب کیا انتظار کرتے ہو۔ حالانکہ اسے زخموں نے چور کر دیا ہے۔ اس کے اتنے کہنے پر امام حسینؓ پر تیر اور نیزے برسنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک بدبخت کا تیر آپ کے گلے سے پار ہو گیا۔ اور آپ گھوڑے سے گر پڑے۔ اور اسی حالت میں شمر نے آپ کے چہرہ مبارک پر تلوار ماری۔ اور سنان ابن انس نے نیزہ مارا۔ اور خولی ابن یزید آپ کا سر کاٹنے لگا۔ تو اس کے ہاتھ کانپ گئے۔ پھر اس کے بھائی شبل ابن یزید نے آپ کا سر کاٹا۔ پھر یہ لوگ اہلِ بیت کے خیمے میں گئے۔ یہاں سے بارہ لڑکے بنی ہاشم کے شہید کئے اور جتنی عورتیں تھیں۔ ان کو بھی قید کر لیا۔ عمر ابن سعد اور شمر نے لوگوں کو حکم دیا۔ اور ان سنگدلوں نے امام حسینؓ کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے لتاڑا۔ اور آپ کے سرِ مبارک کو بشیر ابن مالک اور خولی ابن یزید کی معیت میں عبید اللہ ابن زیاد کے طرف بھیج دیا۔

واقعہ کربلا کا رنج و الم

ہر کلمہ گو کو خواہ وہ شیعہ ہو یا سُنی۔ اس وحشت ناک اور دردانگیز واقعہ سے بے انتہا رنج و الم ہے کوئی نہیں۔ جو امام حسینؓ کی مظلومیت سے مغموم نہ ہو۔ اور اس کا دل ان مظالم سے مضطرب اور پریشان نہ ہو۔ تقریباً تیرہ سو سال گذرنے کے باوجود اس اندوہ ناک دردانگیز مصیبت خیز پریشان کن۔ دل ہلا دینے والے واقعہ کو بھولنے نہیں پائے شیعہ صاحبان کے علاوہ سُنیوں کی کتابیں بھی اس خونی واقعہ کی یاد تازہ اپنے سینوں میں رکھتی ہیں۔ اور ہر پڑھنے والے کے دل کو ماتم کدہ بنا دیتی ہیں۔

اظہارِ غم کے طریقے میں فرق

اہل سنت والجماعت اِن دردناک واقعات کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھنے کے باوجود ایک بہادر ذی وقار صاحب عزم انسان کی طرح متانت اور سنجیدگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور یزید جیسی طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں امام حسینؓ اس کی قوت ہمت اور ہدایت کی آواز اٹھا کر سنت حسینؓ کی یاد تازہ رکھتے ہیں۔ تاکہ امام حسینؓ کے متبعین اور نام لینے والوں میں روحِ حسینی کے نظارے ہمیشہ طاغوتی طاقتوں کے سامنے نظر آتے ہیں۔ بخلاف شیعہ صاحبان کے کہ وہ اس رنج و الم کا اظہار کرنے کے لیے دامنِ شریعت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ فخرِ دو عالم سید المرسلینؐ کی سنت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اور اظہارِ غم کے لیے رسمِ محرم کے جو طریقے اختیار کرتے ہیں جس میں وہ ساری

چیزیں ناجائز اور بلکہ حرام ہوتی ہیں۔ جن سے مسلمانوں کے عقائد فاسد ہوتے ہیں۔ اخلاق کی تباہی کا موجب بنتی ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اہل سنت والجماعت کے علاوہ مقتدر مقتدایان شیعہ صاحبان بھی عوام الناس کے اس طریق کار کے سخت مخالف ہیں۔ دونوں جماعتوں کے رہنما ان چیزوں کو نہ صحیح سمجھتے ہیں۔ نہ مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ دونوں جماعتوں کے رہنماؤں کے فتاوے ذیل میں درج ہوں گے۔ البتہ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان میں کمزور طبیعت کے رہنما اپنے مفاد دنیا کی خاطر حق کو چھپاتے ہیں۔ اور عوام الناس کے طعن وتشنیع سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ اور مفاد دنیا کی خاطر نتائج اخروی کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اور عوام الناس میں اشاعت حق کرنے سے جی چراتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ

تعزیہ داری کے متعلق علمائے اہلسنت کا فیصلہ

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فتاویٰ عزیزی مطبوعہ مطبع مجتبائی ماہ شوال ۱۳۱۱ھ کے صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہیں کہ:۔ تعزیہ داری جو مبتدعین کرتے ہیں بدعت ہے۔ اور بدعت سیئہ ہے۔ اور بدعت سیئہ مبتدع کو خدا کی لعنت میں گرفتار کر دیتی ہے۔ اور اس کے فرائض اور نوافل بھی درگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتے۔ انتہا ملخصاً۔

اسی فتاویٰ کے صہ۱۳۲ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

س۔ مرثیہ خوانی کی مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے حاضر ہونا اور اس جگہ مرثیہ اور کتاب سننا اور فاتحہ اور درود پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں۔

ج۔ اس مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے جانا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ وہاں کوئی زیارت نہیں ہے۔ جس کے واسطے آدمی جائے۔ اور یہ لکڑیاں تازیہ کی جو بنائی گئی ہیں یہ زیارت کے قابل نہیں۔ بلکہ مٹانے کے قابل ہیں۔ اسی فتاویٰ کے صہ۱۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

س۔ تعزیہ کے تابوت کی زیارت کرنا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور کتاب سننا اور فریاد کرنا اور رونا اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کے ماتم میں اپنے آپ کو زخمی کرنے کا کیا حکم ہے۔

ج۔ یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔

خلاصہ فتاویٰ اہل سنت:۔

مذکورۃ الصدر فتاویٰ سے مندرجہ ذیل چیزیں صاف اور ظاہر ہیں:۔

I تعزیہ بدعت سیئہ ہے۔

II مرثیہ خوانی۔

(III) اور اس مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے جانا بھی ناجائز ہے۔

(IV) اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کا ماتم کرنا اور اپنے آپ کو زخمی کرنا یہ سب چیزیں شرعاً ناجائز ہیں۔

ماتم اور نوحہ کی ممانعت

جہاں تک ماتم کا تعلق دل اور آنکھوں سے ہے ممنوع نہیں۔ مگر جب زبان اور ہاتھ سے اظہار کیا جائے تو حرام ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث سنّی اور شیعہ اور اقوال آئمہ ملاحظہ ہوں۔

پہلی حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ (متفق علیہ) ترجمہ:۔ وہ شخص اسلامی جماعت سے خارج ہے جس نے ماتم میں رخساروں پر ہاتھ مارے۔ گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے سے بین منہ سے نکالے۔

دوسری حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اِنَّهُ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْعَيْنِ وَمِنَ الْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَةِ وَمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَمِنَ اللِّسَانِ فَمِنَ الشَّيْطَانِ ۝ (رواہ احمد مشکوٰۃ صہ۱۴۲)

(ترجمہ) یعنی جو ماتم آنکھ اور دل سے ہو وہ جائز ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو۔ وہ شیطانی فعل ہے۔

تیسری حدیث

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ (مشکوٰۃ شریف) ترجمہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت کی ہے)

نتیجہ

مذکورۃ الصدر احادیث میں جن چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے اور جن کو شیطانی فعل کہا گیا ہے اور جن کاموں کے کرنے پر لعنت نازل ہوتی ہے محرم کے ماتمی جلوسوں میں سب کام کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے جلوسوں میں ہرگز شامل نہ ہوں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

انہی چیزوں کے حرام ہونے پر شیعہ صاحبان کی روایات ملاحظہ ہوں۔

پہلی:۔ ابن بابویہ نے سند معتبر حضرت امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔ کہ جب میں وفات پاؤں تو میری وفات پر اپنے بال نہ نوچنا۔ اور واویلا نہ کرنا۔ اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔

(جلاء العیون صہ۳۰ و فروع کافی جلد دوم صہ۲۲۱)

(دوسری) ملا باقر مجلسی جلاء العیون صہ۸۵ میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ جب ابوبکرؓ نے غسل وکفن وغیرہ کے متعلق اہل بیت کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ:۔ جب فرشتے مجھ پر نماز پڑھ چکیں۔ اس وقت تم فوج در فوج اس گھر میں آنا۔ اور مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا۔ اور سلام کرنا۔ اور مجھے نالہ وفریاد گریہ زاری سے آزار نہ دینا۔ پھر فرمایا۔ اٹھ جاؤ۔ اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس سے اور لوگوں کو مطلع کرو۔

مسلمانوں کا فرض

جب مرثیہ خوانی کی مجلسیں اور ماتمی جلوس خلاف شرع ہیں۔ فقط اہل سنت ہی نہیں بلکہ شیعہ کے رہنمایان مذہبی بھی اُن کے شرعاً مخالف ہیں۔ تو اہل سنت والجماعت کا فرض ہے کہ وہ ان مجالس میں جانے اور جلوس تعزیہ میں شریک ہونے سے پرہیز کریں۔ ورنہ شرکت کے باعث خواہ وہ تماشہ بینی کے طور پر کیوں نہ ہو۔ غضب الٰہی کے مورد اور عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

بالخصوص جبکہ شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین جانشینوں یعنی سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ ابن خطاب کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اُن کو غاصب قرار دیتے ہیں اور اُن کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اور اُن کو کافر کہتے ہیں۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے ہر غیرت مند سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ شیعہ کی مجالس مرثیہ میں شرکت سے پرہیز کرے اور ان کے تعزیوں کے جلوس میں شامل ہونے نہ پائے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی مجالس کی رونق افزائی بجائے خود ایک بہت بڑا گناہ ہے مسلمانوں کا فرض ہے۔ خود اس سے بچیں اور اپنے اہل وعیال کو بچائیں۔ وما علینا الا البلاغ

شیعہ صاحبان کے علما اور رؤسا کا شریک نہ ہونا

اگر ماتمی جلوس ایسے ہی موجب ثواب اور باعث رحمت اور امام حسینؓ کے سچے غم اور بے قراری دل کے صحیح اظہار کا ذریعہ ہیں۔ تو پھر شیعہ صاحبان کے علما اور رؤسا کیوں اس مبارک رسم میں شریک نہیں ہوتے اور کیوں سینہ کوبی سربازار جلوس میں شامل ہو کر نہیں کرتے۔

چنانچہ دارالسلطنت پنجاب لاہور میں ہمیشہ یہی دیکھا جاتا ہے۔ کہ سینہ کوبی کرنے والے صرف نچلے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں۔ یا اس میں چند بازاری عورتیں سیاہ لباس میں ملبوس ہائے حسینؓ۔ ہائے حسینؓ کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور اس جلوس کے ساتھ عام جہال بطور تماشہ بینی کے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور جلوس کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے۔

عبرت:۔ اہل عقل اس تحریر یا سبق سے خود اندازہ

دکھاسکتے ہیں۔ کہ اس میں کہاں تک خیر و برکت آسکتی ہے اور خود شیعہ صاحبان کے ہاں ان کی کیا حقیقت ہے

شیعہ کی تفاسیر سے نوحہ کی ممانعت

شیعہ کی تفسیر عمدۃ البیان جلد سوئم صفحہ ۲۲۴ میں تحریر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالے تین آوازوں کو ناپسند کرتا ہے۔ گدھے کی آواز۔ کتے کی آواز۔ اور نوحہ گر عورت کی آواز۔

شیعہ کی اسی تفسیر کے صفحہ ۳۹۲ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے۔ تو دوسری شرطوں کے علاوہ یہ شرطیں بھی ہوتی تھیں۔ نوحہ نہ کرنا۔ کپڑے نہ پھاڑنا۔ سر کے بال نہ نوچنا۔ اور اپنا منہ نہ نوچنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

سیاہ ماتمی لباس کے خلاف علماء شیعہ کے فتاوے

کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ۔ باب ما یصلی فیہ او" میں تحریر ہے کہ سُئل الصادق عن الصلٰوۃ تلبس السوداء فقال لا تصل فیھا فانھا لباس اھل النار فقال امیر المؤمنین علم و عن لا تلبسوا السواد فانھا لباس فرعون۔

(ترجمہ) امام صادق سے سوال کیا گیا۔ کہ ورنیں سیاہ کپڑے پہن کر نماز پڑھیں۔ فرمایا۔ کہ سیاہ کپڑے پہن کر نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ سیاہ کپڑے دوزخیوں کا لباس ہے۔ اور امیر المومنین نے اصحاب کو سکھلایا۔ کہ سیاہ لباس نہ پہنو۔ کیونکہ سیاہ پوشی فرعون کا لباس ہے۔ (بدر الدجی صہ ۲۴۲)

جامع عباسی پانزدہ بابی جو فقہ مذہب اثنا عشری کی مستند کتاب ہے جس کے مصنف ملاں بہاؤالدین عاملی ہیں۔ اور شیعوں کے مطبع یوسفی دہلی کی مطبوعہ ہے۔ اس کے صہ ۲۱۶/۲۱۷ میں تحریر ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ:-

حق نے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ مومنوں سے کہدے۔ کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں۔ یعنی سیاہ کپڑے۔ فروع کافی جلد ۲ جزو ثانی صہ ۲۰۳ میں بھی سیاہ لباس کو ملبوس ناریاں بتایا گیا ہے۔

(نمایش نوحہ خواں صہ ۲ صہ ۱)

نتیجہ

ان حوالجات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان جو سیاہ لباس پہن کر ماتمی نشان بنلتے ہیں۔ یہ اُن کے اپنے مقتدایان مذہبی کے فیصلے کے بھی سراسر خلاف ہے۔ جب شیعہ کے ہاں بھی یہ چیز حرام ہے تو سُنی مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس قبیح رسم سے بچیں۔ اور اس مضحکہ خیز ظاہرداری کے ماتم سے بچ کر امام حسینؓ کی طرح سچا۔ غیور بہادر اور جان نثار۔ مجاہد۔ اور غازی بننے کی فکر کریں۔

حاصل یہ ہے۔ کہ ہم اہلسنت والجماعت آئمہ اہل بیت کے سچے محب اور پکے خیر خواہ ہیں۔ اُن سے عقیدت ہمارا ایمان ہے۔ اُن کی راحت سے فرحت اور اُن کی تکلیف سے صدمہ ہمارے دلوں کے تاثرات ہیں۔ ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنی سعادت خیال کرتے ہیں۔ غرضیکہ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ سچی محبت اور صحیح عقیدت میں ہم شیعہ صاحبان سے کم نہیں۔ البتہ یہ عرض کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔ کہ عشرہ محرم کی تمام بدعات جو شیعہ میں مروج ہیں جن کی تفصیل اس مضمون میں آچکی ہے۔ ان کے ہم سخت مخالف ہیں۔ سُنی مسلمانوں کو ان سے روکنا ہمارا فرض ہے۔ بلکہ دعا کرتے ہیں۔ کہ جس طرح ہم محبت اور عقیدت میں شیعہ صاحبان سے برابری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالےٰ توفیق دے کہ آئمہ اہل بیت کے نقش قدم پر عملی طور پر چلنے میں سنیوں کے دوش بدوش نظر آئیں۔ سب وشتم۔ طعن وتشنیع۔ تعزیہ۔ نوحہ خوانی ماتمی لباسوں سے باز آئیں۔ حق کے حامی اور باطل کے دشمن نظر آئیں۔ اسلام محمدی کے پیروکار اور بدعات مخترعہ سے مجتنب ہو جائیں۔ آمین یا الہ العالمین

جب شیعہ اور سُنی ایک سٹیج پر آکھڑے ہوں۔ تو اس اتفاق کی برکت سے دیکھئے۔ کہ اسلام کو کس طرح نفع اور عروج حاصل ہو سکتا ہے ؎

این دُعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ماتم اور تعزیہ کی تاریخ

واضح ہو کہ لغت میں تعزیت نام ہے مصیبت زدہ کو تلقین صبر کرنے کا۔ چونکہ کسی کا مرنا بھی اس کے ورثاء کے لیے بظاہر ایک سخت مصیبت اور باعث سخت رنج وغم ہے۔ لہٰذا ان کے تلقین صبر کرنے کو بھی تعزیت کہتے ہیں۔ بلکہ عرفاً غالب اطلاق اسی پر ہونے لگا۔ شرعیت میں بھی اس کے یہی معنی ہیں۔ اور کسی کے مرنے پر صرف تین دن تک تعزیت کرنی جائز ہے۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر تعزیت کنندہ یا میت کے اعزا سفر میں ہوں۔ اور تین روز کے بعد آئیں تو اُن کے لئے مکروہ نہیں ہے۔

جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو۔ اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں تعزیت کے لیے یہ کہنا منقول ہے

اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَکَ وَاَحْسَنَ عَزَاءَکَ وَغَفَرَ لِمَیِّتِکَ۔ یعنی اللہ تعالےٰ تیرا اجر زیادہ کرے اور تجھے اچھا صبر عطا فرمائے۔ اور تیری میت کو بخش دے۔ جس میں نہ رونا ہے۔ نہ پیٹنا۔ نہ چیخنا ہے۔ نہ چلانا

نہ کپڑے پھاڑنا اور نہ گریبان چاک کرنا ہے۔ نہ بال نوچنا۔ اور نہ پسلیاں پھٹانا سینہ کوبی ہے۔ نہ زانو اور رخساروں پر ہاتھ مارنا نہ اجتماع واہتمام اور نہ جزع فزع کی ضرورت ہے۔ نہ میت کے مدح وذم کے بیان کی حاجت۔ جیسا کہ عوام کالانعام میں کسی کے مرنے پر عموماً دیکھا جاتا ہے لیکن یہ سب خرافات اور ناجائز کام آج جس تعزیہ میں ہوتے ہیں۔ وہ محرم کا تعزیہ ہے اور اس مختصر تقریر میں زیر بحث یہی لفظ تعزیہ ہے۔ جس کو لغتاً۔ عرفاً۔ شرعاً کسی طرح بھی تعزیت کہنا صحیح نہیں۔

مذہبًا اس کے عدم جواز کی بحث تو ہم نے اشتہار محرم الحرام اور رسالہ حرمت تعزیہ میں دیکھی جا چکی ہے۔ اس وقت سنیوں کو متنبہ کرنے کے لیے مورخانہ طور پر مجملاً صرف یہ عرض کرنا ہے۔ کہ ہر سال شروع ماہ محرم میں جس تعزیہ کی بدولت بوجہ نادانی وجہالت لاکھوں سُنی عملاً شیعہ ہو جاتے ہیں۔ وہ حقیقت شیعہ اہل سنت کی نہیں بلکہ یزید اور دشمنان آل رسولؐ کی ایجاد ہے۔ اس تعزیہ کی روح امام حسین رضؓ شہید کربلا پر نالہ وماتم اور نوحہ وشیون کرنا ہے۔ اور اس کا جسم روضہ امام حسینؓ واقعہ کربلا کی وہ نقل ہے جو بانس اور کاغذ وغیرہ کا بنا کر تعزیہ یا ضریح ماتم اور مرثیہ کے ساتھ سالانہ محرم میں نکالی جاتی ہے جس کے ساتھ ہمیشہ مختلف مقام پر اور بھی بہت رسمیں ادا کی جاتی ہیں اور آئے دن نئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں۔

ماتم کی تاریخ

یعنی نوحہ وماتم نالہ وشیون پر امام حسین رضؓ کی ابتدا دُنیا میں جس نے سب سے پہلے کی۔ وہ بقول شیعہ یزید ہے جو اُن کے خیال کے مطابق اول درجہ کا دشمن اہل بیت اور قاتل حسینؓ تھا۔ چنانچہ

(۱) ملا باقر مجلسی مجتہد شیعہ لکھتے ہیں کہ جب اہل بیت حسینؓ کا قافلہ کوفہ سے دمشق میں آیا اور دربار یزید میں پیش ہوا۔ تو یزید کی زوجہ ہند دختر عبداللہ ابن عامر بے تاب ہو کر بے پردہ دربار یزید میں چلی آئی۔ یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا۔ اے ہند نوحہ نما وبر حسین کہ فرزند رسول خدا و بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین دراُمراو تعجیل کردہ من راضی بکشتن او نبودم

(جلاء العیون صہ ۵۲۷)

یعنی اے ہند تو فرزند رسول خداؐ اور بزرگ قریش پر نوحہ وزاری کر۔ کہ ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ میں جلدی کی۔ اور میں اُن کے قتل پر راضی نہ تھا۔

(۲) جب اہل بیت حسینؓ یزید کے محل میں داخل ہوئے۔ تو اہل بیت یزید نے زیور اتار کر لباس ماتم پہنا۔ صدائے نوحہ وگریہ بلند کی۔ اور یزید کے گھر میں تین روز برابر ماتم رہا (ایضاً صہ ۵۲۲)

(۳) صاحب خلاصۃ المصائب فرماتے ہیں کہ جب حرم محترم پیش یزید لائے گئے۔ تو کَانَ بِیَدِہٖ مِنْدِیْلٌ نَجْعَلُ یَمْسَحُ دُمُوْعَہٗ فَاَمَرَھُمْ اَنْ یَّجْعَلُوْھُنَّ اِلٰی ھِنْدٍ بِنْتِ عَامِرٍ فَاَدْخَلُوْھُنَّ عِنْدَھَا فَسَمِعَ مَنْ دَخَلَ الْقَصْرَ بُکَاءً وَّنِدَاءً وَّدُوْلاً (صفحہ ۲۹۳)

ترجمہ:- یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے اپنے آنسو پونچھتا تھا پس اس نے حکم دیا کہ اُن کو میرے محل میں ہند بنت عامر کے پاس لے جاؤ جب یہ اُن کے پاس پہنچائی گئیں۔ تو داخل ہونے پر صدائے گریہ و زاری بلند ہوئی۔ جو باہر سنائی دیتی تھی۔

(۴) صاحب ناسخ التواریخ نے صفحہ ۲۰۱ میں اور صاحب نہج البلاغۃ صفحہ ۳۴۲ میں بھی کم و بیش اس ماتم کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ پر نوحہ و ماتم اور نالہ و شیون کا یہ پہلا دن تھا۔ جو بحکم یزید خود اہل بیت یزید نے اہتمام سے کیا پھر جب یزید نے جملہ اہل بیت حسینؓ کو بعزت و حرمت اپنے پاس شام میں رہنے یا مدینہ جانے کا اختیار دیا۔ تو انہوں نے ماتم برپا کرنے کی اجازت چاہی۔ جو دی گئی۔ اور شام میں جس قدر قریش و بنو ہاشم تھے سب شریک ماتم و نوحہ ہوئے تھے۔ یہ گریہ زاری ایک ہفتہ تک جاری رہی۔ اس کے بعد یزید نے باکرام تمام ان کو جانب مدینہ روانہ کیا۔ (جلاء العیون صفحہ ۵۴۳) (ناسخ صفحہ ۳۲۵)

(۵) شام میں یہ دوسرا ماتم تھا۔ جو امام حسینؓ پر باجازت یزید بڑا اہتمام سے ہوا۔ یزید کے بعد دوسرا شخص مختار ثقفی شیعہ تھا۔ جس نے کوفہ میں سب سے پہلے خاص عاشورہ محرم کے لیے اس رسم بد کی بنا ڈالی۔ بلکہ اور اضافہ کیا۔ یہ شخص شیعہ بھی تھا۔ اور دشمن اہل بیت بھی جس کا مفصل ثبوت میرے رسالہ قاتلان حسینؓ میں دیکھنا چاہیے۔ اس دشمن آل رسول نے قبولیت عامہ حاصل کرنے کے لیے اعلانیہ کوفہ میں رسم ماتم عاشورہ ایجاد کر کے جاری کیا۔ اور بنام تابوت سکینہ جناب امیرؓ کی کرسی کی پرستش شروع کی۔ حالانکہ وہ کرسی جناب امیرؓ کی نہ تھی۔ بلکہ طفیل بن جعدہ نے بلا اجازت کسی روغن فروش کی دوکان سے اٹھا کر اسی کام کے لئے اسے لادی تھی (ہدیہ مجیبیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۲۲)

(۶) علامہ شہرستانی بھی لکھتے ہیں کہ وہ ایک پرانی کرسی تھی۔ جس پر مختار نے ریشمی رومال چڑھا کر اور خوب آراستہ کر کے ظاہر کیا ہے کہ یہ حضرت کے توشہ خانہ میں سے ہے جب کسی دشمن سے جنگ کرتا۔ تو اس کو صف اول میں رکھ کر اہل لشکر سے کہتا۔ بڑھو۔ قتل کرو۔ فتح و نصرت تمہارے شامل حال ہے۔ یہ تابوت سکینہ تمہارے درمیان مثل تابوت بنی اسرائیل ہے۔ اس میں سکینہ ہے۔ اور ملائکہ ہماری مدد کے لیے نازل ہو رہے ہیں۔ وغیرہ (الملل والنحل مصری صفحہ ۱۴۸)

(۷) تیسرا شخص معز الدولہ شیعہ ہے جس نے اٹھارویں ذی الحجہ کو عید غدیر منانے کا حکم دیا۔ پھر اس کے بعد عاشورہ کے دن حکم دیا۔ کہ لوگ غم حسینؓ میں دکانیں بند کر دیں۔ ہڑتال کریں۔ خرید و فروخت سے باز رہیں سوگ کے کپڑے پہنیں۔ زور سے واویلا کریں۔ عورتیں بال کھولیں۔ منہ پر طمانچے ماریں۔ لوگوں نے اس کی تعمیل کی۔ اور اہل سنت اس کی مخالفت پر قادر نہ تھے کیونکہ شیعوں کا غلبہ تھا۔ جب ہجری ۳۵۳ میں پھر ایسا ہی ہوا۔ تو اس پر شیعہ اور سنی میں بڑا فساد ہوا۔ اور بہت لوٹ مار تک نوبت پہنچی (تاریخ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۴۲۵ و تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۲۷۵)

(۸) کامل ابن اثیر جلد ۸ میں بھی ہے کہ دس محرم ۳۵۲ھ کو معز الدولہ نے عام حکم دیا کہ دوکانیں بند ہو جائیں۔ بازار اور خرید و فروخت کا کام روک دیا جائے۔ لوگ نوحہ کریں۔ کمبل کا لباس پہنیں۔ عورتیں پراگندہ مو اور گریبان چاک دوہتڑ مارتی ہوئی شہر کا چکر لگائیں صفحہ ۱۹۷

(۹) آنریبل سید امیر علی صاحب سپرٹ آف اسلام انگریزی میں لکھتے ہیں۔ بیادگار شہادت امام حسینؓ اور دیگر شہیدان کربلا یوم عاشورہ کو ماتم کا دن مقرر کیا ہے (صفحہ ۴۶)

ایک اور شیعہ رقمطراز ہیں کہ

(۱۰) معز الدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا۔ جس نے یوم عاشورہ بازار بند کرا دیئے نانبائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کر دی۔ عورتیں سر کھولے ہوئے راستوں پر نکلیں۔ اور ماتم حسینؓ کیا۔ ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیر منائی وغیرہ (دیکھو تلخیص مرثیہ کربلا صفحہ ۷۹)

رسم ماتم عاشورہ کی یہ مختصر داستان ہے جو بحکم یزید اسی کے گھر سے شروع ہوئی۔ مختار اور معز الدولہ نے ترقی دی۔ پھر شیعوں نے اس پر خوب مذہبی رنگ چڑھایا۔ اب عشرہ محرم میں گھر گھر اسی کا جلوہ ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

رسم ماتم بنا یزید نمود
ہر کہ آمد بر آں مزید نمود

تعزیہ

جو مختلف قطع وضع اور رنگ برنگ کے بنتے ہیں۔ مشہور یہ کیا گیا ہے کہ روضہ امام حسینؓ کی نقل ہے۔ عراق کا تو حال معلوم نہیں ہندوستان میں ہر سال عشرہ محرم میں بڑے تزک و احتشام اور دھوم سے نکالا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عہد تیمور میں اس کی ابتداء یوں ہوئی۔ کہ بعض شیعہ بیگمات شیعہ وزراء۔ شیعہ امراء۔ ایرانی الاصل اور شیعہ اہل لشکر ہند میں قیام اور سلطنت و جنگ کے انتظام وغیرہ کے باعث ہر سال کربلائے معلی نہیں جا سکتے تھے۔ جنہوں نے حسب عقیدہ شیعہ بغرض حصول ثواب روضہ امام حسین کی نقل منگوا کر بجائے کربلا کے اس کی زیارت کرنا شروع کی۔ پھر جب شاہان اودھ کے دور میں تشیع نے زور پکڑا۔ تو نقل روضہ امام اور ذوالجناح اور قاسم کی مہندی وغیرہ کا بھی رواج بڑھا۔ اس نے کم و بیش جلد یہ صورت اختیار کر لی۔ جو اب مروج ہے۔ چنانچہ تلخیص مرثیہ کربلا کے شیعہ مصنف بھی فرماتے ہیں۔ کہ جوہری صاحب طوفان البکا نے امیر تیمور کا عراق میں آنا اور زیارت کربلا و نجف اشرف کرنا اور پیادہ چلنا۔ اور وزراء کا پیادہ روی سے منع کرنا۔ اور اس کا قرآن میں فال دیکھنا۔ اور آیۃ فاخلع نعلیک کا نکلنا۔ اور تبرکات لانا اور اتفاق تعزیہ داری موسوماً ہندوستان میں مفصل لکھا ہے۔ اور سب جانتے ہیں (صفحہ ۸۵) حالانکہ اس نقل روضہ امام تعزیہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ حاصل روضہ امام بھی ...... غیر معتبر ہے۔ اور پھر تعزیہ جس کی تاریخ امیر تیمور کے دور سے آگے نہیں چلتی بدعت تیموریہ نہیں۔ تو اور کیا ہے ہمیں مسلمانوں کو عقل و ہوش سے کام لینا چاہیے۔ اور اس قسم کی تمام بدعات سے مجتنب رہنا چاہیے۔

خدام الدین لاہور ۲ ۹ ستمبر ۱۹۵۵ء

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ
۲ ستمبر ۱۹۵۵ء

حق پرستوں کا مصیبتوں میں مبتلا ہونا ضروری ہے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد شیرانوالہ لاہور)

عَنْ سَعْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسْبِ دِيْنِهٖ فَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاءُهٗ وَ اِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ رِقَّةٌ هُوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذَالِكَ حَتّٰى يَمْشِيَ عَلَى الْاَرْضِ مَالَهٗ ذَنْبٌ (الحدیث)

(رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ:- سعدؓ سے روایت ہے۔ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ لوگوں میں سے سب سے زیادہ مصیبت میں کون مبتلا ہوتا ہے آپ نے فرمایا۔ انبیاء پھر جو شخص ان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو۔ پھر جو شخص ان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو۔ ہر شخص پر اس کے دین کے لحاظ سے مصیبت آتی ہے۔ اگر وہ اپنے دین میں بڑا سخت ہے۔ اس کی مصیبت بھی سخت ہوگی۔ اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہے۔ اس پر مصیبت بھی اتنی سخت نہیں ہوگی۔ وہ دیندار اسی حالت میں رہے گا یہاں تک کہ وہ زمین پر چلے گا۔ اور اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اس جہاں میں ہر دیندار پر مصیبتوں کا آنا لازمی چیز ہے۔ اور مصیبتیں بھی دیندار کی دینداری کے درجہ کے لحاظ سے آئیں گی۔ سب سے زیادہ انبیاء علیہم السلام پر۔ پھر جوں جوں کوئی شخص ان سے مرتبہ میں زیادہ قریب ہوگا۔ اسی قدر مصیبتوں کا نشانہ بنے گا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَ لَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَّيَوْمٍ وَمَا لِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُّوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:- انسؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اللہ کے معاملہ میں ایسا ڈرایا گیا ہے۔ جو کسی کو ایسا نہیں ڈرایا گیا۔ اور البتہ تحقیق مجھے اللہ کے معاملہ میں ایسا ایذا پہنچایا گیا ہے جو کسی ایک کو نہیں پہنچایا گیا۔ اور مجھ پر تیس دن اور رات ایسے گذرے ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے کھانے کے لئے کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ جسے جاندار کھا سکے۔ سوائے اس چیز کے جو بلالؓ کی بغل اسے چھپائے ہوئے تھی۔

حاصل

یہ نکلا کہ جس مقدس ہستی کی نظیر اللہ تعالےٰ کی مخلوقات میں نہ زمین میں ہے۔ نہ آسمان میں۔ اور جو ہر گناہ سے پاک ہے۔ اسے محض دین الٰہی کی اشاعت کے باعث یہ تکلیفیں پہنچی ہیں۔

دو سلسلے اور دو گروہ

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دو سلسلے چلائے ہوئے ہیں۔ انہیں مختلف عنوانوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً توحید و شرک۔ ایمان و کفر۔ سنت و بدعت۔ خیر و شر۔ حق و باطل۔ نجات و ہلاکت علیٰ ہذا القیاس۔ ان دونوں سلسلوں کی بناء پر آدمیوں کی بھی دو قسمیں ہو گئی ہیں۔ ایک گروہ ایک راستہ پر چلنے والا ہے۔ اور دوسرا دوسرے راستہ پر چلنے والا ہے۔

چونکہ ان دو سلسلوں میں ٹکر تھی اس لیے دونوں سلسلوں پر چلنے والے انسانوں میں بھی ایک دوسرے سے ٹکرانا لازمی چیز ہے۔ چنانچہ جب سے انسان کا وجود دنیا میں آیا ہے اسی وقت سے یہ تصادم اور یہ ٹکر بھی چلی آ رہی ہے۔ باطل پرست ہمیشہ یہی چاہتے رہے کہ حق پرستوں کا وجود صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ تاکہ ہمارے خلاف کوئی آواز دنیا کے گنبد سے سننے میں نہ آئے۔ اور حق پرست ہمیشہ یہ چاہتے رہے کہ زمین کی سطح سے باطل کا نام و نشان بھی مٹا دیا جائے تاکہ فقط اللہ جل شانہٗ کا نام دنیا میں بلند ہو۔ ہر شخص کے دل میں وہی سما جائے۔ ہر شخص کی زبان سے اسی کا ورد سننے میں آئے۔ ہر گھر سے اسی کے ذکر کی آواز سنائی دے۔ ہر خاندان ہر قبیلے بلکہ ہر ملک کے اندر اسی پاک ذات کے تذکرے سننے میں آئیں۔ اسی کی رحمتوں کے شکریے ادا کئے جائیں۔

نتیجہ

ذکر الصدر ٹکر کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ حق پرستوں کی عمریں اسی ٹکراؤ ہی میں گذریں گی۔ یہ ختم ہو جائیں گے مگر سطح دنیا پر حق و باطل کی فوجیں ایک دوسرے سے ویسے ہی دست بگریباں شدہ نظر آئیں گی۔ حاصل یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حق پرست بندے عمر بھر مصیبت میں مبتلا رہیں گے۔ چونکہ ان کی سب مصیبتیں دیندار ہونے کے لحاظ سے تھیں۔ اللہ تعالےٰ کے اصلی سچے اور کھرے دین پر عمل کرنے کے لحاظ سے تھیں۔ اس لیے اللہ تعالےٰ کے یہ مخلص بندے جب مریں گے۔ تو اللہ تعالےٰ انہیں اپنی رحمت سے سرفراز فرمائیں گے۔ ان کی قبروں کو بہشت کا باغ بنائیں گے۔ تب سمجھیں گے کہ الحمد للہ ہم نے اچھا کیا کہ بے دینوں کی طعن و تشنیع برداشت کی۔ اور آج یہ صلہ پایا۔

ٹکر کی ایک مثال

برادران اسلام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری امت میں بہتر (۷۲) فرقے گمراہ ہوں گے۔ فقط ایک فرقہ حق پر ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ جو لوگ میرے اور میرے صحابہ کرامؓ کے طریقہ پر ہوں گے۔ فقط وہ حق پر ہوں گے۔ اب مسلمانوں میں دو قسم کے آدمی ہیں۔ ایک وہ جو خلاف شرع رسمیں نہیں کرتے۔ جن کی تعداد کم ہے۔ دوسرے وہ جو خلاف شرع رسمیں دل کھول کر کرتے ہیں۔ جن کی تعداد زیادہ ہے۔ اور وہ در اصل کفار کی رسمیں ہیں۔ جو بے دین لوگوں نے اپنائی ہوئی ہیں۔ مثلاً شادی کے موقعہ پر تیل کی رسم۔ مہندی کی رسم دولہا کا گھوڑی پر چڑھ کر سسرال کے گھر آنا۔ سر پر سہرا باندھنا۔ سر بالا کا دولہا کے پیچھے گھوڑی پر بیٹھنا۔ دولہا کے اور سر بالا کے سر پر ایک بچے سرخ کوٹے والا دوپٹہ ڈلوانا۔ برات کے ساتھ باجے کا ہونا۔ اب ایک شخص ان خلاف شرع رسموں کو نہیں کرتا۔ اسے بے دین طبقہ "وہابی" کے نام سے پکارتا ہے۔ اس کے بیٹوں کو "وہابڑے" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی بیوی اور اس کی بیٹیوں کو "وہابنیاں" کے نام سے پکارا جاتا ہے اس حق پرست متبع شریعت کے سارے گھرانے کو یہ بے دین طبقہ ہر مجلس میں خواہ مردوں کی ہو یا عورتوں کی ہو۔ ان کو ذلیل کرتے ہیں۔ اور وہ بیچارے اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے خیال سے ان کے طعنوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں۔ اور اس ذلت آمیز سلوک پر (باقی صفحہ پر)

بقیہ خطبہ :- (صلا سے آگے)

ان کی عمریں گزر جاتی ہیں۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ حق پرست متبع شریعت۔ رضاء الٰہی حاصل کرنے کے لیے ساری عمر کی ذلت برداشت کرنے والے جب مر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی قبروں کو بہشت کا باغ بنا دے گا۔

ایک لطیفہ

ایک واقعہ مشہور ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو طعنہ کے طور پر کہا۔ کہ "تیرے منہ وچ سور دتا" دوسرے نے کہا "تیرے مونہہ وچ وہابی دتا" پہلے شخص نے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ وہابی کیا ہوتا ہے۔ اس نے کہا "سو سوراں دا اک وہابی" آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ پنجابیوں کی اصطلاح میں وہابی کتنا ذلیل ہے۔ یہ لقب بے دین طبقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو زندہ رکھنے والوں کو دیتا ہے۔

خود ساختہ دینی رسمیں

گزشتہ سطور میں چند رسموں کا ذکر کر چکا ہوں۔ جن میں سے کوئی بھی اسلامی نہیں ہے۔ حالانکہ آجکل کے عوام مسلمان انھیں بھی دین ہی خیال کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے نہ کرنے والوں کو بھی وہابی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی طرح چند رسمیں بطور دین کے ادا کی جاتی ہیں۔ اور ان کے نہ کرنے والوں کو بھی وہابی (یعنی اسلام کا دشمن) کے نام سے پکارا جاتا ہے حالانکہ ان رسموں کا کھوج نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ملتا ہے۔ اور نہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے اور نہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ مثلاً مزارات اولیائے کرام پر طبلے بجانا۔ عرس کے موقعہ پر بازاری گانے والی عورتوں کا مزارات اولیائے کرام کی پائنتی کی طرف اگر دو زانو ہو کر بیٹھ جانا۔ اور گانا گانا۔ اور ان کے پیچھے بڑے بڑے مشائخ کا بیٹھ جانا۔ گویا اولیائے کرام کی قبروں پر بازاری عورتوں کے گانے سے ان کی ارواح کا خوش ہونا ہے جو شخص ان رسوم میں شریک ہے یعنی ان کی مخالفت کرے۔ خواہ وہ اسلام کے پانچوں ارکان (کلمہ توحید کا اقرار۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ) کا پابند ہو۔ وہ وہابی ہے۔ یعنی اسلام سے خارج ہے۔

چیلنج

الحمد للہ کہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں۔ کتاب و سنت کے بعد ان کے فیصلے کو اپنے لیے حجت مانتا ہوں۔ لہٰذا حنفی کہلانے والے حضرات علماء کرام کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر مذکورۃ الصدر رسموں کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت کر دیں تو پھر ان کی مخالفت چھوڑ دوں گا۔ اور اگر ثابت نہ کر سکیں۔ تو پھر ان حضرات کو چاہئے کہ غیروں کی نظروں میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توہین نہ کرائیں۔ بلکہ ان کا دامن ان بدعات سے بری کرنے کی کوشش کریں۔

قادری بھائیوں کو چیلنج

الحمد للہ نقشبندی چشتی۔ سہروردی قادری چاروں طریقوں کے بزرگوں کی دل سے عزت کرتا ہوں۔ اور حسن اتفاق کہ خود قادری طریقہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں قادری بھائیوں کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ گزشتہ سطور میں جو خلاف شرع رسمیں ذکر کی گئی ہیں۔ اور جن کے نہ کرنے والوں کو وہابی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیا ان رسموں کو آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ سے ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ واقعی وہ ان رسموں کے عامل تھے۔ ثبوت کی یہ صورت ہوگی۔ کہ آپ ان کی اپنی کسی کتاب کا حوالہ دیں جسے آپ فن تنقید روایت کے لحاظ سے ثابت کر دکھائیں کہ یہ چیز ان سے منقول ہے۔ اور اس روایت کے راوی ثقہ بھی ہوں اور سند میں کہیں انقطاع بھی نہ ہو۔ اور کوئی راوی مبتدع اور متہم بالکذب بھی نہ ہو۔

حضور کا دامن پاک ہے

مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامل یقین ہے کہ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن ان بدعات سے یقیناً پاک ہے۔ میرے معزز قادری بھائیو! اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس مقدس ہستی کا سا متبع سنت بنائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

حق پرستوں کے دشمن

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے جو لوگ حق پرست ہیں۔ جن کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی کتاب اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا ہے۔ ان کے دشمن دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ بدعتی طبقہ جس کا ذکر اوپر بالتفصیل آ چکا ہے اور دوسرا

یورپین ازم کا دلدادہ نوجوان

حق پرست علمائے کرام مسند نشین خیر الانام علی صاحبہا الصلوٰۃ ہیں۔ جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام دنیا داروں سرمایہ داروں۔ خواہشات نفسانی کے بندوں۔ بد اخلاقوں۔ بد دیانتوں۔ شرک و بت پرستی میں مبتلا ہونے والوں کو ہر معاملہ میں ٹوکتے تھے۔ اسی سبب سے وہ بد مزاج۔ دنیا کے نشہ میں مخمور طبقہ ان مبارک اور پاک ہستیوں کا دشمن ہو جاتا تھا۔ اسی طرح آج یورپین ازم کے دلدادگان کو علماء کرام کا حق پرست طبقہ ان کی برائیوں اور بد اخلاقیوں پر سختی سے جرح کرتا ہے۔ کہ زنا نہ کرو۔ شراب نہ پیو۔ ڈانس نہ کرو۔ سینما میں نہ جاؤ۔ ڈاڑھی نہ منڈاؤ۔ پیشاب کر کے ڈھیلے سے یا پانی سے استنجا ضرور کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ بے دین طبقہ بجائے اس کے کہ ان علمبرداروں کو بدنام کرتا ہے کہ مولوی بڑے بے ایمان ہیں۔ انہیں کوئی عقل نہیں ہے۔ انہیں کوئی سلیقہ نہیں آتا۔

حق پرست علماء کرام کو صبر کی تلقین

قولہ تعالیٰ :-

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ

(سورۃ البقرہ رکوع ۲۶- پارہ ۲)

ترجمہ :- کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ نہیں ہے۔ (حالات) پیش نہیں آئے۔ جو ان لوگوں کو پیش آئے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور ہلا دئیے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ بول اٹھے۔ کہ اللہ کی مدد کب ہوگی۔ سنو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

قیامت کے دن کا نقشہ

حق پرست علماء کرام کی آواز کو تسلیم نہ کرنے بلکہ ان کی توہین۔ تذلیل اور تکذیب کرنے والوں کا قیامت کے دن یہ حال ہوگا۔

قولہ تعالیٰ :-

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ○ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ○ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ○ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ○ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ○ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ○

(سورۃ المومنون رکوع ۶ پارہ ۱۸)

(ترجمہ دیکھیو صفحہ ۱ کالم ۲)

خدام الدین لاہور — ۲ — ۱۶ ستمبر ۱۹۵۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۵۵ء

قیامت کے دن کا مختصر نقشہ
اور
امتحانی سوالات

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

(۱) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝
(سورۃ الشعراء رکوع ۵ پارہ ۱۹)

ترجمہ:- جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دیں گے مگر جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا ہے۔

(۲) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ
(سورۃ المؤمن رکوع ۶ پارہ ۲۴)

ترجمہ:- جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کچھ بھی نفع نہ دے گا۔ اور ان پر پھٹکار پڑے گی۔ اور ان کے لیے برا گھر ہوگا۔

(۳) وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ط سَوَآءٌ عَلَيْنَآ أَجَزِعْنَآ أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝
(سورہ ابراہیم رکوع ۳ پارہ ۱۳)

ترجمہ:- اور سب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ تب کمزور متکبروں سے کہیں گے ہم تو تمہارے تابع تھے۔ سو ہمیں اللہ کے عذاب سے کچھ بچاؤ گے۔ وہ کہیں گے۔ اگر ہمیں اللہ ہدایت کرتا تو ہم تمہیں ہدایت کرتے۔ اب ہمارے لیے برابر ہے کہ ہم چیخیں۔ چلائیں۔ یا صبر کریں۔ ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

(۴) اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورہ یٰسین رکوع ۴ پارہ ۲۳)

ترجمہ:- آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ہمارے ساتھ ان کے ہاتھ بولیں گے۔ اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے۔ اس پر جو وہ کیا کرتے تھے۔

(۵) فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
(سورہ یٰسین رکوع ۴ پارہ ۲۳)

ترجمہ:- پھر اس دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور تم اسی کا بدلہ پاؤ گے۔ جو کیا کرتے تھے

(۶) وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ط وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ إِلَّآ أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ج فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا أَنْفُسَكُمْ ط مَآ أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ط إِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ أَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ط إِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ (سورہ ابراہیم رکوع ۴ پارہ ۱۳)

ترجمہ:- اور جب (قیامت کے دن) فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔ اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا۔ پھر میں نے وعدہ خلافی کی۔ اور میرا تم پر اس کے سوا کوئی زور نہ تھا۔ کہ میں نے تمہیں بلایا۔ پھر تم نے میری بات کو مان لیا۔ پھر مجھے الزام نہ دو اور اپنے آپ کو الزام دو۔ نہ میں تمہارا فریاد رس ہوں اور نہ تم میرے فریاد رس ہو۔ میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں۔ کہ تم اس سے پہلے مجھے شریک بناتے تھے۔ بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(۷) قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ط لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (سورۃ المائدۃ رکوع ۱۶ پارہ ۷)

ترجمہ:- اللہ فرمائے گا۔ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا۔ ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ ان سے اللہ راضی ہوا۔ اور وہ اس سے راضی ہوئے یہی بڑی کامیابی ہے۔

(۸) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ أَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ج لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط وَنُوْدُوْٓا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۃ الاعراف رکوع ۵ پارہ ۸)

ترجمہ:- اور وہ کہیں گے۔ کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا۔ اور ہم راہ نہ پاتے۔ اگر اللہ ہماری راہ نمائی نہ فرماتا۔ بے شک ہمارے رب کے رسول سچی بات لائے تھے۔ اور آواز آئے گی۔ کہ یہ جنت ہے تم اپنے اعمال کے بدلے میں اس کے وارث ہو گئے ہو۔

(۹) إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۝ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا فٰكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۝
(سورہ یٰسین رکوع ۴ پارہ ۲۳)

ترجمہ:- بے شک بہشتی اس دن مزہ سے دل بہلا رہے ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے لیے وہاں میوہ ہوگا اور انہیں ملے گا جو وہ مانگیں گے۔

کام آنے والے کاموں میں ایمان شرط ہے

قیامت کے دن فقط وہی اعمال کام آئیں گے جن کی بنیاد ایمان پر ہوگی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
(سورۃ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴)

ترجمہ:- جس نے نیک کام کیا۔ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے۔ تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے۔ اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے۔ ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام پاکستان اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ کوئی مرد یا عورت نیک کام کی عادت رکھے بشرطیکہ وہ کام صورۃً نہیں حقیقۃً نیک ہوں یعنی ایمان اور معرفت صحیحہ کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اس کو ضرور پاک ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے مثلاً دنیا میں حلال روزی قناعت و فراغت قلبی۔ سکون و طمانیت۔ ذکر اللہ کی لذت۔ حب الٰہی کا مزہ (باقی ص ۱۸ پر)

بقیہ خطبہ (صلا سے آگے)

(صلا سے آگے)

ادائے فرضِ عبودیت کی خوشی کامیاب مستقبل کا تصور، تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کا ذائقہ چکھ کر ایک عارف نے کہا تھا۔

؎ چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

سچ ہے۔ اهل اللیل فی لیلهم الذ من اهل اللهو فی لهوهم

کافر کے اعمال میں کوئی وزن نہیں ہوگا

قولہ تعالیٰ:۔
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝
(سورۃ الکہف رکوع ۱۲ پارہ ۱۶)

ترجمہ:۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا اور اس کے روبرو جانے کا انکار کیا ہے۔ پھر ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ پھر ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ چونکہ کافر میں ایمان نہیں تھا۔ اس لیے اس کے اعمال کا کوئی وزن بھی نہیں ہوگا۔ نہ اسے کوئی اجر ملے گا۔

اپیل

برادران اسلام سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ اپنے ایمان کو درست کر لیں۔ ایمان کا مطلب بھی سیکھنے سے آتا ہے۔ "اے اللہ تیرا اور تیرے رسول کا ہر فرمان دل سے مانتا ہوں"، بس اسی ایک فقرے پر دل سے مہر تصدیق لگانے سے بفضلہ تعالیٰ دل میں نورِ ایمان آجاتا ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر کلمہ گو مرد و زن کو نورِ ایمان عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

قیامت کے دن کے امتحانی سوالات

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ

ترجمہ:۔ ابن مسعود سے روایت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ قیامت کے دن انسان کے قدم نہیں ہٹیں گے (یعنی وہ کھڑا رہے گا) یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے۔ (یعنی پانچ سوالوں کا انسان سے جواب لیا جائے گا۔)

۱۔ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ

(پہلا سوال) عمر کے متعلق ہوگا۔ کہ عمر کس کام میں صرف کی تھی۔

ایک صحیح باقی سب غلط

مثلاً کوئی کہے گا میرا مقصد یہ تھا کہ سب سے بڑا لیڈر بن جاؤں۔ کوئی کہے گا کہ سب سے بڑا تاجر بن جاؤں۔ کوئی کہے گا۔ کہ اپنے محکمہ کے سب سے اعلیٰ عہدہ پر پہنچ جاؤں۔ کوئی کہے گا کہ وزیر بن جاؤں۔ کوئی کہے گا وزیر اعظم بن جاؤں۔ کوئی کہے گا۔ کہ بادشاہ بن جاؤں علیٰ ہذا القیاس سینکڑوں بلکہ ہزاروں بلکہ لاکھوں مقاصدِ حیات تجویز ہو سکتے ہیں۔ مگر سوال خداوندی کے مقابلہ میں یہ سب جوابات غلط ہوں گے۔ صحیح جواب فقط ایک ہوگا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ میری زندگی کا اصلی مقصد فقط تیری بندگی تھا۔ چنانچہ میں نے تیرے تجویز کردہ نظام الاوقات زندگی یعنی قرآن مجید کو اپنایا۔ اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تیرے قرآن کے مطابق تیرے بھیجے ہوئے رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے لیے نمونہ بنایا۔ باقی جتنے کام میں نے کیے۔ وہ مجبوراً کیے مثلاً کسب معاش کے لیے تجارت کی یا زراعت ملازمت کی یا دستکاری وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ

دوسرا سوال یہ ہوگا۔ کہ جوانی کس کام میں صرف کی تھی۔ اس کا بھی ایک جواب صحیح ہوگا۔ باقی سب غلط۔ مثلاً میں جوانی میں فٹ بال کا بہترین کھلاڑی تھا۔ یا ہاکی کا بہترین کھلاڑی تھا۔ یا گتکہ بازی میں سب سے نمبر اول تھا۔ یا مشہور ترین ڈاکٹر تھا۔ یا قابل ترین انجینئر تھا۔ یا اعلیٰ درجہ کا سیاست داں مانا جاتا تھا۔ یا بہت بڑا کامیاب بیرسٹر تھا۔ وغیرہ وغیرہ سب جوابات غلط ہوں گے۔ فقط ایک جواب صحیح ہوگا کہ اے اللہ میرے نامہ اعمال میں دیکھ لے۔ جتنی ہمت اور چستی سے میں نے تیری بندگی کا حق جوانی میں ادا کیا تھا۔ اتنا نہ بچپن میں ادا کیا۔ نہ بڑھاپے میں ادا ہو سکا۔

۳۔ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ

تیسرا سوال یہ ہوگا۔ کہ مال کس ذریعہ سے حاصل کیا کرتا تھا (کہ وہ ذریعہ حلال کا تھا یا حرام کا) اس سوال کا فقط ایک ہی جواب صحیح ہو سکتا ہے۔ اے اللہ میں نے فقط اس ذریعہ سے روپیہ کمایا جس میں تو راضی تھا۔ تیری مرضی کے خلاف کوئی ذریعہ اختیار نہیں کیا۔ مثلاً چوری۔ ڈاکہ زنی۔ فریب کاری۔ دھوکہ بازی۔ رشوت خوری۔ خلاف قانون سرکاری مثلاً بلیک وغیرہ وغیرہ۔

۴۔ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ

چوتھا سوال یہ ہوگا۔ کہ کس جگہ صرف کرتے تھے یعنی روپیہ کمانے کے بعد خرچ کہاں کرتے تھے۔ اس سوال کا بھی فقط ایک جواب صحیح ہوگا۔ باقی سب غلط۔ صحیح جواب فقط یہ ہوگا۔ کہ اے اللہ تیری اجازت لے کر خرچ کرتا تھا۔ یعنی جہاں تیری شریعت اجازت دیتی تھی۔ وہ صرف کرتا تھا۔ ورنہ نہیں۔ مثلاً بچے کے بیاہ پر تیری شریعت نے باجے بجانے سے منع کیا۔ تیل۔ مہندی۔ گانا۔ گھوڑی۔ سہرا۔ آتشبازی سے منع کیا۔ میں نے ایک پیسہ وہاں خرچ نہیں کیا۔

۵۔ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ

اور رہبری شریعت کا) جو علم پہنچا تھا۔ اس کے متعلق کیا عمل کرکے آئے ہو؟ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس سوال کا صحیح جواب فقط یہی ہو سکتا ہے کہ اے اللہ اپنی طاقت کے مطابق تیرے احکام کی تعمیل کرکے آیا ہوں۔ اس کے علاوہ باقی سب عذر نامنظور ہوں گے۔ کہ اے اللہ دکانداری کے باعث عمل نہیں کرسکا۔ یا اے اللہ کاشتکاری کی مصروفیت کے باعث عمل نہیں کرسکا۔ یا عورت کہے گی۔ کہ اے اللہ بچوں کی پرورش کرنے کے باعث عمل نہیں کرسکی۔ وغیرہ وغیرہ۔

تبلیغ کا فائدہ

علماء دین اپنے مدرسوں یا مساجد کے منبروں سے مسلمانوں کو جو پیغام حق پہنچا رہے ہیں۔ اس کا کم از کم یہ ضرور فائدہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ سوال نہ کرسکیں گے کہ تمہیں ہماری طرف سے جو علم پہنچا تھا اس کے مطابق کیا عمل کرکے آئے ہو۔ لہٰذا مسلمانوں کا فائدہ اور بھلا اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب انہیں درس قرآن میں یا جمعہ کے دن مسجد میں آنے کی توفیق دے۔ تو خطیب سے جو کلمۂ حق سنیں۔ اسے دل سے مان کر انہیں اور اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ تاکہ قیامت کے دن اس سوال کا صحیح جواب دے سکیں۔

وما علینا الا البلاغ ۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

خدام الدین لاہور — ۲ — ۲۳ ستمبر ۱۹۵۵ء

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۸ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ
۱۶ ستمبر ۱۹۵۵ء

توکل فرض عین ہے

از شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

فرض کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فرض کفایہ۔ وہ یہ ہے کہ ایک کام بہت سے مسلمانوں کے ذمہ آ پڑا تھا۔ اگر بعض مسلمانوں نے اسے ادا کر دیا۔ تو باقی مسلمانوں کی طرف سے بھی ادا ہو جائے گا۔ مثلاً کسی گاؤں میں ایک آدمی فوت ہو گیا ہے۔ اب سارے گاؤں والوں کے ذمہ فرض ہے کہ اس کے جنازے کو لحد تک پہنچائیں۔ اگر اس گاؤں کے بعض آدمیوں نے اسے لحد تک پہنچا دیا۔ تو باقیماندہ اس فرض سے سبکدوش سمجھے جائیں گے۔ اور اگر کسی نے بھی اسے دفن نہ کیا۔ تو سارے گاؤں والے گنہگار ہوں گے۔

دوسرا فرض عین ہے۔ یعنی وہ کام ہر مسلمان کو خود کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً نماز یہ فرض عین ہے ہر مسلمان عورت اور مرد کو خود ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ نہیں کہ محلہ والوں میں سے بعض نے پڑھ لی تو باقیماندہ سبکدوش سمجھے جائیں۔ اسی طرح توکل بھی فرض عین ہے۔

ثبوت

قولہ تعالےٰ۔
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ
(سورۃ آل عمران رکوع ۱۷ پارہ ۴)

(ترجمہ) اور چاہئے کہ اللہ ہی پر مسلمان بھروسہ کریں۔
بعینہٖ یہی الفاظ مندرجہ ذیل سورتوں میں بھی ہیں۔
(۲) سورۃ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴ (۳) سورۃ ابراہیم رکوع ۲ پارہ ۱۳
(۴) سورۃ المائدہ رکوع ۲ پارہ ۶ (۵) سورۃ مجادلہ رکوع ۲ پارہ ۲۸
(۶) سورۃ التوبہ رکوع ۷ پارہ ۱۰ (۷) سورۃ التغابن رکوع ۲ پارہ ۲۸

نتیجہ

اللہ تعالےٰ نے جب قرآن مجید کی سات مختلف سورتوں میں اس حکم کو دہرایا ہے۔ تو نتیجہ صاف ہے کہ مکرر سہ کرر اس حکم کو دہرا کر ہر مسلمان کے ذمہ اس کی پابندی لازمی قرار دے رہے ہیں۔

دربار الٰہی سے متوکلین کو انعام

قولہ تعالےٰ:۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ
سورۃ آل عمران رکوع ۱۷ پارہ ۴ (ترجمہ) بیشک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

جب اللہ تعالےٰ نے متوکلین کو پسند فرما لیا۔ تو اب انہیں اللہ تعالےٰ کے کسی عتاب یا عذاب کا کب خطرہ رہ سکتا ہے۔ کیسا عجیب انعام ہے۔

توکل کی پہلی قسم

توکل کی دو قسمیں پہلی قسم خواص کا توکل۔ دوسری قسم عوام کا توکل۔ خواص میں اول نمبر انبیاء علیہم السلام ہیں۔ یہ حضرات تمام خداداد قوتوں کو اللہ تعالےٰ کے دین کی نشر و اشاعت میں دن رات صرف کرتے ہیں۔ اور اپنی ضروریات زندگی کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی تمام ضروریات فتوحات غیبی سے پوری فرماتا ہے۔ مثلاً کبھی کسی مخلص انسان کے دل میں خیال ڈال دیا۔ کہ فلاں چیز ان کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دے۔ کبھی کسی کے دل میں خیال ڈال دیا۔ اسے فتوحات غیبی کہا جاتا ہے۔ یعنی رزق کی کوئی صورت یا کوئی ذریعہ متعین نہیں ہوتا۔ نہ تجارت۔ نہ زراعت نہ جائداد۔ نہ ملازمت وغیرہ۔

پہلی مثال

قولہ تعالےٰ (قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝

(سورۃ النوح رکوع ۱ پارہ ۲۹)

(ترجمہ) کہا۔ اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات اور دن میں بلایا۔ پھر وہ میرے بلانے سے اور بھی زیادہ بھاگتے رہے۔ اور بے شک جب کبھی میں نے انہیں بلایا۔ تاکہ تو انہیں معاف کر دے۔ تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں رکھ لیں۔ اور انہوں نے اپنے کپڑے اوڑھ لئے۔ اور ضد کی اور بہت بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے انہیں کھلم کھلا بلایا۔ پھر میں نے انہیں علانیہ بھی کہا۔ اور مخفی طور پر بھی کہا۔

حاصل

یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام دن اور رات اشاعت دین الٰہی میں اپنی مبارک زندگی کے لمحات صرف فرماتے ہیں۔ نہ کوئی ذریعہ معاش ہی ہے۔ اور نہ اپنی قوم سے کوئی معاوضہ لیتے ہیں۔ بلکہ اعلان فرماتے ہیں۔ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ الشعراء رکوع ۶ پارہ ۱۹)

ترجمہ:۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

دوسری مثال

سب سے پہلے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کا پروگرام آپ نے سن لیا ہے۔ اب سب سے آخری پیغمبر سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا نظام الاوقات (پروگرام) بھی سن لیجئے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝

(سورۃ المزمل رکوع ۱ پارہ ۲۹)

ترجمہ:۔ اے چادر اوڑھنے والے۔ رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصہ کم کر دے۔ یا اس پر زیادہ کر دے۔ اور قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرو۔ یہ تو رات کا نظام الاوقات تھا۔ دن کا سن لیجئے۔ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا

(سورۃ المزمل رکوع ۱ پارہ ۲۹) (ترجمہ) بے شک دن میں آپ کے لیے بڑا کام ہے۔ یعنی دن میں اللہ تعالےٰ کے بندوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ پر ہے۔

ذریعہ معاش توکل

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کو یاد الٰہی یا بندگان خدا کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہیں گے۔ تو ضروریات زندگی کیسے پوری ہوں گی فرماتے ہیں:۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰي رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَي الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ

(الآیۃ۔ سورۃ الفرقان رکوع ۵ پارہ ۱۹)

ترجمہ:۔ کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راستہ معلوم کرنا چاہے۔ اور تم اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھو۔ جو کبھی نہ مرے گا۔ اور اس کی تسبیح اور حمد کرتے رہو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ یہی نہیں دین کی تعلیم بلا معاوضہ دوں گا۔

خطبہ جمعہ

(صلا سے آگے)

بیری ضروریات کا کفیل فقط اللہ تعالےٰ ہے آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ

سب سے پہلے اور سب سے آخری پیغمبر

دونوں کی مبارک زندگی کے لمحات علیّیہ دین الٰہی کی نشر و اشاعت میں دن رات وقف ہیں۔ قوم سے بھی معاوضہ نہیں مانگتے۔ اور بظاہر ذریعہ معاش بھی کوئی نہیں۔ خواص کا توکل یہی ہے۔ اس مقدس گروہ کی ضروریات کا کفیل اللہ تعالےٰ ہوتا ہے اس کا اعلان ہے۔

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ الآیۃ (سورہ الطلاق رکوع ۱ پارہ ۲۸)

ترجمہ:۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے۔ اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ سو وہی اس کو کافی ہے۔

عوام کا توکل

اس سے پہلے آپ سن چکے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں سات مقامات پر سب مومنوں کو اللہ تعالےٰ پر توکل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کے توکل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر کام کے کرنے میں سلسلہ اسباب میں ہاتھ ڈالیں۔ جس طرح کہ ایک غیر مسلم ہاتھ ڈالتا ہے مگر اس کام میں خاطر خواہ نتیجہ نکلنے کی امید اپنی کارکردگی اور محنت کو نہ سمجھیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے فضل پر بھروسہ رکھیں۔ مثلاً دس ہزار کا مال دکان میں لاکر رکھا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ سے دعا کریں۔ اے اللہ تو مجھے اس تجارت میں نفع عطا فرما۔ جب نفع حاصل ہو۔ تو یہ عقیدہ رکھے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے نفع ہوا ہے۔ اگر وہ نہ چاہتا تو بجائے نفع کے نقصان ہو جاتا۔ علیٰ ہٰذا القیاس مومن خواہ کوئی بھی ذریعہ معاش اختیار کرے۔ عقیدہ یہی ہونا چاہئے کہ کام تو میں کر ہی رہا ہوں۔ نفع اور نقصان اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ نفع ہو۔ تو اسے اللہ تعالےٰ کا فضل سمجھا جائے۔ بخلاف اس کے غیر مسلم کا نظریہ یہ ہوگا۔ کہ یہ نفع میری دانشمندی اور عقلمندی کے باعث حاصل ہوا۔

خواص موجود ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حمیدہ میں سے صرف ایک صفت اللہ تعالےٰ نے آگے منتقل ہونے نہیں دی۔ اور وہ صفت نبوۃ ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد دنیا میں قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ باقی صفات کے حامل آپ کی اُمت میں اللہ تعالےٰ کے بندے آرہے ہیں۔ اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ جن کی برکت سے حقیقی اور اصلی اسلام کے انوار ہمیشہ دنیا میں تابندہ۔ درخشندہ اور پائندہ رہیں گے۔ چنانچہ خواص کے توکل والے اللہ کے مقبول بندے ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور آج بھی موجود ہیں۔ جو اپنی تمام خدا داد قوتوں کو اور اپنی زندگی کے تمام لمحات کو محض اللہ تعالےٰ کے دین کی حمایت اور اس کی نشر و اشاعت میں خرچ کرتے ہیں۔ اور تمام ذرائع معاش کو ترک کرکے اپنی ضروریات کا کفیل فقط اللہ تعالےٰ کو بناتے ہیں۔ دراصل اسلام کا صحیح نقشہ انہیں اللہ کے بندوں کی برکت سے آج تک زندہ رہا ہے اور قیامت تک رہے گا۔

دُعا

کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو اپنے ذرائع معاش اختیار کرنے کے باوجود نفع حاصل کرنے میں اللہ تعالےٰ پر توکل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ قرآن مجید کے اس حکم کی بھی تعمیل ہو جائے جس سے عام طور پر مسلمان غافل ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیا ایمان ہے اور ایمان بہشت میں لے جائے گا اور بے حیائی جفا ہے اور جہنم کا موجب ہے۔ (مسند احمد: ۱۰۵۱۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیا اور ایمان ہمیشہ اکٹھے رہتے ہیں جب ان میں سے کوئی اٹھا لیا جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔ (مشکاۃ المصابیح: ۵۰۹۳)

خطبہ جمعہ :— ۶ر صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۳ر ستمبر ۱۹۵۵ء

گلدستۂ ارشاداتِ نبویہ

از جناب مفسر القرآن مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

قولہ تعالےٰ

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ((سورۃ الحشر رکوع ۱ پ ۲۸)

(ترجمہ :— اور جو کچھ رسول دے اسے لیلو۔ اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری بہتری بھلائی شرافت اور دینداری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں محدود فرما دیا ہے۔ کہ آپ جو حکم تمہیں دیں۔ اس کی پابندی کرو۔ اور جس کام سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔ اگر تم نے اس نظام الاوقات کی تعمیل نہ کی۔ تو پھر خدا سے ڈرو۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہوتا ہے۔ اسی آیت کی روشنی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر مسلمانوں نے ان پر عمل کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے۔

پہلی حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (متفق علیہ)

(ترجمہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات کی گواہی پر کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور بیشک محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنے پر اور زکوٰۃ دینے پر اور حج کرنے پر۔ اور رمضان کے روزے رکھنے پر۔

محمدی اسلام کے مسلمانوں کے لیے تو ان پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ تب وہ مسلمان کہلا سکتا ہے ہاں میرے پنجاب میں اگر ان پانچ چیزوں میں سے ایک [illegible]

فخ الدین معراج الدین یا فخ بی بی معراج بی بی نام رکھوالینا کافی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔

دوسری حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ كُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا هَلْ یَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالُوْا لَا یَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَایَا (متفق علیہ)

ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بتلاؤ۔ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے پر نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہائے کیا اس پر میل باقی رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی میل باقی نہیں رہے گی آپ نے فرمایا اسی طرح پانچ نمازوں کی مثال ہے۔ انکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرماتا ہے۔

دعا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کہلانے والے مرد و عورت کو نماز پڑھ کر اپنے گناہ معاف کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسری حدیث

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَهَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ الْوَرَقُ یَتَهَافَتُ قَالَ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوةَ یُرِیْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ (رواہ احمد)

ابی ذرؓ سے روایت ہے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردی کی موسم میں نکلے اور پتے گر رہے تھے۔ پھر آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا۔ ابوذرؓ نے کہا پھر وہ پتے گرنے شروع ہوگئے ابوذرؓ نے کہا۔ آپ نے کہا اے ابوذر! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا بیشک مسلمان بندہ نماز پڑھتا ہے جس سے اللہ کی رضا چاہتا ہے۔ اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جس طرح یہ پتے اس درخت سے گر رہے ہیں۔

دعاء

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد اور عورت کو روزانہ اپنے گناہوں کو نماز کی برکت سے معاف کرانے کی توفیق عطا فرمائے ورنہ یاد رکھیے۔ بے نمازوں کی قبر جہنم کا گڑھا بنیں گی اور آگے چل کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام بے نماز کو دوزخ میں دیکھ کر آئے ہیں۔

چوتھی حدیث

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِیْنَ یَتُوْبُ اِلَیْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ رَاحِلَتُهٗ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَیْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَیِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّهَا قَدْ اَیِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَیْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) انسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ اللہ کو اپنے بندے کی توبہ کرنے سے جب اس کی طرف رجوع کرکے آتا ہے تم میں سے اس ایک سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جس کی سواری چٹیل میدان میں تھی۔ پھر وہ اس سے بھاگ گئی۔ حالانکہ اسی پر اس کا کھانا اور پانی تھا۔ پھر اس سواری سے مایوس ہو گیا۔ پھر ایک درخت کے پاس آیا۔ پھر اس کے سایہ میں لیٹ گیا۔ (اپنی سواری دیکھنے سے) سے مایوس ہو چکا تھا۔ یہیں ناگہاں وہ اسی حالت میں تھا کہ وہ اپنی اونٹنی کو اپنے پاس کھڑے ہوئے پاتا ہے۔ پھر اس کی مہار کو پکڑ لیا۔ پھر سخت خوشی کے باعث یہ الفاظ کہہ گئے اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ بہت زیادہ خوشی کے باعث غلطی کی۔

توبہ کے دروازہ کے بند ہونے کا وقت

قولہ تعالےٰ

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ج حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ○ (سورۃ النساء رکوع ۳ پارہ ۴)

(ترجمہ :— اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو برے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے اس وقت کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اور اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

بقیہ خطبہ :- (صلا سے آگے)

توبہ کا صحیح وقت

قولہ تعالےٰ :-
اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ (سورۃ النساء رکوع ۳ پارہ ۴)

ترجمہ :- اللہ پر توبہ قبول کرنے کا حق انہی لوگوں کے لئے ہے۔ جو جہالت کی وجہ سے برا کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد جلدی توبہ کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ معاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا داناہے۔

توبہ کی قبولیت کی شرائط

توبہ کے قبول ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اپنے گناہ پر ندامت۔ اس گناہ سے دستبرداری اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ۔ ان تینوں شرطوں کے پائے جانے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ گناہ ایک ہی دن میں کئی مرتبہ کیوں نہ ہو جائے۔ ہر مرتبہ جب یہ تین شرطیں توبہ کرتے وقت پائی جائیں گی۔ تو یہ قبول ہوتی رہیگی۔ اللہ تعالےٰ انسان کے تمام حالات کو جانتا ہے اس لئے جب یہ شرطیں توبہ میں پائی جائیں گی۔ تو توبہ کو قبول فرمائے گا۔ وہ حکیم بھی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ انسان کے مٹی سے بنائے جانے کے باعث اس کے اندر یہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ کہ غیر مآل اندیش ہونے کے باعث اپنی خواہش نفسانی سے مغلوب ہو کر گناہ کر بیٹھتا ہے پھر جب صدق دل سے تائب ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کی حکمت کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ واللہ اعلم

توبہ سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں

ہر مسلمان عورت اور مرد کے صغیرہ گناہ تو وضو کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کلی کی تو زبان سے جو گناہ کئے تھے معاف ہو گئے۔ مونہہ دھویا۔ تو آنکھوں نے جو گناہ کئے تھے وہ معاف ہو گئے۔ ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں سے جو گناہ کئے تھے وہ معاف ہو گئے۔ پاؤں دھوئے۔ تو پاؤں سے جو گناہ کئے تھے وہ معاف ہو گئے۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ صغیرہ گناہ بلا ارادہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس تفصیل کی ضرورت نہیں۔ کہ اے اللہ میرے فلاں فلاں گناہ معاف فرما دے۔ البتہ کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے اس گناہ کو پیش نظر رکھ کر یہ عرض کرنا پڑتا ہے۔ کہ اے اللہ میں فلاں گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ اگر مذکورۃ الصدر تین شرطوں کو مد نظر رکھ کر توبہ کرے گا۔ تو اللہ تعالےٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ کبیرہ گناہوں کی مثال شرک کفر۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ زنا۔ شراب خواری۔ چوری ڈاکہ زنی وغیرہ ہے۔

پانچویں حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(رواہ الترمذی)

ترجمہ :- ابن عباس سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو آنکھیں ہیں جنہیں آگ نہیں چھوئیگی۔ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئے۔ اور وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں ساری رات پہرہ دیا۔

خوف خدا سے رونے کی حالت پیدا ہونے کا طریقہ

اگر کوئی شخص محض حلال کی غذا کھائے۔ اور حتی الوسع بے دینوں کی صحبت سے بچے۔ اور تخلیہ میں بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کا ذکر بہت زیادہ کرے۔ پھر انشاء اللہ تعالےٰ طبیعت اتنی نرم ہو جائے گی کہ خوف خدا سے رونا آنے لگا۔

چھٹی حدیث

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْمَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ۔ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ (رواہ الترمذی)

ترجمہ :- عمرو بن میمون اودی سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا جبکہ آپ اسے نصیحت فرما رہے تھے۔ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت خیال کر۔ تیری جوانی کو تیرے بڑھاپے سے پہلے۔ تمہاری صحت کو تمہاری بیماری سے پہلے۔ تیری آسودہ حالی کو تمہاری تنگ دستی سے پہلے۔ اور تیری فراغت کو تمہاری مصروفیت سے پہلے اور تیری زندگی کو تمہاری موت سے پہلے۔

حاصل

یہ ہے کہ ان پانچ رکاوٹوں کے پیدا ہونے سے پہلے جتنا ہو سکے۔ اللہ تعالےٰ کو یاد کر لو۔ اور آخرۃ کی نجات کا توشہ بنا لو۔ ورنہ پھر دست حسرت ملنے کے سوا کچھ نہیں ہو سکے گا۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

خطبہ جمعہ — ۱۳ صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۵۵ء

سرکارِ مدینہ کے اہم فیصلے

بارگاہ الٰہی میں انکی اہمیّت

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قولہ تعالیٰ:-
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (سورۃ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷)
اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے اس پر آتی ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں حضور انور کا ہر ارشاد وحی الٰہی ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلی آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں یعنی کوئی کام نہ کیا۔ ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو۔ بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں وحی متلو کو "قرآن" اور غیر متلو کو "حدیث" کہا جاتا ہے۔ لہٰذا آج جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ دراصل وحی الٰہی ہے۔ البتہ وحی کی دوسری قسم وحی غیر متلو ہے۔

نہایت ضروری اعلان

اکثر جمعہ کی تقریر کی ابتداء میں یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ جو کچھ میں عرض کروں گا۔ اگر سننے والا گوش ہوش سے سنے اور لوح دل پر اس کو لکھ کر لے جائے۔ اسے عمل میں لائے۔ اور لحد قبر تک نبھائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل شامل ہوگا۔ قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ قیامت کے دن دربار نبوی میں مشرف باریابی حاصل ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ حوض کوثر سے پانی پلایا جائیگا۔ پچاس ہزار سال کا دن چار رکعت فرض کی دیر میں گذر جائیگا جہنم سے بچا لیا جائیگا۔ اور بہشت کا ٹکٹ مل جائیگا۔ اب سرکار مدینہ کے اہم فیصلے سنئے۔

پہلا

عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلٰثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ (رواہ مسلم) ترجمہ:- تمیم داری سے روایت ہے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے عرض کی کس کی خیرخواہی۔ آپ نے فرمایا اللہ کی۔ اور اس کی کتاب کی۔ اور اس کے رسول کی۔ اور مسلمانوں کے ذمہ داروں کی اور عام مسلمانوں کی۔

خیرخواہی کی نوعیت

اللہ تعالیٰ کی خیرخواہی یہ ہے کہ توفیق کے مطابق اس کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی خیرخواہی یہ ہے۔ کہ اس کے اندر انسان کے لیے جو نظام الاوقات تجویز شدہ ہے۔ اسے عملی جامہ پہنایا جائے مثلاً توحید خداوندی کا اقرار۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کی تعمیل۔ شرک۔ کفر۔ نفاق اعتقادی۔ چوری شراب زنا۔ جوا۔ مسلمان کے قتل۔ وغیرہ گناہوں سے بچنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرخواہی یہ ہے۔ کہ آپ کی سنت کا اتباع اور اس کی اشاعت کرنا۔ آپ نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحْيَانِيْ وَمَنْ اَحْيَانِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ (ترجمہ) جس شخص نے میری سنت کو زندہ کیا۔ تحقیق اس نے مجھے زندہ کیا۔ اور جس نے مجھے زندہ کیا۔ وہ میرے ساتھ بہشت میں ہوگا۔

مسلمانوں کے ذمہ داروں کی خیرخواہی یہ ہے کہ جب وہ مسلمانوں کی بہتری کے لیے کوئی کام تجویز کریں۔ تو ان کا ساتھ دیں۔ اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ان کا ساتھ دیں۔ عام مسلمانوں کی خیرخواہی یہ ہے کہ انہیں ہماری جس قسم کی امداد کی بھی ضرورت ہو۔ وہ حسب توفیق کی جائے۔

دوسرا

کون آدمی بہترین ہے:-
"عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا وَاَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا (رواہ احمد) ترجمہ:- ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں تم میں سے بہترین آدمی نہ بتلاؤں انہوں نے عرض کی۔ ہاں (فرمائیے) آپ نے فرمایا۔ تم میں سے بہترین آدمی وہ ہیں۔ جن کی عمریں لمبی ہوں اور اخلاق سب سے بہتر ہوں۔

ضروری عرض

برادران اسلام۔ اخلاق کی اصلاح با اخلاق انسانوں کے پاس عقیدتمندی سے بیٹھنے سے ہوتی ہے۔ ہذا ہو الحق المبین۔

تیسرا

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ اَذْهَبَ آخِرَتَهٗ بِدُنْيَا غَيْرِهٖ (رواہ ابن ماجہ) ترجمہ:- ابی امامہ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بارگاہ میں قیامت کے دن مرتبہ کے لحاظ سے بدترین وہ آدمی ہوگا جس نے دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر لی۔ یعنی دوسرے شخص کی دنیاوی خواہش پوری کرنے کے لیے کسی پر ظلم کیا وہ اس کی دنیاوی خواہش پوری ہوگی اور اس ظلم کے سبب سے اس کی آخرت برباد ہوگئی۔

پہلی مثال

مثلاً انگریز کی حکومت کے وقت میں یہ ہوتا تھا۔ کہ افسران بالا ماتحت پولیس افسروں کو اشارہ کر دیتے تھے کہ فلاں شخص کو جو ملت و ملک کی خیرخواہی کرتا ہے مگر حکومت برطانیہ کا خیرخواہ نہیں ہے۔ اس لیے اس پر جھوٹا مقدمہ بنا کر اور جھوٹے گواہ بھگتا کر اسے قید کر دو۔ جیسے کہ فدائے اسلام۔ امیر المجاہدین عاشق رسول بہر خیل جانبازان اسلام حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے خلاف افسران بالا نے پولیس کے افسران ماتحت کو بقول انہی کے حکم دیا تھا کہ شاہ صاحب کی اصلی ڈائری پھاڑ دو۔ اور نقلی ڈائری لکھ کر ان پر مقدمہ چلا دو۔

امیر المجاہدین کیلئے اللہ تعالیٰ کی امداد

برادران اسلام! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے "ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر"؟ ترجمہ:- بیشک اللہ اس دین کو ایک فاجر انسان سے مدد کرا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پولیس میں ہی سے ایک کافر کو حضرت شاہ صاحب کی امداد کے لئے کھڑا کر دیا۔ یاد رکھو فاجر کی معنی میں کافر بھی آسکتا ہے۔ اس کافر نے انگریز کا راز فاش کر دیا۔ اس کافر نے تو راز فاش کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹر ایٹ لا بیرون دہلی دروازہ لاہور کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ جنہوں نے انگریز کی مشینری کے خلاف کمال جرأت سے کام لیا۔ عدالت سے کہا۔ کہ میں سرکاری کاغذات پیش کروں گا۔ جن سے ثابت کر دوں گا۔ کہ افسران بالا نے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بقیہ خطبہ :۔ صۓ۲ سے آگے

افسران ماتحت کو خفیہ احکام بھیجے ہوئے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کے خلاف خود ساختہ مقدمہ چلایا جائے میاں عبدالعزیز صاحب کے اس جرأت آمیز اعلان پر انگریز کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور حضرت شاہ صاحب انگریز کے منحوس ارادوں کے دام سے نکل گئے۔

دوسری مثال

سیاسی مقدمات میں انگریز پہلے ہی سے یہ فیصلہ کر لیتا تھا۔ کہ اس مقدمہ کے ملزم کو یہ سزا دینی ہے۔ اس کے بعد مقدمہ چلاتا تھا۔ تاکہ ملزم کی تسلی ہو جائے۔ کہ میرا فیصلہ عدالت سے انصاف پر مبنی ہوگا۔ ادھر مجسٹریٹ کو ہدایت ہوتی تھی۔ کہ مقدمہ چلاؤ۔ مگر فیصلہ وہ کرنا۔ جو حکومت پہلے کر چکی ہے مثلاً تحریک کشمیر میں میرے خلاف سرکاری گواہ آکر مجسٹریٹ کے سامنے بیان دیتا ہے۔ کہ تقریباً اڑھائی مہینے ہوئے کہ میں نے چوک وزیر خاں میں احمد علی کی ایک تقریر سنی تھی۔ جو حکومت برطانیہ کے خلاف سخت تقریر کر رہا تھا۔ یہ مقدمہ بورسٹل جیل لاہور کے اندر چل رہا تھا۔ میں نے مجسٹریٹ سے کہا۔ کہ یہ گواہ دو غلط بیانیاں کر رہا ہے۔ پہلی یہ کہ میں نے عمر بھر کبھی وزیر خاں کے چوک میں تقریر نہیں کی۔ دوسری یہ کہ کہتا ہے کہ اڑھائی مہینے ہوتے ہیں۔ کہ میں نے اس کی تقریر سنی تھی۔ حالانکہ مجھے تقریباً تین ماہ بورسٹل جیل میں آئے ہوئے ہو گئے ہیں۔ باوجود اس غلط بیانی کے مجھے سزا دے دی گئی۔ اور اولڈ سنٹرل جیل ملتان بھیج دیا گیا۔

چوتھا

متواضع کون ہے :۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُولُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيرٍ۔ (رواہ البیہقی)

(ترجمہ) عمر سے روایت ہے۔ آپ نے ایسے وقت میں فرمایا۔ جبکہ منبر پر تھے۔ اے لوگو۔ تواضع اختیار کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لئے عاجزی اختیار کی اللہ اس کو بلند کر دے گا پس وہ اپنے دل میں حقیر ہوگا۔ اور لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوگا۔ اور جس نے تکبر کیا اسے اللہ ذلیل کر دیگا۔ پس وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوگا۔ اور اپنے دل میں بڑا ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے بھی ذلیل ہوگا۔

پانچواں

مفلس کون ہے :۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطِي هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) ابی ہریرہ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم جانتے ہو مفلس کون ہے لوگوں نے کہا۔ ہم میں مفلس وہ ہے۔ جس کے پاس نہ درہم ہو۔ اور نہ کوئی سامان ہو۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تحقیق مفلس میری امت میں سے وہ ہے۔ جو قیامت کے دن نماز۔ روزہ اور زکوٰۃ لائے گا۔ اور ایسے حال میں آئے گا۔ کہ اس شخص کو گالی دی ہوگی۔ اور اس پر تہمت لگائی ہوگی۔ (مثلاً کسی کو حرامزادہ کہا ہوگا) اور اس کا مال کھایا ہوگا۔ اور اس کا خون بہایا ہوگا۔ اور اس کو مارا ہوگا۔ پھر اللہ اس کو اس کی نیکیوں میں سے دے گا۔

پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ اس سے پہلے کہ جو اس پر حق ہیں۔ وہ ادا کئے جائیں۔ تو ان لوگوں کے گناہوں میں سے لئے جائیں گے۔ پھر وہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

وما علینا الا البلاغ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تجھ میں شرم وحیا نہ ہو تو جو جی چاہے کر۔ (بخاری: ۳۴۸۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ ایک مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔ (ابوداؤد: ۵۲۷۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

۲۰ صفر ۱۳۷۵ھ
۷ اکتوبر ۱۹۵۵ء

لاہور کا عبرتناک تباہی خیز سیلاب

(از حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد شیرانوالہ لاہور)

کل ۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء کی صبح کو لاہور میں جو سیلاب آیا ہے۔ اس سے پہلے لاہور کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ اخباری بیان ہے کہ لاہور کے بسنے والوں کو کبھی بھی اس قدر شدید سیلاب کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔"

سیلاب کی حیرت انگیز وسعت

اخباری اعلان

"راوی میں قیامت خیز سیلاب۔ تین چوتھائی لاہور زیر آب" "لاہور شمالی پنجاب سے کٹ گیا۔ سینکڑوں دیہات بہ گئے۔ نشیبی علاقے پانی میں گھر گئے۔"

"ہوا اعلائی نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ شاہدرہ پاور ہاؤس زیر آب آجانے سے بجلی بھی فیل ہو گئی ہے۔"

"آج انسانوں کی بیکسی اور پریشانی نے پھر ایک بار مشرقی پنجاب سے لاکھوں لٹے پٹے انسانوں کی آمد کا نقشہ دہرا دیا۔ اور یہ کہنا مشکل ہو رہا ہے کہ ۱۹۴۷ء اگست میں انسانوں کی کس مپرسی زیادہ تھی۔ یا آٹھ برس بعد آج اکتوبر کی چھٹی تاریخ کو انسانوں کی پریشانی اور کس مپرسی زیادہ ہے۔"

حکومت کی بے بسی

لاہور والوں کو سیلاب نے آناً فاناً اپنے گھیرے میں لے لیا۔ حالانکہ صبح جب اخبارات ان کے ہاتھوں میں پہنچے۔ تو ان میں سرکاری ذرائع سے یہ اطلاع شائع ہوتی تھی۔ کہ سیلاب کا پانی ۳۶ گھنٹے تک شاہدرہ پہنچے گا۔ لیکن اہل لاہور یہ خبر پڑھ رہے تھے۔ تو ادھر راوی کا پانی محمود بوٹی بند کو چھلانگ چکا تھا۔ اور مصری شاہ، تاجپورہ، دسن پورہ۔ بادامی باغ کو آنکھ جھپکتے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ یہاں سے لوگوں کے لیے نکلنا محال ہو گیا۔

شاہنشاہ کی حکومت

مذکورالصدر سابق اخباری اعلان سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے۔ کہ لاہور میں بادشاہ کی حکومت سے بالاتر شاہنشاہ کی حکومت بھی ہے۔ وہ چاہے تو اپنی خفیہ مصالح کی اپنے ماتحت والی شاہی حکومت کو اطلاع دے۔ اور چاہے تو نہ دے۔ یہ چیز خود سیلاب کی آمد سے ثابت ہوتی ہے کہ دنیاوی بادشاہت اعلان کرتی ہے کہ سیلاب کا پانی ۳۶ گھنٹے تک شاہدرہ پہنچے گا حالانکہ ایک گھنٹہ بھی گذرنے نہ پایا۔ کہ سیلاب لاہور کے اندر موجود تھا۔

بغاوت کے باعث عذاب

برادران اسلام! ہر واقعہ کی کوئی نہ کوئی علت ضرور ہوتی ہے۔ یہ الگ چیز ہے کہ مختلف نظریات رکھنے والے اپنے اپنے نظریے کی بنا پر اس کی علت علیحدہ علیحدہ تجویز کریں گے۔ مثلاً بعض لوگ ہر بیماری کا سبب دانتوں کے تعفن کو قرار دیتے ہیں۔ اسلئے وہ لوگ مریض کی بیماری کا سبب دانتوں کا تعفن قرار دینگے اور بعض لوگ ہر بیماری کا سبب معدے کی خرابی کو قرار دیتے ہیں۔ اسلئے وہ مریض کی بیماری کا باعث معدے کی خرابی قرار دینگے۔ اسی طرح ایک مسلمان اس تباہی خیز عبرتناک سیلاب کو شاہنشاہ حقیقی اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا باعث قرار دے گا۔ کہ مخلوق خدا اللہ تعالےٰ سے باغی ہو گئی تھی۔ اس لیے یہ عذاب الہیٰ نازل ہوا ہے۔

اہالیان لاہور کی بغاوت

برادران اسلام! کیا آپ نے پاکستان کا مطالبہ کرتے وقت یہ دلائل نہیں دیئے تھے کہ ہم مسلمانوں کی ہندوؤں سے تہذیب الگ۔ تمدن الگ۔ کلچر الگ ہے اور ہمارے پاس مکمل ضابطہ حیات انسانی یعنی قرآن مجید موجود ہے۔ جس میں انفرادی۔ اجتماعی۔ اخلاقی۔ معاشرتی۔ اقتصادی۔ سیاسی۔ دنیوی۔ اخروی۔ غرضیکہ ہر قسم کی تعلیم موجود ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں۔ کہ خطہ ہند میں ایک ٹکڑا الگ کرا کر اپنی مذکورۃ الصدر چیزوں کو زندہ کریں۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ہر ایک نعمت کا دینے والا فقط اللہ جل شانہ ہی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں خطہ ہند میں ایک ٹکڑا کاٹ کر بنام پاکستان عطا فرما دیا۔ اب

ایمان سے کہو

کیا آپ نے پاکستان لیتے وقت جس وعدہ پر لیا تھا اسے پورا کیا ہے۔ یا اس وعدے کی خلاف ورزی کی ہے جس کا دوسرا نام وعدہ خلافی۔ غداری یا بغاوت ہو سکتا ہے۔ پھر آپ خود فیصلہ کیجئے۔ کہ وعدہ خلافی کرنیوالوں غداروں اور باغیوں کی کیا سزا ہوا کرتی ہے۔

گناہوں کی کثرت

برادران اسلام۔ کیا فرنگستان کے جب سے پاکستان بنا ہے۔ پہلے سے زیادہ گناہوں کی کثرت نہیں ہے۔ کیا آپ نے نہیں سنا۔ کہ پہلے جتنی قومیں تھیں (ہندو۔ سکھ۔ مسلمان) شراب پیتی تھیں۔ اب فقط مسلمان اتنی یا اس سے زیادہ پیتا ہے۔ کیا آپ نے لاہور کی پولیس کی رپورٹ نہیں سنی کہ لاہور میں کمپنیں فیصدی عورتیں زنا کرتی ہیں۔ کیا آپ نے اخبارات میں یہ اطلاع نہیں پڑھی۔ کہ ہیرا منڈی بازار لاہور میں ساٹھ فی صدی سکولوں اور کالجوں کے لڑکے زنا کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اے پاکستانیو! کیا تم نے ایک دیوتی کا مشغلہ ٹرانس کھیلنا چھوڑ دیا ہے۔ جو انگریز ہمیں سکھا گیا ہے۔ کیا تم نے سینما کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ جن میں مسلمان کا وقت برباد۔ روپیہ برباد اور اخلاق برباد ہوتے ہیں۔ اور پھر ہر سال کروڑہا روپیہ پاکستان سے ہندوستان جاتا ہے۔ اور کیا فرنگستان کے بعد میرے پاکستان میں چوری ڈاکہ زنی۔ قتل و خونریزی۔ رشوت ستانی وغیرہ جرائم پہلے سے زیادہ نہیں بڑھ گئے۔

انصاف کی اپیل

برادران اسلام!
میں آپ سے انصاف کی اپیل کرتا ہوں کہ کیا مملکت خداداد پاکستان میں ان جرائم کا ہونا اللہ تعالیٰ سے بغاوت نہیں ہے۔

یہ سیلاب عذاب الہیٰ ہے

قولہ تعالےٰ:۔
وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ
(سورہ الشوریٰ رکوع نمبر ۴ پ ۲۵)

ترجمہ:۔ اور تم پر جو مصیبت آتی ہے۔ تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے۔ اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

لہٰذا

ثابت ہوا۔ کہ یہ عبرتناک اور تباہی خیز سیلاب ہمارے گناہوں کی شامت کے باعث ہے۔

علاج

اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے تاکہ آئندہ کوئی عذاب نہ آئے۔ اور گذشتہ گناہوں سے توبہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ وہ معاف ہو جائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

خطبہ جمعہ — ۲۷ صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

۶ر اکتوبر ۱۹۵۵ء کا سیلاب پہلی قوموں پر عذاب کا نمونہ ہے

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیراں والا دروازہ لاہور

قولہ تعالےٰ (وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ)

(سورہ یونس رکوع ۲ پارہ ۱۱)

ترجمہ:- اور البتہ ہم تم سے پہلے کئی اُمتوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ جب انہوں نے ظلم اختیار کیا۔ حالانکہ پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے تھے۔ اور وہ ہرگز ایمان لانے والے نہ تھے۔ ہم گنہگاروں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

اس آئینہ میں مونہہ دیکھ لو

برادرانِ اسلام۔ کیا مسلمانوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ظالم نہیں ہے۔ اسی کی بے انتہا نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ اور کھلم کھلا۔ بے دھڑک اسی کے قانون یعنی قرآن مجید کی دن رات مخالفت کرتے ہیں۔ پہلی قوموں میں پیغمبر آیا کرتے تھے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے علمبردار علماء کرام آپ کو خدا تعالےٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اور تم ان کی ہدایات کے سننے کی بجائے ان کی تحقیر۔ توہین۔ اور تذلیل کرتے ہو۔ پھر کیا تم پہلی قوموں کی طرح عذاب الٰہی کے مستحق نہیں ہو۔

قولہ تعالےٰ:- (وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ) (سورہ ق رکوع ۳ پارہ ۲۶)

ترجمہ:- اور ہم ان سے پہلے بہت سی اُمتوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ جو قوت میں ان سے (کہیں) زیادہ تھے۔ اور تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے۔ (لیکن جب ہمارا عذاب نازل ہوا) تو ان کو بھاگنے کی جگہ بھی نہ ملی۔

بعینہٖ یہی حال

لاہور اور اس کے مضافات والوں کا ہوا۔ جس کی تفصیل آئندہ سطور میں بحوالہ اخبارات آ رہی ہے۔

قولہ تعالےٰ:- (وَ فِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ ۝ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ هُمْ یَنْظُرُوْنَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ)

(سورۃ الذاریات رکوع ۲ پ ۲۷)

ترجمہ:- اور ثمود کے قصہ میں بھی عبرت ہے۔ جبکہ ان سے کہا گیا۔ اور تھوڑے دنوں چین کر لو۔ سو (اس ڈرانے پر بھی) ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔ سو ان کو عذاب نے آ لیا۔ اور وہ دیکھ رہے تھے۔ سو نہ تو کھڑے ہی ہو سکے اور نہ بدلہ لے سکے۔

بعینہٖ یہی حال

اس سیلاب کی آمد پر باشندگان لاہور اور اس کے مضافات کا ہوا ہے۔ جس کی تفصیل اخبار کے بیان سے آئندہ آ رہی ہے:-

اخباری بیان ۱

"آج یہاں راوی نے قیامتِ صغریٰ بپا کر دی۔ اور بالکل روز حشر کا سماں نظر آ رہا ہے۔ ہر انسان کو اپنی جان بچانے کی فکر ہے۔ ہر شخص اپنے کیلئے پناہ کا متلاشی ہے اور ان کا کوئی پُرسان حال نہیں۔ لاکھوں انسان اپنے بیوی بچوں اور عزیز و اقارب کو سیلاب زدہ علاقوں سے نکالنے کے لیے جگہ جگہ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ایک مرکز سے دوسرے مرکز پر جاتے ہیں۔ اور بے نیل و مرام واپس آ جاتے ہیں۔ لاہور کے بسنے والوں کو کبھی بھی اس قدر شدید سیلاب کا سامنا نہیں کرنا پڑا .... انسانوں کی بے کسی اور پریشانی نے پھر ایک بار مشرقی پنجاب سے لاکھوں لٹے پٹے انسانوں کی آمد کا نقشہ دہرا دیا ہے .... لاہور والوں کو سیلاب نے آناً فاناً اپنے گھیرے میں لے لیا۔" (اسی طرح پہلی قوموں پر بھی یکلخت ناگہاں ہی عذاب آیا کرتا تھا)

(امروز ۸ر اکتوبر ۱۹۵۵ء)

(۲)

"راوی میں ... ستخیز سیلاب۔ تین چوتھائی لاہور زیر آب" (امروز ۸ر اکتوبر ۱۹۵۵ء)

(۳)

"لاہور شمالی پنجاب سے کٹ گیا۔ سینکڑوں دیہات بہہ گئے" (امروز ۸ر اکتوبر ۱۹۵۵ء) کیا یہ اللہ تعالےٰ کا عذاب نہیں ہے۔

(۴)

"لاہور کے لاکھوں شہری سیلاب کے پانی میں گھر چکے ہیں" (امروز ۸ر اکتوبر ۱۹۵۵ء) کیا یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں ہے۔

(۵)

"کرشن نگر اور سنت نگر کے علاقہ میں عورتوں اور بچوں کی چیخیں دور دور تک سنائی دے رہی ہیں۔ لیکن ان کی مدد کو پہنچنا محال ہو رہا ہے" (امروز ۸ر اکتوبر ۱۹۵۵ء) لاہور جیسے شہر میں جو حکومت کا مرکز ہے۔ اور حکومت کے پاس ہر قسم کے اسباب موجود ہیں۔ کیا وہاں ایسی حالت کا پیدا ہو جانا اللہ تعالےٰ کا عذاب نہیں ہے۔

(۶)

"شاہدرہ میں پانچ ہزار افراد کی بے بسی۔ پینے کا پانی اور کھانے کا قحط" (۱۰ر اکتوبر ۱۹۵۵ء نوائے پاکستان) کیا یہ عذاب الٰہی نہیں ہے۔

(۷)

"منٹگمری، ملتان، اور مظفر گڑھ کے اضلاع بھی خوفناک سیلاب کی زد میں آ گئے" (۱۰ر اکتوبر نوائے پاکستان) کیا یہ عالمگیر عذاب الٰہی کی صورت نہیں ہے۔

(۸)

"چونیاں کے ۸۳ دیہات غرقاب۔ سیالکوٹ اور نارووال کے سینکڑوں مکان گر گئے" (۱۰ر اکتوبر نوائے پاکستان) کیا یہ غرقابی اللہ تعالےٰ کا عذاب نہیں ہے۔

(۹)

"سیلاب زدہ اضلاع سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق وہاں پر فصلوں کو بے اندازہ نقصان پہنچا ہے اور بے شمار مویشی ہلاک ہو گئے ہیں۔ ابھی جانی نقصان کا کوئی قابل اعتبار اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن خیال ہے کہ نقصانات بے اندازہ ہیں۔" نوائے پاکستان ۱۰ر اکتوبر کیا یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں ہے۔

(۱۰)

"لاہور کے نواح میں ہزاروں ... مکانات منہدم ہو چکے ہیں" نوائے پاکستان ۱۳ر اکتوبر ۱۹۵۵ء کیا یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں ہے۔

قانون الٰہی میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی

برادران اسلام۔ اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے (وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا) (سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پ ۲۲) ترجمہ:- اور آپ اللہ تعالےٰ کے قانون میں کوئی تبدیلی ہرگز نہ پائیں گے۔

نافرمانوں کو سزا دینا اللہ تعالیٰ کا قانون ہے

قولہ تعالےٰ:- (فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَ هَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝) (سورۃ سبا رکوع ۲ پ ۲۲) ترجمہ:- پھر انہوں نے (یمن کی قوم سبا نے) نافرمانی کی۔ پھر ہم نے ان پر ... سیلاب بھیج دیا اور ہم نے دونوں باغوں کے بدلے میں ... بدمزہ پھل کے اور جھاؤ کے اور کچھ تھوڑی ...

(باقی صفحہ ...)

خطبہ جمعہ :-

(صفحہ ۳ سے آگے)

بیریوں کے بدل دیئے۔ یہ ہم نے ان کی ناشکری کا بدلہ دیا۔ اور ہم ناشکروں ہی کو ایسا بدلہ دیا کرتے ہیں۔

عبرت

یمن کی قوم سبا پر بھی ان کی ناشکری کے باعث اللہ تعالےٰ کا عذاب تباہی خیز سیلاب کی صورت میں نازل ہوا تھا بعینہٖ ویسا ہی اللہ تعالیٰ کا عذاب تباہی خیز سیلاب کی صورت میں ہم پاکستانیوں پر نازل ہوا۔ اور اس عذاب کا سبب بھی ناشکری ہے۔

پاکستان میں ناشکری کی چند مثالیں

(۱) شراب خوری پہلے سے زیادہ (۲) زنا پہلے سے زیادہ (۳) رشوت ستانی پہلے سے زیادہ (۴) چور بازاری پہلے سے زیادہ (۵) ڈاکہ زنی پہلے سے زیادہ (۶) قتل و خونریزی پہلے سے زیادہ (۷) سرکاری خزانہ (جو ایک طرح پر قومی خزانہ ہے) میں غبن۔ جو پہلے نہیں تھا۔ (۸) سرکاری محکمہ جات میں کنبہ پروری وغیرہ وغیرہ۔

انصاف کی اپیل

برادران اسلام جس شاہنشاہ کی مملکت میں اس قسم کی بنا ڈیں چھوٹ پڑیں۔ کیا اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ ایسے باغیوں کو سزا دینے کے لئے ایسے عذاب ان پر مسلط کرے۔

گیہوں میں گھن بھی پس جاتا ہے

جس طرح میرے پاکستان میں اکثریت قانون الٰہی (قرآن مجید) کی مخالفت کر رہی ہے۔ اور اس کی نشر و اشاعت کرنے والے یا اس پر عمل کرنے والے اقلیت میں ہیں۔ بعینہٖ یہی نسبت پہلی معذب قوموں میں بھی تھی۔ ہاں یہ ضرور ہوتا تھا کہ انبیاء علیہم السلام کو عذاب الٰہی کی اطلاع آجاتی تھی۔ پھر انبیاء علیہم السلام اپنے متبعین کو ساتھ لے کر نکل جاتے تھے۔ اور باقیماندہ باغی عذاب الٰہی کا تختۂ مشق بن جاتے تھے۔ چونکہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد دنیا میں کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ اس لیے وہ آسمانی اطلاع نہیں آئے گی۔ اور گیہوں میں گھن کی طرح باغیان شہنشاہ کے عذاب میں وفادار طبقہ بھی مبتلا ہو جائے گا۔ مثلاً اس سیلاب میں سینکڑوں انسان غرق ہو گئے ہیں مرنے کے بعد باغیوں کی قبریں جہنم کا گڑھا بنیں گی۔ اور اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کے لئے بہشت کا باغ بن جائیں گی۔

آئندہ بچنے کی تدبیر

برادران اسلام! آئندہ اس قسم کے عذاب سے بچنے کی تدبیر بھی قرآن مجید میں مذکور ہے۔

قولہ تعالیٰ (فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ

كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝)

(سورہ نوح رکوع ۱ پارہ ۲۹)

ترجمہ:- پس میں (نوح علیہ السلام) نے کہا۔ اپنے رب سے بخشش مانگو۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار (مینہ) برسائے گا۔ اور مال اور اولاد سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے لئے باغ بنا دے گا۔ اور تمہارے لیے نہریں بنا دے گا۔

قوم نوح علیہ السلام پر عذاب

نوح علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کے باعث قحط کا عذاب نازل ہوا تھا۔ نوح علیہ السلام اس عذاب کے ٹلانے کی تدابیر انہیں سمجھاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو تو قحط کا عذاب ٹل جائے گا۔ اور قحط کی بجائے ہر قسم کی فراوانی ہو جائے گی۔

نجات کا راستہ

برادران اسلام!

• ہمارے لئے بھی نجات کا یہی راستہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگیں۔ اور آئندہ کے لیے قانون الٰہی (قرآن مجید) کے احکام کی پابندی کا پختہ وعدہ کریں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقینا نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص مجھ سے ڈر کر اسے چھوڑ دے گا میں اسے اس کے بدلے ایسا قیمتی ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔ (طبرانی: ۱۰۳۶۲)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر آنکھ زنا کرتی ہے (اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ مردوں کی نگاہوں سے بچ کر گزر جائیں) جب عورت عطر (خوشبو) لگا کر کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی اور ایسی ہوتی ہے یعنی زانیہ ہے۔ (ترمذی: ۲۷۸۶)

خطبۂ جمعہ

۴ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۵ء

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

برادرانِ اسلام!

ماہ ربیع الاول مسلمانوں کے لئے ایک خاص اہمیت کا مہینہ ہے۔ اسی ماہ میں سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق قبل از طلوعِ آفتاب ہوئی۔ حضورِ انورؐ کی پیدائش سے پہلے والدِ بزرگوار کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضورِ انور کے دادا عبد المطلب اپنے ۲۴ سالہ نوجوان پیارے فرزند عبد اللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے۔ اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے۔ اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن عقیقہ کیا۔ اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے سوال کیا۔ کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا ہے؟ عبد المطلب نے کہا "مُحمّد" لوگوں نے تعجب سے پوچھا۔ کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔ کہا میں چاہتا ہوں۔ کہ میرا بچہ دنیا بھر کی تعریف کا شایاں قرار دیا جائے۔

ایّامِ رضاعت

مکہ معظمہ کے شرفاء کا یہ دستور تھا۔ کہ اپنے بچوں کو جب وہ آٹھ دن کے ہو جاتے تھے۔ دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب ہوا کے مقام پر باہر بھیج دیا کرتے تھے۔ اسی دستور کے موافق حضورِ انورؐ کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ دو برس کے بعد آپ کا دودھ چھڑایا گیا۔

والدہ محترمہ کا انتقال

جب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار برس کی ہوئی۔ تو والدہ محترمہ نے حضورؐ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب حضورؐ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ اور دادا نے آپؐ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی۔

دادا کا انتقال

جب آنحضرتؐ کی عمر آٹھ برس دس دن کی ہوئی تو آپ کے دادا عبد المطلب نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔ تو آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی تربیت اپنے ذمہ لے لی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح

جب حضور جوان ہوئے تو آپ کو تجارت کرنے کا خیال آیا۔ مگر ذاتی سرمایہ نہیں تھا۔ جس سے تجارت کر سکیں۔ مکہ معظمہ میں شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہؓ تھیں۔ وہ بہت مالدار تھی۔ اور اپنے روپیہ سے تجارت کراتی رہتی تھی۔ اس نے حضورؐ سے خود درخواست کی۔ کہ اس کے روپیہ سے تجارت کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مال لے کر تجارت کو تشریف لے گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی ساتھ تھا۔ اس نے حضرت خدیجہؓ کو سفر کے تمام حالات سنائے اور آپ کے تمام محاسن اور جو خوبیاں سفر میں دیکھی تھیں وہ سب حضرت خدیجہؓ کے گوش گزار کیں۔ ان اوصافِ حمیدہ کو سن کر خدیجہؓ نے درخواست کر کے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کر لیا۔ نکاح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال تھی۔ اور خدیجہ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آنحضرت کے نکاح میں وہ ۲۵ سال زندہ رہی تھیں۔

قبل از بعثت حضورؐ کا احترام

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حمیدہ اور صفاتِ محمودہ کی بناء پر آپ کو نامِ مبارک سے لوگ نہیں پکارتے تھے بلکہ الصادق یا الامین کہہ کر پکارتے تھے۔

آپ نے دانشمندی سے بڑے بھاری اختلاف کو مٹا دیا

خانہ کعبہ کی دیواریں سیلاب کے باعث پھٹ گئی تھیں۔ اس لئے اس کی تعمیرِ جدید کی گئی۔ تعمیر میں سبھی شامل تھے۔ جب حجرِ اسود کے رکھنے کا موقعہ آیا۔ تو سخت اختلاف پڑ گیا۔ ہر شخص یہی چاہتا تھا۔ کہ یہ کام اس کے ہاتھ سے سرانجام ہو۔ چار دن تک یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ بالآخر ابو امیہ بن مغیرہ جو قریش میں سے سب سے بڑی عمر والا تھا اس نے یہ رائے دی۔ کہ کسی کو حکم بنا کر فیصلہ کر لو۔ اس کی اس رائے کو تسلیم کر لیا گیا اور یہ طے ہوا کہ اب جو شخص سب سے حرم میں آئے گا اسی کو حکم [illegible] جائے گا۔ حسنِ اتفاق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے تشریف لائے۔ آپ کو دیکھتے ہی هٰذَا الْاَمِیْنُ رَضِیْنَاہُ کے نعرے لگ گئے۔ کہ آپ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔

رفعِ اختلاف کی صورت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر بچھائی اس پر اپنے ہاتھ سے حجرِ اسود کو رکھ دیا۔ پھر ہر ایک قبیلے کے سردار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو اپنے مقام پر لائے۔ آنحضرتؐ نے پھر اسے اٹھا کر اپنے مقام پر رکھ دیا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دانشمندی سے ایک خونخوار جنگ سے قوم کو بچا لیا۔

نبوۃ کے عہدۂ جلیلہ کا عطا ہونا

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیس برس تمام ہو گئے۔ اور ایک ہی دن زائد ہوا۔ تو ۹ ربیع الاول مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء بروز دوشنبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصبِ نبوت کی اطلاع لے کر حضورِ انورؐ کی خدمت میں تشریف لائے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں تشریف فرما تھے۔

پہلا سبق

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا سبق یہ پڑھایا:-

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ

(باقی [illegible])

بقیہ خطبہ جمعہ

(۔۔۔ سے آگے)

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ٥ (سورۃ العلق پارہ ۳۰)

ترجمہ:- اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے سب کو پیدا کیا انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا - پڑھیے - اور آپ کا ربّ سب سے بڑھ کر کرم والا ہے جس نے قلم سے سکھایا - انسان کو سکھایا - جو وہ نہ جانتا تھا -

پہلے ہی دن مسلمان ہونیوالے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبلیغ شروع فرمائی - تو پہلے ہی دن مندرجہ ذیل حضرات حلقہ بگوش اسلام ہوئے - خدیجہ رضؓ - علی رضؓ (عمر ۸ سال) ابوبکر رضؓ زید رضؓ بن حارث (مولیٰ)

ابوبکر رضؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہونیوالے

عثمان رضؓ - زبیر رضؓ - عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف - طلحہ رضؓ - سعد رضؓ بن ابی وقاص رضؓ - ابوعبیدہ رضؓ بن الجراح عبداللہ رضؓ بن بلال - عثمان رضؓ بن مظعون - عامر رضؓ بن فہیرہ الدوسی - ابوحذیفہ رضؓ بن عتبہ - سائب رضؓ بن عثمان اور ارقم رضؓ مسلمان ہوئے -

قُمْ فَاَنْذِرْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عہدہ جلیلہ نبوّت کے ملنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے (قُمْ فَاَنْذِرْ) سورۃ المدثر رکوع ۱ پارہ ۲۹)

(ترجمہ) اٹھو پھر (کافروں کو) ڈراؤ -

اس حکم کے بعد پھر ارشاد ہوا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ) سورۃ الشعراء -

ترجمہ:- اور اپنے قریب تر کے رشتہ داروں کو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیے - اس ارشاد الٰہی کی تعمیل کے لئے آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے - پھر آپ نے پکارنا شروع کیا - اے بنی فہر - اے بنی عدی - قریش کے مختلف قبیلوں کو - یہاں تک کہ سب اکٹھے ہوگئے - جو شخص خود نہیں آسکتا تھا - تو اپنا کوئی نمائندہ بھیج دیتا تھا - تاکہ دیکھے کہ یہ بلاوا کیسا ہے - پھر ابولہب اور قریش جمع ہوگئے - آپ نے فرمایا - یہ بتلاؤ اگر میں اطلاع دوں - کہ ایک لشکر وادی میں آرہا ہے - جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے - کیا تم میری تصدیق کروگے - سب نے کہا ہاں - ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے -

آپ نے فرمایا - میں تمہیں سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہوں - (یعنی قیامت کا جو عذاب آنے والا ہے) تب ابولہب نے کہا - تیرے لیے بقیہ دن ہلاکت ہو - آیا اسی بات کے لیئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا - اس واقعہ پر تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہَبٍ وَّتَبَّ مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ نازل ہوئی -

قریش کیطرف سے ایذادہی

بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ رات کے وقت آپ کے پاؤں میں چبھیں - گھر کے دروازہ پر عفونتیں پھینکی جاتیں - ابن عمرو بن العاص کا چشم دید بیان ہے - کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے - عقبہ بن ابی معیط آیا - اس نے اپنی چادر کو بیٹ کر رسّی کی طرح بنالیا اور جب حضور انور سجدہ میں گئے - تو چادر کو آپ کی گردن میں ڈال دیا - اور پیچ دینے شروع کئے - گردن مبارک بھینچ گئی تھی - پھر بھی حضور انور اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے - اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق تشریف لائے - آپ نے دھکے دے کر عقبہ کو ہٹایا - اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھی :-

(اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ)

ترجمہ :- "کیا تم ایک ایسے آدمی کو مارتے ہو اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے - اور تمہارے پاس روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے "

چند شرارت پسند آدمی ابوبکر صدیق سے لپٹ گئے - اور انہیں بہت زدوکوب کیا -

مسلمانوں پر قریش کے مظالم

بلال رضؓ حبشی تھے - اور امیّہ بن خلف کے غلام تھے - جب اُمیّہ کو معلوم ہوا - کہ وہ مسلمان ہوگئے ہیں - تو انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتا تھا -

(۱) مکّہ معظمہ کی گرم ریت پر انھیں لٹا دیا جاتا - اور گرم گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیئے جاتے - (۲) کبھی مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا - (۳) گردن میں رسّی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دی جاتی - اور وہ مکّہ معظمہ کی پہاڑیوں میں انہیں لئے پھرتے - (۴) دھوپ میں بٹھا دیا جاتا (۵) بھوکا رکھا جاتا (۶) حضرت عثمان رضؓ کے مسلمان ہونے کی اطلاع ان کے چچا کو ہوتی تو وہ حضرت عثمان کو صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیتا - (۷) بعض صحابہ کرام کو قریش گائے یا اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے -

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم اور صبر

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف تبلیغ دین کے لئے تشریف لے گئے تھے - وہاں کے لوگوں نے حضور پر پھبتیاں کسیں - آوازے کسے اتنے پتھر مارے - کہ آنحضرت لہولہان ہو کر بے ہوش ہوگئے - پھر بھی بجائے بددعا کرنے کے یہی فرمایا - کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا - کیونکہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے - تو ممکن ہے کہ ان کی اولاد مسلمان ہوجائے -

(۲) ایک اعرابی آیا - اس نے آپ کی چادر کو جو موٹے کنارہ والی تھی - جھٹکا دیا - زور سے کھینچنے کے باعث حضور کی گردن پر نشان پڑ گئے - اس کے بعد اعرابی نے زبان سے کہا - محمد - خدا کا مال جو تمہارے پاس ہے - نہ تیرا ہے - اور نہ تیرے باپ کا ہے اس میں سے ایک شتر کا بار مجھے بھی دلاؤ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سی خاموشی کے بعد فرمایا - مال بے شک خدا کا ہے - اور میں اس کا غلام ہوں - اور حکم فرمایا - ایک بار شتر جو اور ایک بار شتر کھجوریں اسے دیدی جائیں -

(۳) احد کی جنگ میں کافروں نے رسول اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک توڑے آپ کے چہرہ اور سر مبارک کو زخمی کیا - صحابہ کرام نے عرض کی - کہ ان کے حق میں بددعا فرمایئے - آپ نے فرمایا - میں لعنت کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا - اللہ نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے لئے بھیجا ہے - اس کے بعد یہ دعا فرمائی - اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے - وہ مجھے نہیں جانتے -

پیارا اسلام

مکّہ معظمہ کے مشہور مالدار سردار عتبہ کو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مصالحت کے لئے بھیجا حضور انور کے سامنے عتبہ کی تقریر :-

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا بے حیائی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے اور حیا جس شے میں بھی ہوتی ہے اسے زینت بخش دیتی ہے۔ (ترمذی: ۱۹۷۴)

بقیہ خطبۂ جمعہ

(صد ۲۴ سے آگے)

"میرے بھتیجے محمد! اگر تم اس معاملہ میں مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم تمہارے لئے اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں۔ تو مالا مال ہو جائے۔ اور اگر عزت چاہتے ہو۔ تو ہم سب تمہیں اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم عرب کا بادشاہ بنا دینے کے لئے تیار ہیں۔ جو چاہو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ مگر تم اپنا یہ رویہ چھوڑ دو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "تم نے جو کچھ میرے متعلق کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مجھے مال۔ عزت۔ دولت۔ حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔"

حضور انور کیا چاہتے ہیں؟

دربار شاہ حبش میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر۔ "اے بادشاہ ہم جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے بیہودہ بکا کرتے تھے ہم میں انسانیت اور سچی مہمانداری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ و قانون نہیں تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب نسب سچائی۔ دیانت داری۔ تقویٰ۔ پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی۔ اور سمجھایا۔ کہ اس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اس نے ہمیں پتھروں کی پوجا سے روکا۔ اس نے فرمایا۔ کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں۔ گناہوں سے بچیں۔ برائیوں سے دور رہیں۔ اس نے ہمیں حکم دیا۔ کہ نماز پڑھا کریں۔ صدقہ دیا کریں۔ اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے۔

آخری عرضداشت

برادران اسلام رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پر لکھنے والوں نے بڑے بڑے ضخیم دفاتر بھی لکھے ہوئے ہیں۔ باایں ہمہ میرا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محاسن کو کوئی شخص ضبط تحریر میں نہیں لا سکا۔ اور نہ ہی لا سکتا ہے۔ یہ چند الفاظ میں نے حضور انور کے متعلق عرض کئے ہیں۔ تاکہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام لیوؤں میں میرا نام بھی شامل ہو جائے۔ اور اس نسبت کی برکت سے نجات ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو صحابہ کرام جیسی استقامت عطا فرمائے۔ اور ان کی طرح ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

وما علینا الا البلاغ

خطبہ جمعہ ——— ۱۱ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مناقب

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں عرض کر چکا ہوں کہ ربیع الاول کا مہینہ مسلمانوں کیلئے ایک خاص اہمیت کا مہینہ ہے اسی ماہ مبارک میں آفتاب نبوت کا دنیا میں طلوع ہوا تھا اور اسی ماہ میں وہ دنیا سے پردہ پوش ہوا تھا ماہ مبارک کی مناسبت کے لحاظ سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ ان کے ذکر کی برکت سے ہم سب حاضرین پر اللہ تعالے کی رحمت نازل ہو آمین یا الٰہ العالمین۔

وجود مبارک کی خوشبو

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا۔ کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ میرے قریب آجاؤ۔ میں آپ سے قریب ہو گیا۔ تو مجھے حضور کے بدن مبارک سے ایسی خوشبو مہکتی ہوئی معلوم ہوئی کہ ایسی خوشبو نہ کبھی مشک میں محسوس ہوئی نہ عنبر میں (رواہ بزاز)

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کے کسی راستہ سے گذرتے تھے تو لوگوں کو خوشبو کی مہک آتی تھی۔ اور معلوم ہو جاتا تھا کہ حضور کا گذر اس راستہ سے ہوا ہے (رواہ بزاز)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے آپ بھی میری امداد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے پاس مال تو نہیں ہے۔ کہ تمہیں دوں۔ ہاں ایک بڑے مونہہ والی شیشی اور درخت کی ایک لکڑی لے آؤ۔ اس نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ آپ نے اپنے ہاتھ کی کلائیوں کا پسینہ پونچھ پونچھ کر اس میں ڈالا۔ کہ اس سے شیشی بھر گئی۔ تب فرمایا۔ کہ اس کو لے جاؤ۔ اور اپنی بیٹی سے کہنا۔ کہ اس لکڑی کو شیشی میں ڈال کر اس پسینہ کو خوشبو کی جگہ استعمال کرے۔ اس لڑکی نے ایسا ہی کیا۔ تو وہ جس وقت خوشبو لگایا کرتی، تو اس کی مہک تمام اہل مدینہ کو محسوس ہوتی تھی۔ (رواہ ابو یعلیٰ و الطبرانی)

(۴) عمیرہ بنت مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ اور ان کی پانچ بہنیں بیعت کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ اس وقت گوشت کے ٹکڑے تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے گوشت کا ٹکڑا مجھے اور میری بہنوں کو دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ وفات کے وقت تک ان میں سے کسی کے مونہہ سے بو نہ آئی۔ (رواہ الطبرانی)

(۵) جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تھا۔ عصر کی نماز کا وقت آگیا۔ اور بہت تھوڑا سا پانی تھا۔ اسے ایک برتن میں ڈال کر خدمت اقدس میں لایا گیا۔ آپ نے اس میں ہاتھ ڈال کر انگلیاں پھیلا دیں۔ اور فرمایا کہ آکر وضو کرو۔ اور اللہ کی قدرت دیکھو۔ اللہ کی قسم میں نے آنکھوں سے دیکھا۔ کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے پانی نکل رہا تھا۔ اس وقت ہمارے مجمع کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ سب نے وضو کیا اور پیٹ بھر کر پانی پیا۔

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک میں ذرا ذرا سا فصل تھا۔ بوقت تکلم آپ کے دندان مبارک سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا (رواہ الترمذی)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پتھروں اور درختوں کے ذریعے

(۱) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما تھے۔ اتفاقاً میں خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے قریب بیٹھ گیا۔ اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ تشریف لائے۔ اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ ان کے بعد فاروق اعظم ان کے بعد ذی النورین رضی اللہ تعالے عنہما تشریف لائے۔ اس وقت حضور کے سامنے سات کنکریاں رکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان کو ہتھیلی پر رکھا۔ تو وہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگیں۔ حتیٰ کہ میں نے ان کی بھنبھناہٹ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سنی۔ اس کے بعد آپ نے ان کو ہاتھ سے رکھ دیا۔ وہ فوراً ہی چپ ہو گئیں۔ آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ تو وہ پھر سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگیں۔ حتیٰ کہ میں نے ان کی بھنبھناہٹ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سنی۔ اس کے بعد صدیق اکبر نے ان کو اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ وہ فوراً چپ ہو گئیں۔ آپ نے ان کو لے کر فاروق اعظمؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ وہ فوراً سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگیں۔ حتیٰ کہ میں نے ان کی بھنبھناہٹ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سنی۔ فاروق اعظمؓ نے اپنے ہاتھ سے رکھا۔ تو وہ پھر چپ ہو گئیں۔ آپ نے اٹھا کر حضرت ذی النورینؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ وہ فوراً سبحان اللہ۔ سبحان اللہ کہنے لگیں۔ حتیٰ کہ میں نے ان کی بھنبھناہٹ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سنی۔ حضرت ذی النورینؓ نے ان کو اپنے ہاتھ سے رکھا تو پھر چپ ہو گئیں۔ اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس کا نام خلافت نبوت ہے (رواہ البیہقی)

(۲) برہ بنت حجراۃؓ روایت کرتی ہیں کہ جب اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمانے کا ارادہ کیا۔ تو آپ حسب عادت قضائے حاجت کی غرض سے آبادی سے بالکل دور نکل جاتے تھے۔ اور پہاڑ کی گھاٹیوں اور نالوں تک پہنچتے تھے۔ تو جس پتھر یا درخت پر سے گذرتے تھے۔ وہ السلام علیک یا رسول اللہ پکارتا تھا۔ آپ دائیں بائیں گردن پھیر پھیر کر دیکھتے تھے۔ مگر کوئی نظر نہ آتا تھا (رواہ ابو نعیم)

(۳) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے۔ کہ مکہ کے مشرکوں کی ایذا دہی کی وجہ سے حضورؐ حجون پر غمزدہ (باقی صفحہ ۱۹ پر)

بقیہ خطبۂ جمعہ (صلا سے آگے)

ہو کر تشریف فرما تھے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ "اے اللہ۔ آج تو مجھ کو ایسا معجزہ دکھا دے۔ کہ اس کو دیکھنے کے بعد مجھ کو ان جھٹلانے والوں کی پروا ہی نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے حسب حکم خداوندی ایک درخت کو جو جنگل کے ایک کنارہ پر کھڑا ہوا تھا۔ پکارا۔ وہ درخت زمین پر سے تیزی کے ساتھ چلا۔ اور خدمت میں حاضر ہو کر اس نے آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے اس کو حکم دیا۔ کہ وہ واپس جائے۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ پھر آپؐ نے یہ فرمایا۔ کہ اب مجھ کو اپنی قوم میں سے جھٹلانے والوں کی کچھ بھی پروا نہیں ہے (رواہ بزاز والبیہقی)

حیوانات میں آپکے معجزات

(۱) عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ اتفاقاً ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی کہ فلاں قبیلے کے ایک شخص کا وہ اونٹ جس کے ذریعے سے وہ اپنے باغ کو پانی دیتا تھا۔ بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ یہ سنکر حضور اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ ہی ساتھ ہم سب بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ آپ اس کے قریب تشریف نہ لے جائیں مبادا آپ کو اس سے گزند پہنچے مگر حضورؐ اس کے قریب پہنچ گئے۔ اونٹ نے آپؐ کو دیکھتے ہی سجدہ کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے اونٹ کے سر پہ اپنا دستِ مبارک رکھا۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ کہ مہار لاؤ۔ آپ کو مہار دی گئی۔ آپ نے مہار لگائی۔ اور فرمایا۔ کہ اونٹ کے مالک کو بلاؤ۔ وہ بلایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس کو کھانے پینے کی تکلیف نہ دو۔ اور طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔ (رواہ ابونعیم والبیہقی)

(۲) یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ تو ایک اونٹ کو چلاتے ہوئے دیکھا۔ اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ ہمیں اونٹ کی نسبت سجدہ کرنے کا زیادہ حق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا۔ تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ تم جانتے ہو۔ کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مالکوں کی چالیس سال تک خدمت کی ہے۔ اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ تو انہوں نے میری خوراک کم کر دی۔ اور کام زیادہ لینا شروع کر دیا۔ اب ان کے ہاں ایک تقریب ہے۔ تو انہوں نے چھری لے کر میرے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ حضورِ انور نے اونٹ کے مالکوں سے یہ سرگزشت کہلا بھیجی۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے بالکل سچ کہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم اس کو میرے لئے چھوڑ دو۔

(۳) زید بن ارقم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں مدینہ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی گلی میں تھا۔ کہ ہمارا گذر ایک اعرابی کے خیمہ کی طرف سے ہوا۔ وہاں دیکھا۔ کہ ایک ہرنی خیمے کی چوبوں سے بندھی ہوئی ہے۔ اس نے آپ کو دیکھتے ہی عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ اس اعرابی نے مجھ کو پکڑا ہے اور جنگل میں میرے دو بچے ہیں۔ میرے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے۔ یہ نہ تو مجھ کو ذبح کرتا ہے۔ کہ اس مصیبت سے چھوٹ جاؤں۔ اور نہ آزاد کرتا ہے۔ کہ میں اپنے بچوں کے پاس جنگل میں پہنچ جاؤں۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ اگر میں تیری رسی کھول دوں۔ تو تو لوٹ کر آ جائے گی۔ اس نے عرض کی۔ کہ ضرور آ جاؤں گی۔ اور اگر وعدہ خلافی کروں۔ تو اللہ تعالےٰ مجھ کو عشار (محصول لینے والا) کا سا عذاب دے۔ آپ نے یہ سن کر اس کو چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر نہ گذرنے پائی تھی۔ کہ وہ اپنی زبان چاٹتی ہوئی واپس آ گئی۔ آپ نے اس کو پھر خیمہ سے باندھ دیا۔ اس کے بعد اعرابی اپنے ساتھ پانی کی مشک لئے ہوئے آیا۔ حضورؐ نے اس سے ارشاد فرمایا۔ کہ کیا تم ہرنی کو ہمارے ہاتھ بیچو گے وہ بولا۔ کہ یا رسول اللہ۔ میں یہ آپؐ ہی کو دے دیتا ہوں۔ آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا۔ کہ وہ جنگل میں سُبحانَ اللہ سُبحانَ اللہ اور

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ

کہتی پھرتی تھی (رواہ البیہقی)

آپکے معجزات کی فوقیت

تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات جمع کئے جائیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تعداد میں ان سب سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور رتبے میں بھی آپ کے معجزات کا درجہ بلند ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ کہ پتھر سے پانی بہ نکلا۔ ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ آپ نے کنکریوں کو ہتھیلی پر رکھا۔ تو سُبحانَ اللہ سُبحانَ اللہ کہنے لگ گئیں۔ اور راوی کہتا ہے کہ میں نے ان کی آواز سُنی۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے معجزہ میں پتھروں نے وہ کام کر دکھایا۔ جو انسان کرتے ہیں۔ یا ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ آپ پر جنگل کا ہر پتھر اور ہر درخت اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللہ کہتا تھا۔ پتھر سے پانی کا نکلنا بھی بے شک معجزہ ہے۔ اس پہ ہمارا ایمان ہے۔ مگر پتھر سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آواز کا نکلنا اس پر فوقیت رکھتا ہے۔ میں نے تبرکاً و تیمناً اس ماہ مبارک کی مناسبت سے عرض کر دیا ہے تاکہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوؤں میں اس سیاہ کار کا نام بھی شامل ہو جائے۔ اور ممکن ہے۔ کہ اسی نسبت سے مغفرت کا تمغہ مل جائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

آخری عرضداشت

جب خاتم النبیینؐ کا مرتبہ تمام انبیاء علیہم السلام سے بلند و بالا تر ہے۔ اور ہم آپ کی اُمت کہلاتے ہیں۔ تو ہمیں ہر شعبہ زندگی میں ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ جس سے حضورِ انورؐ کی عزت افزائی ہو۔ اور دربارِ الٰہی میں خیر امۃ کہلانے کے مستحق ہو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ اُمت تو آپ کی کہلائیں اور اعمال کے لحاظ سے شر امۃ ہو کر جہنم میں جائیں۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

خطبہ جمعہ ——— ۸ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۵۵ء

قرآن مجید میں زبردست انقلابی طاقت ہے

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

قولہ تعالیٰ :- (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوا ص وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ط كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ٥

(سورۃ آل عمران رکوع ۱۱ پ ۴)

ترجمہ :- اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو - اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو - جبکہ تم آپس میں دشمن تھے - پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی - اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے - اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے - پھر تمہیں اس سے نجات دی - اسی طرح تم پر اللہ اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے - تاکہ تم ہدایت پاؤ -

سرسری نظر

اس آیت پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے - کہ قرآن مجید پر ایمان لانے والوں میں یہ انقلاب آیا - کہ جو لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے دوست بن گئے - اور جو لوگ دوزخ میں داخل ہونے والے تھے - وہ بہشتی ہوگئے -

مزید تفصیل

اگر غور کر کے دیکھا جائے - تو یہ چیز بآسانی معلوم ہوسکتی ہے کہ ان میں کون کون سے گناہ تھے - جن کے باعث وہ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر پہنچے ہوئے تھے -

پہلا شرک بت پرستی

قولہ تعالیٰ (سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا ٥ (سورۃ الانعام رکوع ۱۸ پ ۸)

ترجمہ :- اب مشرک کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا - تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے -

قولہ تعالیٰ :-

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ٥

(سورۃ الزخرف رکوع ۲ پ ۲۵)

(ترجمہ) اور کہتے ہیں - اگر رحمان چاہتا تو ہم انہیں نہ پوجتے انہیں اس کی کچھ خبر نہیں - وہ محض اٹکل دوڑاتے ہیں -

مولانا حالی کی شہادت

وہ دُنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیلؑ ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے اُبلیگا چشمہ ہدیٰ کا
وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا
قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا
کسی کا ہبل تھا - کسی کا صفا تھا
یہ عزّا پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

دوسرا کفر

کفر سے یہ مراد ہے کہ احکام الٰہی کے تسلیم کرنے سے انکار کرنا -

قولہ تعالیٰ :- (وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ (سورۃ السبا رکوع ۴ پارہ ۲۲)

(ترجمہ) اور کافر کہتے ہیں ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے - اور نہ اس پر جو اس سے پہلے موجود ہے -

تیسرا
اخلاقی تنزل

قرآن مجید پر ایمان لانے سے پہلے ان کی زندگی حیوانوں سے بھی بدتر تھی -

قولہ تعالیٰ :- (وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ صلے لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا ز وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا ز وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ط أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ط أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ٥

(سورۃ الاعراف رکوع ۲۲ پارہ ۹)

ترجمہ :- اور ہم نے دوزخ کے لئے بہت سے جن اور آدمی پیدا کئے ہیں - ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں - اور آنکھیں ہیں - کہ ان سے دیکھتے نہیں - اور کان ہیں - کہ ان سے سنتے نہیں - وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے - بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں - یہی لوگ غافل ہیں ٭

مولانا حالی کی شہادت

قبل از بعثت ان کی حالت

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے
نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے!
تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے!
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا

قبل از بعثت ان کی خونخواری

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھے شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

قبل از بعثت ان میں جوا بازی و شراب خوری

جوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی، دیوانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بُری تھی

قرآن مجید کی برکت سے انقلاب

قرآن مجید پر ایمان لانے اور اسے اپنا دستور العمل بنانے اور اسے عملی جامہ پہنانے کی برکت سے انہیں لوگوں میں ایسا انقلاب آیا - کہ خدائے قدوس وحدہٗ لا شریک کے دربار سے بھی ان کی تعریف ہونے لگی - چنانچہ ارشاد ہوا -

(كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ط (الآیۃ)

(سورۃ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴)

ترجمہ - تم سب امتوں میں سے بہتر ہو - جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں - اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو - اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو -

پہلے کیا تھے،

جو نقشہ ان لوگوں کا مولانا حالی کی زبان سے آپ

(باقی ص۱۹ پر)

بقیہ خطبہ جمعہ

(صلہ سے آگے)

سن چکے ہیں۔ اس لحاظ سے انہیں خیر امتہ کہا جائے۔ تو بعید از قیاس نہیں تھا۔

اب کیا بن گئے

اب اللہ تعالٰے نے انہیں (خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) کا لقب عطا فرمایا ہے۔ یعنی جتنی اُمتیں اصلاح خلق اللہ کے لئے دُنیا میں بھیجی گئی ہیں۔ ان میں سب سے بہتر یہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت ہے۔

اس اُمت کے محاسن

(۱) سب اُمتوں سے بہتر اُمت ہے۔
(۲) لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے والے ہیں تو یہی ہیں۔
(۳) بُرائی سے روکنے والے ہیں تو یہی ہیں۔
(۴) اصلی۔ کھرے اور سچے ایماندار ہیں۔ تو یہی جماعت ہے۔

(یہ الفاظ میں نے اس لئے استعمال کئے ہیں۔ کہ اللہ جل شانہٗ جن لوگوں کے ایمان کی شہادت دے رہے ہیں۔ ان کے حق میں یہ الفاظ موزوں ترین ہیں)

ان کے انقلاب کا نقشہ مولانا حالی کی زبان سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ!
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی
اک آواز میں سوتی بستی جگادی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے
سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا
حقیقت کا گُر ان کو اک اک بتایا
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا
بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

فاعتبروا یا اولی الابصار

برادران اسلام۔ ہمارا ایمان ہے کہ آج ہمارے ہاتھوں میں وہی قرآن مجید ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں موجود تھا۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اس کے اندر آج بھی وہ تاثیر موجود ہے۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے موجود تھی اور اس پر عمل کرنے والوں کی امداد کے جو وعدے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اللہ تعالٰے نے کئے تھے۔ آج بھی وہ وعدے اس پر عمل کرنے والوں کے لئے موجود ہیں۔

پھر کمی کس چیز کی ہے

کمی اس چیز کی ہے۔ کہ آجکل کے مسلمان سارے کے سارے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہے۔ جو سرے سے قرآن مجید پر عمل کرنے کی مخالف ہے۔ ان کا یہ مقولہ ہے کہ ہم ملّا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کیا ملّا کے پاس کمیونزم ہے یا سوشلزم ہے۔ ملّا کے پاس قرآن مجید ہی تو ہے۔ یا اس کی شرح حدیث نبی کریم ہی ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ملّا ازم نہیں قائم ہونے دیں گے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نبی کریم کو ملک میں نافذ نہیں ہونے دیں گے۔ مسلمانوں میں ایک دوسرا گروہ وہ ہے۔ جو کہتا ہے کہ قرآن مجید کو نافذ کریں گے۔ لیکن اس کا مفہوم اور مطلب وہ نہیں لیں گے۔ جو ساڑھے تیرہ سو سال سے اسلام کے فدائی اور جان نثار مفسرین اور محدثین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے لے کر آج تک سنتے اور سناتے۔ پڑھتے اور پڑھاتے آئے ہیں۔ ایک تیسرا گروہ ہے۔ جو اقلیت میں ہے وہ چاہتا ہے کہ اسلام کا وہ نقشہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں تھا۔ علمی طور پر بھی رائج ہو۔ اور عملی طور پر بھی اسی رنگ کی پیروی کی جائے تاکہ جو برکتیں اس زمانہ میں مسلمانوں کو نصیب ہوتی تھیں۔ وہ آج پھر مسلمانوں کو نصیب ہوں اور جو خدا تعالٰے کی رحمتیں اس وقت کے مسلمانوں پر نازل ہوتی تھیں آج پھر نازل ہوں۔ لیکن ان کی اقلیت کے باعث ان کی آواز کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔

اللہ تعالٰے مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے

مذکورۃ الصدر صورت کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰے مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے کیونکہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ دو گروہ ساڑھے تیرہ سو سالہ اسلام کے زندہ کرنے کے مخالف ہیں۔ ایک علی الاعلان کھلم کھلا مسلمان کہلا کر اسلام کو مٹانا چاہتا ہے جو علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ ملّا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے۔ جس کی تفصیل پہلے عرض کر چکا ہوں۔ دوسرا گروہ وہ اسلام کا نام لیتا ہے۔ مگر جو اسلام مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ تعالٰے کے ذریعہ سے تیرہ سو سال سے منتقل ہو کر چودھویں صدی والے مسلمانوں کو نصیب ہوا ہے۔ اس کا مخالف ہے۔ وہ فقط قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر اس کی نئی تشریح کرنا چاہتا ہے۔ ان حالات میں صاف صاف عرض کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالٰے مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے

ایک درخواست

یہ عاجز بھی اس گروہ میں شامل ہے جسے حقارت آمیز طریقہ سے ملّا کہا جاتا ہے میں مسلمانوں کے پہلے دو گروہوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ مجھے پہلے فقط ایک سال کے لئے امتحاناً پاکستان کے ایک صوبہ کی حکومت دیدیجئے۔ انشاء اللہ تعالٰے اللہ جل شانہٗ کی غیبی امداد سے قرآن مجید کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر حکومت قائم کرکے دکھا دوں گا۔ اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے مجھے یقین کامل ہے کہ پاکستان کے سب سے پہلے گورنر جنرل اور مسٹر لیاقت علی خان کے اعلان کے مطابق آپ کو پاکستان کی تصویر نظر آنے لگے گی۔ اور کافی اور معتدبہ حالت تک محمدی اسلام کا نقشہ نظر آنے لگے گا۔ خدا کے فضل سے جب آثار اچھے نظر آئیں گے۔ تو پھر دو سال مزید مہلت دیدیجئے گا۔ تاکہ تین سال کے اندر اسلام محمدی (مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ تعالٰے) کا پورا نقشہ اس صوبہ میں نظر آنے لگے۔

معاونین اور میعاد

ایک صوبہ میں اس نقشہ پر نظام قائم کرنے کے لئے پہلے مجھے اپنے ہم خیال و ہم رنگ معاونین کے انتخاب کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اور اس انتخاب کی میعاد تین ماہ ہوگی۔ میرا یقین ہے۔ کہ حکومت کے ہر شعبہ میں ایماندار۔ دیانتدار۔ فرض شناس۔ اسلام کے سچے خیر خواہ مسلمانوں کے پکے ہمدرد۔ اسلام محمدی کو زندہ کرنے کے خواہشمند موجود ہیں۔ انشاء اللہ تعالٰے اور تو اور مجھے پولیس اور فوج میں سے ان صفات حمیدہ سے متصف آدمی مل جائیں گے۔ جو میرے دست و بازو بنیں گے۔ جو اللہ تعالٰے کے دربار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخرو ہونے کے لئے پوری ہمت سے کام کریں گے۔ انشاء اللہ تعالٰے جب ایک صوبہ میں قدامت پسندوں کے ہاتھ سے اسلام محمدی کا نمونہ قائم ہو جائے گا تو پھر باقی صوبوں کو بھی اسی پر ڈھال لیجئے گا۔

وما علینا الا البلاغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ: ۲۵ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۵۵ء

مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ

(از حضرت شیخ التفسیر جناب مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور)

بعض الفاظ مختلف زبانوں میں مستعمل ہوتے ہیں اور ان مختلف زبانوں میں ان کی معنی بھی بدل جاتی ہے مثلاً بعض الفاظ سندھی زبان میں گالی ہیں اور پنجابی زبان میں وہ بڑے مہذب سمجھے جاتے ہیں۔ اور بعض الفاظ پنجابی زبان میں گالی ہیں۔ اور سندھی زبان میں بڑے مہذب سمجھے جاتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس

مردہ اور زندہ کے الفاظ عام انسانوں کی اصطلاح میں ان کے معنی کچھ اور ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح میں ان کے معنی کچھ اور ہیں۔ عام انسانوں کی اصطلاح میں زندہ وہ ہے۔ جو چلے پھرے کھائے پیئے۔ بولے چالے۔ وغیرہ اور مردہ وہ ہے۔ جو نہ اٹھے نہ بیٹھے۔ نہ کھائے نہ پیئے۔ نہ بولے چالے وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ متفق علیہ

(ترجمہ) ابی موسیٰ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔ اور جو یاد نہیں کرتا۔ زندہ اور مردہ کی ہے (یعنی ذاکر زندہ اور غافل مردہ)

حاصل

یہ نکلا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اصطلاح میں ذکر الٰہی کرنے والے کو زندہ اور ذکر الٰہی نہ کرنے والے کو مردہ سمجھا جائے گا۔ جب غافل کو مردہ کہا گیا پھر مشرک اور کافر تو بطریق اولیٰ شریعت کی اصطلاح میں مردہ کہلانے کے مستحق ہوں گے۔

زندہ سے مردہ کی پیدائش

حضرات انبیاء علیہم السلام ذاکرین کے امام ہیں اس لئے ان کی روحانی زندگی دوسروں کی روحانی زندگیوں سے بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہوتی ہے۔ اب اس ذات بے نیاز کی قدرت کا تماشہ دیکھئے۔ اور اس کی بے نیازی کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور بالآخر عقل کو یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اے اللہ تیری مصلحتوں اور حکمتوں کو تو ہی جانتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ تیرا ہر کام مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ مگر انسان تیری مصلحتوں کی تہ تک پہنچنے سے عاجز ہے۔ بس یہی عقیدہ کافی ہے

نؤمن کما جاء ولا نسئل عن کیفیتہ

(ترجمہ) جیسا کہ (شریعت میں) آیا ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت دریافت نہیں کرتے۔

قدرت کا تماشہ

حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے اولوالعزم نبی اور ان کا بیٹا کافر۔ قولہ تعالیٰ:-

وَنَادٰی نُوْحُ ِۨ ابْنَہٗ وَکَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا وَلَا تَکُنْ مَّعَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَیْنَہُمَا الْمَوْجُ فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ۝ (سورۃ ہود رکوع ۴ پارہ ۱۲)

ترجمہ:- اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا۔ جبکہ وہ کنارہ پر تھا۔ اے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ کہا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔ جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ کہا آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں۔ مگر جس کو وہی رحم کرے اور ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی۔ پھر وہ ڈوبنے والوں میں ہو گیا۔

مردہ سے زندہ کی پیدائش

قولہ تعالیٰ:-

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ یٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا ۝ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَہْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا ۝ یٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ۝ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَکُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ۝ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِہَتِیْ یٰٓاِبْرٰہِیْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَہِ لَاَرْجُمَنَّکَ وَاہْجُرْنِیْ مَلِیًّا ۝ (سورۃ مریم رکوع ۳ پارہ ۱۶)

(ترجمہ) اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کر۔ بیشک وہ سچا نبی تھا۔ جب اپنے باپ سے کہا۔ اے میرے باپ تو کیوں پوجتا ہے۔ ایسے کو جو نہ سنتا۔ اور نہ دیکھتا ہے۔ اور نہ تیرے کچھ کام آسکے۔ اے میرے باپ بے شک مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے۔ جو تمہیں حاصل نہیں۔ تو آپ میری تابعداری کریں۔ میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ اے میرے باپ شیطان کی عبادت نہ کر۔ بیشک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ بیشک مجھے خوف ہے۔ کہ تم پر اللہ کا عذاب آ پڑے پھر تم شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔ کہا۔ اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ البتہ اگر تو باز نہ آیا۔ میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ اور مجھ سے ایک مدت تک دور ہو جا۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ مشرک ہونے کے لحاظ سے مردہ ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام امام الموحدین ہونے کے لحاظ سے زندہ ہیں تو گویا ایک مردہ سے زندہ پیدا ہوا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

آجکل بھی یہ ہو رہا ہے

آپ دیکھتے ہیں کہ بعض آدمی کافروں کے گھر پیدا ہو کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ تو گویا مردہ سے زندہ پیدا ہوا۔ اور ایسی مثالیں بھی آپ دیکھیں گے۔ کہ بعض بدنصیب مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد کافر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کمیونسٹ ہو گئے۔ جو کہ خدا تعالیٰ کو بھی نہیں مانتے۔ اللھم اعذنا منہ

اس کا سبب

مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد دائرہ اسلام سے نکل جانے کا اصلی سبب یہ ہے۔ بقول شخصے

ع بے میوہ نہ میوہ رنگ گیرد

آجکل انگریزی تعلیم پر مسلمان فدا ہیں۔ بچے کو کلمہ توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی نہیں سکھاتے۔ اور سکولوں اور کالجوں میں تعلیم دلانا حسب توفیق اپنا فرض عین خیال کرتے ہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں انگریز کے زمانہ میں دین کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ پرائمری سے لے کر ایم۔ اے تک کہیں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی نہیں سکھایا جاتا تھا۔ اس لئے اب پاکستان بننے کے بعد سکولوں اور کالجوں کے ٹیچر اور پروفیسر بھی وہی ہیں۔ جن کے رگ و ریشہ میں وہی انگریزی تعلیم۔ انگریزی تمدن۔ انگریزی تہذیب کی دلدادگی رچی ہوئی ہے۔ اس لئے نہ ان لوگوں کے دلوں میں دین کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور نہ ان کے دلوں میں دین کی کوئی عزت ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ ان میں سے بعض بندے یقیناً مستثنیٰ ہیں۔ اور وہ میں کہتا ہوں کہ گورنمنٹ کے ہر شعبے میں پائے جاتے ہیں۔ جن کے دل میں اسلام کا احترام ہے۔ اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ لڑکوں کے دلوں میں اسلام کا نور پیدا ہو۔ اور وہ دیندار ہو جائیں۔ مگر طوطی کی نقار خانہ میں کون سنتا ہے کی سی صورت پیدا شدہ ہے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورتیں لباس پہنے ہوئے بھی عریاں ہیں، خود بھی حق سے ہٹی ہوئی ہیں دوسرے لوگوں کو بھی حق سے ہٹاتی ہیں۔ وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے آتی ہے۔ (موطا:۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعت کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ کیا تمھاری زینت کے لیے چاندی کے زیور کافی نہیں ہیں؟ یاد رکھو تم میں جو عورت بھی مظاہرہ یعنی دکھلاوے کے لیے سونے کا زیور پہنے گی اس کو اس کے باعث عذاب دیا جائے گا۔

بقیہ خطبہ جمعہ:۔ (صفحہ ۲ سے آگے)

غرضیکہ موجودہ نسل اساتذہ کی جو سکولوں اور کالجوں میں کام کر رہی ہے۔ وہ وہی لوگ ہیں کہ انگریز کے تربیت یافتہ ہیں۔ اسی لئے تو یہ تعلیم یافتہ طبقہ یہ نعرہ لگاتا ہے۔ مولوی بڑے بے ایمان۔ اور ملا ازم ہنیں قائم ہونے دینگے جبکہ مربی ایسے ملیں تو پھر بتلائیے۔ کہ بچوں اور نوجوانوں میں اسلام کا رنگ۔ اسلام پر فریفتگی۔ اور اسلام کے لئے دلدادگی کہاں سے پیدا ہو۔

اصلاح کیصورت

آج اگر ذمہ داران تعلیم یہ فیصلہ کرلیں کہ اسکولوں میں ٹیچر اور کالجوں میں پروفیسر اور پرنسپل وہ رکھے جائینگے جنہوں نے سکول اور کالج میں اگرچہ دین کی تعلیم نہیں پائی۔ مگر خارجی وقت میں انہوں نے دینی تعلیم میں کافی مہارت پیدا کی ہوئی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ شرط بھی بڑھا دیں کہ دین کی تعلیم پانے کے بعد ان میں اسلام کا عملی رنگ بھی کم و بیش پایا جائے۔ مثلاً کم از کم نماز روزہ کے پابند ہوں۔ شریعت کا احترام کریں۔ لڑکوں میں بیداری [illegible] کے خواہاں ہوں۔ پھر دیکھئے گا۔

کہ سکولوں اور کالجوں کے طلبہ میں ایک دو سال کے بعد آپ کو ایک انقلاب نظر آنے لگے گا۔ اور آٹھ دس سال تک تو انشاء اللہ تعالیٰ قوم کے نوجوانوں کی کایا پلٹی ہوئی نظر آئے گی۔ وما علینا الا البلاغ۔

خطبہ جمعہ ———— ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۵۵ء

دو جماعتیں دین کی محافظ ہیں
علماء کرام اور صوفیائے عظام

از جناب شیخ تفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ

برادران اسلام۔ دنیا میں یہ قاعدہ مسلم چلا آرہا ہے۔ کہ جس چیز کی حفاظت مقصود ہو۔ اس کے لئے محافظ مقرر کیا جاتا ہے۔ مثلاً حکومت چاہتی ہے کہ جیل کے قیدیوں میں سے کوئی بھاگنے نہ پائے۔ تو حکومت جیل میں ہر وقت محافظ رکھتی ہے۔ جو دن اور رات کے چوبیس گھنٹے پہرہ دیتے رہتے ہیں۔ تاکہ کوئی جیل سے بھاگ نہ جائے۔ اسی طرح جب اللہ تعالے چاہتا تھا۔ کہ اس کا نازل کردہ دین مخالفین کی زد سے محفوظ رہے۔ تو اس نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنے بندوں میں سے ایسے حضرات کو منتخب فرمایا۔ جو حفاظت کی ذمہ داری کو باحسن وجوہ انجام دے سکتے تھے۔ اور یہ صلاحیت فقط ان علماء کرام ہی کو حاصل تھی۔ جنہوں نے اپنی عزیز عمروں کو دین الٰہی کے سمجھنے اور اس کے بعد اسے انسانوں کو ذہن نشین کرانے میں صرف کیا ہو۔ یہ قاعدہ ہے۔ کہ ایک چیز علمی طور پر ذہن نشین ہوجاتی ہے۔ مگر اسے عملی جامہ پہنانے کی توفیق نہیں ہوتی۔ جب تک اس کے عامل کی ہم نشینی نصیب نہ ہو۔ کیا خوان یغما میں لذیذ کھانوں کے پکانے کی جو ترکیبیں لکھی ہوئی ہیں۔ انہیں پڑھ کر کوئی شخص پکا سکتا ہے۔ جب تک کہ کسی باورچی کی شاگردی نہ کرے قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گزشتہ شریعتوں میں بھی یہی دونوں جماعتیں دین کی حفاظت کی ذمہ وار ٹھیرائی گئی تھیں۔ مثلاً

قولہ تعالی:۔ لَوْلَا یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (سورہ المائدہ رکوع ۹ پارہ ۶ ترجمہ ان کے فقراء اور علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے انہیں کیوں نہیں منع کرتے۔ البتہ بری ہے۔ وہ چیز جو وہ کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ جب خدا کسی قوم کو تباہ کرتا ہے۔ تو اس کے عوام گناہوں اور نافرمانیوں میں غرق ہوجاتے ہیں۔ اور اس کے خواص یعنی درویش اور علماء گونگے شیطان بن جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا حال یہی ہوا۔ کہ لوگ عموماً دنیوی لذات و شہوات میں منہمک ہوکر خدا تعالےٰ کی عظمت اور جلال اور اس کے قوانین و احکام کو بھلا بیٹھے۔ اور جو مشائخ اور علماء کہلاتے تھے۔ انہوں نے امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا۔ کیونکہ دنیا کی حرص اور اتباع شہوات میں وہ اپنے عوام سے بھی آگے تھے۔ مخلوق کا خوف یا دنیا کا لالچ حق کی آواز بلند کرنے سے مانع ہوتا تھا۔ اسی سکوت اور مداہنت سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں۔ اسی لئے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو قرآن و حدیث کی بیشمار نصوص میں بہت ہی سخت تاکید و تہدید کی گئی ہے۔ کہ کسی وقت اور کسی شخص کے مقابلہ میں اس فرض امر بالمعروف کے ادا کرنے سے تغافل نہ برتیں۔

حاصل یہ نکلا۔ کہ یہود کی بے دینی کا باعث ان کے فقراء اور مشائخ کی خاموشی کو قرار دیا گیا۔ کیونکہ وہ حضرات یہود کو امر بالمعروف (نیکی کا حکم کرنا) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) نہیں کرتے اس لئے قوم گمراہ ہوگئی ہے۔

نصاریٰ کا ذی علم طبقہ اور فقراء

قولہ تعالی (وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ) سورۃ المائدۃ رکوع ۱۱ پارہ ۷ ترجمہ اور تو سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں سے ان لوگوں کو پائیگا۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں علماء اور فقراء ہیں۔ اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتے حاصل یہ نکلا۔ کہ نصاریٰ کے علماء اور فقراء نیک ہیں۔ اس لئے وہ مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں۔

پھل اچھا تب ہوگا جب بیج اچھا ہوگا
علم دین کے طالب کی نیت صحیح ہونی چاہیے

عن ابی ہریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تعلم علماً مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیٰمۃ۔ یعنی ریحہا رواہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ ترجمہ جس شخص نے وہ علم حاصل کیا۔ جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاسکتی تھی۔ وہ شخص محض اس غرض سے پڑھتا ہے کہ اس سے دنیا کا سامان حاصل کرے۔ قیامت کے دن وہ بہشت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

لہٰذا دین الٰہی کے طالب علم کو چاہئے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا دین (کتاب و سنت) محض اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے پڑھے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی قسمت میں جو رزق لکھا ہوا ہے۔ وہ ضرور ہی مل جائے گا۔ شعر

دو چیز آدمی کا کشد زور زور
یکے آب و دانہ دگر خاک گور

رضائے الٰہی حاصل کرنے کیلئے علم دین پڑھنے کا ثواب

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ (و من سلک طریقا یلتمس فیہ علماً سہل اللہ لہ بہ طریقاً الی الجنۃ) ترجمہ اور جو شخص ایسا راستہ چلے جس میں علم (دین) پڑھنے کے لئے جا رہا ہو۔ اس کے سبب سے اللہ اس پر بہشت کا راستہ آسان کر دیگا۔

(امام) احمد۔ ترمذی۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ دارمی میں ابو الدرداء کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص ایسا راستہ چلے جس میں علم دین حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ اسے اس کے سبب سے بہشت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلا دے گا۔ اور تحقیق فرشتے البتہ اپنے پروں کو طالب العلم کی رضا کے لئے رکھ دیتے ہیں۔ (یعنی اس کے علم حاصل کرنے میں آسانی کی کوشش کرتے ہیں)

ان فضیلتوں کا سبب

برادران اسلام آپ نے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے دین کے طالب العلم کی فضیلتیں سنی ہیں۔ میرے خیال میں ان کا یہ سبب ہے۔ تاکہ مسلمان شوق سے دین الٰہی کا علم حاصل کریں اور عالم ہونے کے بعد اللہ تعالےٰ کے دین کے علمبردار اور محافظ ثابت ہوں۔ یہ یاد رہے۔ کہ جو شخص رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے علم دین پڑھنے کے لئے گھر سے نکلے۔ وہ خواہ پچاس سال علم دنیوی کے حصول کے لئے دنیا بھر کا چکر کاٹتا پھرے تاکہ یہ علم پڑھ کر دنیا کمائے بارگاہ الٰہی میں اس کے پچاس سالہ زمانہ طالبعلمی کی ایک دھیلہ برابر بھی قیمت نہیں ہے۔

مبارکباد

طلبہ علوم دینیہ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ علم دین حاصل کرنے کے لئے جو سفر آپ کرتے ہیں۔ اس سفر کے عوض میں جنت کے راستہ پر چلنے کی توفیق

بقیہ خطبہ جمعہ

(صفحہ سے آگے)

نصیب ہوگی۔ اور اس نعمت کا اصلی سبب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی اس ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے لئے علماء کرام آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ وہ علماء کرام بالآخر دنیا سے رخصت ہوں گے۔ تو ان کی جگہ اشاعت و حفاظت قرآن کے لئے آپ ہی بحیثیت اپنے اساتذہ کرام کے علمی خلف الرشید ہونے کے ان کے مسند کو آباد رکھینگے اے طلبہ کرام۔ آپ کو اللہ تعالےٰ عالم باعمل بنائے اور تبلیغ و اشاعت قرآن مجید کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

کتاب وسنۃ کے علماء کرام کی فضیلت

احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ دارمی۔ میں ابوالدرداء کی روایت میں یہ الفاظ ہیں (وان العالم یستغفر لہ من فی السموٰت ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درہما وانما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر) ترجمہ اور بیشک عالم کے لئے سب آسمانوں اور زمین میں رہنے والے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اور پانی میں مچھلیاں بھی (عالم کے لئے) دعاء مغفرت کرتی ہیں۔ اور عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو باقی ستاروں پر اور بیشک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ اور بیشک انبیاء کا ورثہ دینار او ر درہم نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا ورثہ علم ہے جس کا وارث (انہوں نے) عالم کو بنایا ہے۔ پس جس شخص نے علم کو حاصل کیا۔ اس نے کامل حصہ پایا۔

درس قرآن مجید کی فضیلت

صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ (وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینہم الا نزلت علیہم السکینۃ وغشیتہم الرحمۃ وحفتہم الملائکۃ وذکرہم اللہ فیمن عندہ ومن بطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ) ترجمہ اور جب کوئی قوم خدا کے گھر میں جمع ہوجاتی ہے اور کتاب اللہ کو پڑھتی اور پڑھاتی ہے۔ تو اس پر خدا کی تسکین نازل ہوتی ہے۔ اور خدا کی رحمت اس پر چھا جاتی ہے۔ اور فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اللہ اس قوم کا ذکر ان فرشتوں میں کرتا ہے۔ جو اس کے پاس رہتے ہیں۔ اور جس شخص نے عمل میں قصور کیا۔ اس کا نسب کام نہ آئے گا۔

مبارکباد

اے۔ قرآن مجید کا درس دینے والے علماء کرام آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں آپ کے اس درس قرآن مجید کی بڑی عزت ہے۔ اسی کی برکت سے درس قرآن مجید کے وقت وہ رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ جن کا ذکر ابھی آپ سن چکے ہیں۔

دعا

اے اللہ۔ درس قرآن مجید دینے والے علماء کرام کے دلوں میں قرآن مجید کا وہ مطلب ڈال جو تو اپنے بندوں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اور ان کی زبانوں سے وہ کہلوا۔ جو تو اپنے بندوں سے کہنا چاہتا ہے۔ اور چونکہ تیرے رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری سیرت تیرے قرآن مجید کی شرح ہے۔ اس لئے درس قرآن مجید دینے والوں کو قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتے وقت تیرے پیغمبر کی سیرت کو سامنے رکھ کر بیان کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور یہ حضرات جو کچھ تیری توفیق سے بیان فرمائیں۔ انہیں بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یا الہ العالمین

دین کی محافظ دوسری جماعت صوفیائے عظام ہیں

صوفیائے عظام بھی اللہ تعالےٰ کے دین کے محافظ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسند نشین ہیں۔ کتاب وسنۃ کی علمی تبلیغ و اشاعت تو علماء کرام کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کتاب وسنۃ پر عملی رنگ جو نظر آتا ہے۔ اس میں بفضلہ تعالےٰ صوفیائے کرام کا بہت بڑا دخل ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ حق پرست علماء کرام کے مدارس دینیہ میں کتاب وسنۃ کی بہترین تعلیم دی جاتی ہے۔ اور وہاں کے طلبہ کتاب وسنۃ کے بہترین عالم ہوکر نکلتے ہیں۔ مگر چونکہ کتابی تعلیم کے ساتھ طلبہ کو اپنی عملی تربیت پیش نظر نہیں ہوتی۔ اس لئے عملی کمزوریاں باقی رہتی ہیں۔ ان کی اصلاح کے لئے کسی شریعت کے عامل کامل کی دامنگیری کی ضرورت پیش آتی ہے میں اس وقت ان کمزوریوں کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا البتہ یہ ضرور عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ مجھے ان چیزوں کا تجربہ ہے۔ علوم مروجہ سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً ۴۴ سال سے مجھے طلبہ علوم دینیہ کی خدمت کا موقعہ ملا ہے۔ اور محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے تقریباً ۳۵ سال سے فارغ التحصیل علماء کرام کو ہر سال رمضان المبارک میں دورۂ تفسیر پڑھاتا ہوں اس لئے اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ کہ علماء کرام بھی جب تک کسی باطن کے کامل کے سامنے زانوئے ادب تہ کرکے اپنی تربیت نہ کرائیں۔ کتاب وسنۃ کا عملی رنگ ان پر مکمل نہیں چڑھتا۔

اصلی صوفیائے کرام

برادران اسلام۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے۔ کہ ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں پیدا کی ہیں اس قاعدہ کے ماتحت تصوف کے بھیس میں سامنے آنے والوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اسی لئے کسی نے فرمایا ہے

شعر اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دست نباید داد دست

اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص صوفی کہلائے آسمان پر اڑتا ہوا آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے۔ اور قبلۂ عالم کہلائے۔ اگر اس کا مسلک و طریقہ کتاب وسنۃ کے خلاف ہے۔ تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بلحاظ ادب و احترام گناہ ہے۔ اور اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اور ہوجائے۔ تو توڑنا فرض عین ہے۔

کھرے صوفیائے کرام

وہ حضرات ہیں۔ جن کا تصوف کتاب وسنۃ کے تابع ہو۔ اور موجب ارشاد رحمۃ العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام جنہیں دیکھا جائے۔ تو خدا یاد آئے۔ اس کے علاوہ ان کی صحبت میں بیٹھے۔ تو طبیعت میں رجوع الی اللہ کے اثرات محسوس ہوں۔ (بشرطیکہ اپنے اندر کا نور فطرۃ صحیح سالم ہو۔ تب یہ چیز محسوس ہوتی ہے) ایسے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے اخذ فیض کا جو طریقہ ہے اس طریقہ سے ان کیساتھ تعلق رکھے۔ تو بفضلہ تعالےٰ اس کی عملی اصلاح ہوجاتی ہے۔ اور ایسے حضرات کا وجود مسعود دین الٰہی کی شمع ہدایت ہوتا ہے۔ اور ان کی صحبت میں اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے بڑی بڑی رحمتیں اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں

دعا

اللہ تعالےٰ ان دونوں جماعتوں کے فیض سے ہر مسلمان کو مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے انہیں حضرات کا دامن گیر دنیا میں رکھے۔ اور انہیں کی معیت میں محشر میں اٹھائے۔ آمین یا الہ العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء

خدا تعالیٰ سے بغاوت کے ۲ سبب

دولت کا نشہ ـــــ اور ـــــ خواہشات نفسانی

(از جناب شیخ تفسیر مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

واقعہ یہ ہے کہ بجز ان مسوخ الفطرۃ ہستیوں کے جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہو گئے ہوں۔ تمام بنی نوع انسان خدا تعالیٰ کو اپنا معبود تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کی عظمت بھی دل میں رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہندوؤں۔ سکھوں۔ حتیٰ کہ چماروں میں بھی اللہ کا ذکر کرنے والوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ در اصل یہ محبت اسی عہد کا نتیجہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے روز ازل میں لیا تھا۔

قولہ تعالیٰ (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ)

(سورہ الاعراف رکوع ۲۲)

(ترجمہ) اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا۔ اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار لیا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کبھی قیامت کے دن کہنے لگو۔ کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی۔ یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا۔ اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا۔

مزید ثبوت

مذکورۃ الصدر آیات کے ذکر کرنے سے پہلے انسان کا اللہ تعالیٰ سے فطرتی تعلق ہونے کا ثبوت دے چکا ہوں مزید بیان یہ ہے کہ اگر پہاڑوں کی چوٹیوں یا گنجان جنگلوں میں چلے جائیں۔ جہاں کی طرف دعوت دینے والے ہادیوں کا گذر نہ ہوا ہو۔ وہاں بھی جو انسان پائے جائیں گے۔ ان کو بھی ایک ذات کو مانتے ہوئے آپ ضرور پائیں گے۔ جسے وہ دیکھ نہیں سکے۔ اور نہ اس کی بات ہی سنتے ہیں۔ یہی در اصل خدا تعالیٰ کا تصور ہے جو روز اوّل کی یاد ہے۔ یہ الگ چیز ہے کہ کوئی شیطان انہیں یہ تعلیم دیدے کہ وہ شخص جسے تم دیکھتے نہیں۔ اور مانتے ہو۔ وہ اس درخت میں رہتا ہے۔ یا اس پتھر میں رہتا ہے۔ یا دریا میں رہتا ہے۔ پھر وہ لوگ اپنی فطرتی محبت کی بناء پر اس درخت یا اس پتھر یا اس دریا کی پوجا کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہ چونکہ ہمارا معبود ان چیزوں کے اندر ہے۔ اس لئے ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور انہیں سجدہ کرتے ہیں۔ اور ان کے روبرو ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تاکہ ہمارا محبوب حقیقی راضی ہو جائے۔

پھر بغاوت کیوں

پہلا سبب

اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں انسان کی بغاوت کے دو سبب بیان فرمائے ہیں۔ اور وہ در اصل بمنزلہ بنیاد کے ہیں۔ ان کے سبب سے انسان ہزاروں گناہ کرتا ہے پہلا سبب دولت کی فراوانی ہے۔ قولہ تعالیٰ :۔

(كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى)

سورۃ العلق پارہ نمبر ۳۰

(ترجمہ) ہرگز نہیں بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے جبکہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے

قولہ تعالیٰ (یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ) الآیۃ سورۃ التوبۃ رکوع ۱۰ پارہ ۱۰)

(ترجمہ) (منافق) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا۔ اور بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔ اور انہوں نے قصد کیا تھا۔ ایسی چیز کا جو نہیں پا سکے۔ اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا۔ کہ انہیں اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے دولت مند کر دیا۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی سے دولت مند ہو گئے۔ اور پھر دولت کے نشہ میں جس سرسبز و شاداب درخت کے سایہ میں آرام پا رہے تھے۔ اسی کی جڑ کاٹنے لگ گئے۔

قولہ تعالیٰ (وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّاَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ)

الآیۃ سورۃ یونس رکوع ۹ پارہ ۱۱

(ترجمہ) اور موسےٰ نے کہا۔ اے رب ہمارے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور ہر طرح کا مال دیا ہے۔ اے رب ہمارے یہاں تک کہ انہوں نے تیرے راستہ سے گمراہ کر دیا۔ اے رب ہمارے ان کے مالوں کو برباد کر دے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور دوسرے سرداروں کو ہر قسم کا مال عطا فرمایا تھا۔ اس لئے وہ گمراہ ہو گئے۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام غصہ میں آ کر فرماتے ہیں۔ اے اللہ ان کا مال برباد کر دے۔

ہمیشہ دولتمندوں کی بغاوت تباہی کا باعث بنتی رہی

اکثر غریب آدمی اپنے بچوں کی دال روٹی کی فکر ہی میں دن رات پریشان رہتے ہیں۔ ان کے پاس اتنی دولت کہاں ہوتی ہے۔ کہ فارغ البال ہو کر عیاشی کریں۔ عیاشی کے لئے بھی دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ دولتمند اور سرمایہ داروں کے پاس ہوتی ہے۔ دولتمندوں کی عیاشی سارے ملک کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔ غریب بھی ان کی عیاشی میں شریک ہو جاتے ہیں۔ پھر سب پر عذاب الٰہی یکساں آتا ہے۔ کیونکہ پھر امیر اور غریب دونوں ہی مجرم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کسی امیر نے اپنے بچے کی شادی پر کسی گانے والی بازاری عورت کو طلب کر لیا۔ اب اس گانے کی مجلس میں سارے گاؤں کے غریب بھی تماشبینی کے طور پر شامل ہو گئے۔ ساری رات وہ گاتی رہی۔ اور سب آدمی سنتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے ناراض ہوگا۔ سب ہی مجرم ہو کر عذاب الٰہی کے مستحق ہو جائیں گے۔ سینما گھر کا بنانا اور اس کے متعلقہ ساز و سامان کو بہم پہنچانا یہ فقط دولت مندوں کا کام ہے۔ جس میں کئی مرد اور عورتوں کے ایمان برباد ہوں گے۔ روپیہ اور وقت عزیز کی بربادی اس کا عام نتیجہ ہے۔ اس گناہ کے اڈے کا بانی تو دولت مند ہی کا کام تھا۔ مگر روزانہ ایک مزدور بھی بارہ آنہ کا ٹکٹ لے کر رات کو تماشا دیکھنے آتا ہے۔ وہ غریب بھی مال حلال بود بجائے حرام وقت کا مجرم ہو جاتا ہے۔ اور عذاب الٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باغیوں کی فہرست کے صف اوّل میں دولت مندوں کا نام لیا گیا ہے۔ اور اصلی مجرم انہیں ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

قولہ تعالیٰ (وَاِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵

(ترجمہ) اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں۔ پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں۔ تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اور ہم اسے برباد کر دیتے ہیں۔

شبہ اور اس کا جواب

اگر کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو۔ کہ نافرمانی تو دولت مندوں نے کی اور عذاب الٰہی ساری بستی پر آیا۔ جس میں غرباء بھی ہلاک ہو گئے۔ اسی کا جواب میری وہ عرضداشت ہے۔ جو آیت کے لکھنے سے پہلے بالتفصیل عرض کر چکا ہوں۔

اس مرض کا علاج

دولت کے نشہ کے باعث انسان کے اندر اللہ تعالےٰ سے بغاوت کا جو مادہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ آپ بالتفصیل سن چکے ہیں۔ اب مرض کا علاج بھی ملاحظہ ہو۔ اور وہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے روبرو پیش ہو کر حساب کتاب دینا ہے۔ جن کے دل میں یہ خوف پیدا ہو جائے۔ وہ پھر دولت کو بے جا خرچ نہیں کرتے۔ بلکہ ایسی جگہ خرچ کرتے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اور قیامت کے دن کے حساب و کتاب میں شرمندہ نہ ہوں۔ انہی لوگوں کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

قولہ تعالےٰ :—

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝

(سورۃ الدھر رکوع ۱ پارہ ۲۹)

(ترجمہ) وہ (خدا سے ڈرنے والے) اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جس کی مصیبت ہر جگہ پھیلی ہوئی ہو گی۔ اور وہ اس کی محبت (یعنی اللہ کی محبت) پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں۔ تو خاص اللہ کے لئے۔ نہ ہمیں تم سے بدلہ لینا مقصود ہے۔ اور نہ شکر گذاری۔ ہم تو اپنے رب سے ایک اداس (اور) ہولناک دن سے ڈرتے ہیں۔

اللّٰھم اجعلنا منھم

بغاوت کا دوسرا سبب

خواہشات نفسانی

اگرچہ دولت مند جو بغاوت کرتا ہے۔ وہ بھی خواہشات نفسانی ہی کے پورا کرنے کے لئے کرتا ہے۔ مگر خواہشات نفسانی کے باعث بغاوت کرنے والے ضروری نہیں ہے کہ وہ دولت مند بھی ہوں۔ مثلاً :— چور اچکا ....

خواہش نفسانی کے پورا کرنے کے لئے چوری کرتا ہے۔ یا ڈاکو اپنی نفسانی ہوس پورا کرنے کے لئے ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اس کے اندر درندگی کی جو صفت پیدا ہو چکی ہے وہ اسے اس ظلم پر آمادہ کرتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس!

خواہشات نفسانی کی تفصیل

قولہ تعالےٰ (زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ) سورۃ آل عمران رکوع ۲۔ پارہ ۳

(ترجمہ) لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اگرچہ یہ چیزیں انسانوں کی مرغوب طبع ہیں اور اکثر انہیں کے حاصل کرنے میں مصروف اور یاد الٰہی سے غافل رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیزیں فانی اور انسان سے چھن جانے والی ہیں۔ اگر انسان اچھا اور عمدہ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والا ٹھکانا چاہے۔ تو وہ مرنے کے بعد اللہ تعالےٰ کے حضور میں پہنچنے کے بعد ہی مل سکتا ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ دنیا کے عیش و آرام کو مقصود بالذات نہ بنائے۔ بلکہ اپنی خواہشات پوری کرنے میں رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھے۔ اللہ تعالےٰ جس حد تک اجازت دے۔ اس دائرے کے اندر رہ کر ان خواہشات کو پورا کرے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :—

فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝

(سورۃ النٰزعات رکوع ۲ (پارہ ۳۰)

ترجمہ :۔ سو جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ سو بے شک اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا ہو گا بے شک اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے۔

اس بغاوت کا علاج

اللہ تعالےٰ نے مذکورۃ الصدر آیات میں اس بغاوت کا علاج بھی فرما دیا ہے۔ اور وہ خوف خدا ہے۔ جس قدر انسان کے دل پر خوف خدا کا غلبہ ہو گا۔ اسی قدر خواہشات نفسانی سے بچ سکے گا۔

قرآن مجید میں اسکی تائید

موجود ہے۔ قولہ تعالےٰ (وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۙ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝)

(سورۃ الانعام رکوع ۶ پارہ ۷)

(ترجمہ) اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرا جنہیں اس کا ڈر ہے۔ کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے۔ اس طرح پر کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہ ہو گا۔ تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

دعا

اے اللہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اپنی بغاوت سے بچا۔ اور صحیح معنی میں اپنا بندہ بنا۔ اے اللہ ہمیں وہ دولت یا وہ اولاد یا دنیا کا وہ ساز و سامان نہ دے جو تیرا باغی بنا دے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ یوم الجمعۃ :- ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۵۵ء

ایسی ترقی جس میں تنزل نہ آئے

از شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

برادران اسلام! غور کر کے دیکھا جائے تو گدا گر سے لے کر بادشاہ تک ہر آدمی ترقی کا خواہاں ہے ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص تنزل کو پسند نہیں کرتا۔ اور یہ لفظ ایسا محبوب ہے کہ افراد بھی اس کے متلاشی اور خواہاں ہیں۔ اور قوم کو بھی اس کی جستجو ہے۔ بلکہ دیکھا جائے۔ تو تمام اقوام عالم بھی اسی محور کے گرد گھوم رہی ہیں۔ اور حسب ارشاد الٰہی :-

(وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ) سورۃ النساء رکوع ۱۹ پ ۵

(ترجمہ) اور دلوں میں حرص ڈالی گئی ہے ۔ اس حرص کی بناء پر کوئی شخص یا کوئی قوم ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں چاہتی۔ کہ میری ترقی رکنے پائے۔

ترقی کی دو قسمیں

آپ کو معلوم ہے۔ کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ انہیں روح اور جسم کہئے یا باصطلاح احکام شرعیہ کے فلاسفر اعظم حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے انہیں ملکیۃ اور بہیمیۃ کے نام سے تعبیر کیجئے۔ انسان کی ایک ترقی ضروریات جسمانی کو بدرجہ اتم و اکمل پورا کرنے کے لئے ہوتی ہے مثلاً پہلے انسان پیدل منزل طے کرتا تھا۔ پھر اس نے ترقی کی۔ تو بہلیوں پر سفر کرنے لگا جنہیں بیل جوتے جاتے تھے پھر اس سے ترقی کی تو گھوڑا گاریاں نکلیں پھر اس سے ترقی کی تو موٹریں نکلیں۔ پھر اس سے ترقی کی۔ تو ہوائی جہاز نکلے۔ اس کے بعد خدا جانے۔ انسان سفر جلدی طے کرنے کے لئے کیا کیا چیزیں ایجاد کرے گا۔ حقیقت ہے اس قسم کی ترقی دراصل انسانیت کی ترقی نہیں ہے بلکہ انسان کے لفافہ کی ترقی ہے۔ جسے جسم کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

انسان کس چیز کا نام ہے؟

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔ کہ ہر ایک لطیف چیز پر ایک کثیف چیز کا غلاف چڑھا کر اس دنیا میں بھیجا جاتا ہے جب تک وہ لطیف اور کثیف اکٹھی ہوں تو دونوں کا نام ایک ہی ہوتا ہے۔ اور جب دونوں کو الگ کر دیا جائے۔ تو دونوں کے نام بھی الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بادام۔ جب تک چھلکا اور مغز بادام اکٹھے ہوتے ہیں۔ دونوں کا نام بادام ہی ہوتا ہے اور جب بادام کے اندر سے مغز نکال لیا جائے تو پھر اس کے اوپر کا خول بادام نہیں کہلاتا۔ بلکہ بادام کا چھلکا کہلاتا ہے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ جب تک روح جسم کے اندر ہوتی ہے۔ تو روح اور جسم دونوں کا نام انسان ہوتا ہے اور جب مرنے کے بعد روح نکل جاتی ہے۔ تو پھر انسان کا ڈھانچہ انسان نہیں کہلاتا۔ بلکہ انسان کی لاش کہلاتا ہے۔

لہٰذا

ثابت ہوا۔ کہ جن چیزوں کا تعلق انسان کے جسم سے ہے ان میں خواہ کتنی بھی ترقی کی ہو جائے۔ وہ دراصل انسانیت کی ترقی نہیں ہے بلکہ انسان کے لفافے کی ترقی ہے۔ ایسی چیزوں کی ترقی کو انسانیت کی ترقی کہنا دھوکا اور فریب ہے۔ جب

انسان روح کا نام ہے

تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ایسے وسائل پیدا کریں۔ جن میں روح کی ترقی ہو۔ روح چونکہ عالم ملکوت سے آئی ہوئی ہے۔ اور وہاں اس کی غذا فقط ذکر الٰہی تھی۔ عالم ملکوت کہئے۔ یا عالم مثال یا عالم ارواح وہاں کے سب رہنے والوں کی غذا فقط ذکر الٰہی ہے۔ جسے حقیقۃً انسان کہا جاتا ہے۔ اس کی ترقی یہ ہے کہ ذکر الٰہی میں روز بروز بیش از بیش قدم بڑھتا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مالی و بدنی قربانیوں میں تیزگام ہوتا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس راستہ پر تیزگام ہونے والوں کو عقلمند کا خطاب عطا فرمایا ہے۔

قولہ تعالیٰ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

سورہ آل عمران رکوع ۲۰ ۔ پارہ ۴ ۔ ترجمہ:- بیشک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں البتہ عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ وہ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں۔ اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا۔ تو سب عیبوں سے پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے رب ہمارے جسے تو نے دوزخ میں داخل کیا۔ سو تو نے اسے رسوا کیا۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا۔ جو ایمان لانے کو پکارتا تھا۔ کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخشدے۔ اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے۔ جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ کیا اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

عقلمندوں کے جذبات کا خلاصہ

(۱) کھڑے ہونے کی حالت میں خدا یاد کرنا۔
(۲) بیٹھے ہونے کی حالت میں خدا یاد کرنا۔
(۳) لیٹے ہونے کی حالت میں خدا یاد کرنا۔
(۴) آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو حکمت پر مبنی خیال کرنا۔
(۵) اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک جاننا۔
(۶) دوزخ کے عذاب سے بچنے کی دعا کرنا۔
(۷) دوزخ کے داخلہ کو انتہائی ذلت خیال کرنا۔
(۸) یہ عقیدہ رکھنا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے باغیوں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔
(۹) اے اللہ ہم نے ایمان لانے کی دعوت دینے کی آواز کو سنا۔ اور ہم ایمان لے آئے۔
(۱۰) اے اللہ (ایمان لانے کے باعث) ہمارے سب گناہ معاف کر دے (یعنی بڑے گناہ بخشدے۔ اور چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈال دے۔
(۱۱) اور جب اٹھاتا ہو۔ نیک بندوں کے زمرہ میں داخل کر کے دنیا سے اٹھائے۔
(۱۲) اور پیغمبروں کی زبانی ان کی تصدیق کرنے پر جو وعدے آپ نے کئے ہیں۔ ان سے ہمیں بہرہ اندوز کیجئے کہ قیامت کے دن ہماری کسی قسم کی رسوائی بھی نہ ہو۔
(۱۳) آپ کے ہاں تو وعدہ خلافی کا احتمال بھی نہیں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ عقلمند وہ لوگ ہیں۔ جو محض جسمانی ترقی پر ہی فریفتہ

نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ سے اپنا بندگی کا تعلق بھی خوب بنا ہتے ہیں۔ ہر حالت میں خدا کی یاد میں شاغل رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے پیغمبر کی طرف سے جو آواز آئے اس پر لبیک کہتے ہیں۔ اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اور خدا پرستوں کی سی موت چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ غور کر کے دیکھا جائے تو واقع میں عقلمند کہلانے کے مستحق بھی وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کی نظر دنیا اور آخرت کی دونوں زندگیوں پر ہو۔ وہ لوگ دنیا میں عزت سے رہنے کے متمنی اور آخرت میں اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نجات پانے کے خواہشمند اور اس کے لئے کوشاں ہیں۔

محض دنیاوی ترقی کے خواہش مند بیوقوف ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب میں یہ مسئلہ مسلمہ ہے۔ کہ اس جہان کے بعد ایک دوسرا جہان بھی ہے۔ جس میں انسان نے یہاں سے منتقل ہو کر جانا ہے۔ لہٰذا عقلمند وہ انسان ہے جو اپنی زندگی کا پروگرام ایسا بنائے۔ جو دونوں زندگیوں میں اسے آسودہ اور خوشحال رکھے۔ ایسا پروگرام فقط قرآن مجید ہے۔ جو سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول خدا تسلیم کرنے کے بعد ہی اس پروگرام پر یقین آ سکتا ہے۔ کہ یہ خدائی تجویز کردہ پروگرام ہے۔ اور یہ امتحانی پروگرام اس بات کا ذمہ وار ہے کہ تمہاری دنیا اور آخرۃ دونوں زندگیاں اس سے سنور جائیں گی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

قولہ تعالےٰ (فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ)

(سورہ آل عمران رکوع ۱۵ پارہ ۴)

ترجمہ:۔ پھر اللہ نے ان کو (اپنے مقبول بندوں کو) دنیا کا ثواب اور آخرۃ کا عمدہ بدلہ دیا۔ اور اللہ نیک کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

بیوقوفوں پر عتاب

فقط دنیاوی ترقی کو مقصود بالذات بنانے والے بیوقوفوں کو قیامت کے دن کہا جائے گا۔

قولہ تعالےٰ:۔ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۔ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ۝)

(سورۃ الاحقاف رکوع ۲ پارہ ۲۶)

ترجمہ:۔ اور جس دن کافر آگ کے روبرو لائے جائیں گے۔ ان سے (کہا جائے گا) تم (اپنا حصہ) پاک چیزوں میں سے اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے اور تم انسے فائدہ اٹھا چکے۔ بس آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ بدلے اس کے جو تم زمین میں ناحق اکڑا کرتے تھے اور بدلے اس کے جو تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔

ترقی کے بعد ہمیشہ تنزل

مادی ترقی کو مقصود بالذات بنانے والوں کو ہمیشہ ترقی کے بعد تنزل ہوا ہے۔ اور عروج کے بعد زوال نصیب ہوا ہے۔ اور عزت کے بعد ذلت ہوئی ہے

قولہ تعالےٰ:۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝ فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ۝ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ ۝ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ ۝ (سورۃ الانبیاء رکوع ۱ پ ۱۷)

ترجمہ:۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم (خدا سے بغاوت کے بعد اور کون سا بڑا ظلم ہو سکتا ہے) تھیں۔ غارت کر دیا ہے۔ اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی۔ تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو۔ اور لوٹ جاؤ جہاں تم نے عیش کیا تھا۔ اور اپنے گھروں میں جاؤ۔ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے۔ ہائے ہماری کمبختی بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ سو ان کی یہی پکار رہی۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں ایسا کر دیا۔ جس طرح کھیتی کٹی ہوئی ہو۔ اور وہ بجھ کر رہ گئے۔

فرعون اپنی مادی ترقی پر مغرور تھا

قولہ تعالےٰ:۔ (وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۙ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ۝)

(سورۃ الزخرف رکوع ۵ پ ۲۵)

ترجمہ:۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کر کے کہدیا۔ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں۔ اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہ رہیں۔ پھر تم کیا نہیں دیکھتے کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں۔ جو ذلیل ہے اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا۔

مادی ترقی کے غرور ہی سے غرق ہوا

قولہ تعالےٰ:۔

فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ ۝ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ ۝ كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ۝

(سورۃ الدخان رکوع ۱ پارہ ۲۵)

(ترجمہ) حکم ہوا پس میرے بندوں کو رات کے وقت لے چل۔ کیونکہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور سمندر کو ٹھیرا ہوا چھوڑ دے۔ بیشک وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں۔ کتنے انہوں نے باغات اور چشمے چھوڑے ہیں۔ اور کھیتیاں اور مقام عمدہ اور نعمت کے سامان جس میں وہ مزے کیا کرتے تھے۔

میرا خیال

ہے۔ کہ میری معروضات سے آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں گے کہ محض مادی ترقی کو مقصود بالذات بنانے والوں کو ترقی کے بعد تنزل کا منہ دیکھنا۔ اور دنیا میں بُری طرح سے پٹنا اور ذلت کی موت سے مرنا ہی نصیب ہوتا ہے۔

وہ ترقی جس میں تنزل نہیں

قولہ تعالےٰ:۔

هَٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ۝ جَنَّاتِ عَدْنٍ مُفَتَّحَةً لَهُمُ الْأَبْوَابُ ۝ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ۝ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَادٍ ۝ (سورہ ص رکوع ۴ پارہ ۲۳)

ترجمہ:۔ یہ نصیحت ہے۔ اور بے شک پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں۔ ان کے لئے ان کے دروازے کھولے جائیں گے وہاں تکیہ لگا کر بیٹھیں گے۔ وہاں بہت سے میوے اور شراب طلب کریں گے (اس شراب میں درد سر ہوگا۔ اور نہ انہیں اس سے نشہ ہوگا۔ سورۃ صٰفٰت) اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی ہم عمر عورتیں ہوں گی۔ یہی ہے جس کا تم سے حساب کے دن کے لئے وعدہ کیا جاتا ہے۔ بیشک یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے پرہیزگار بندے مرنے کے بعد بلکہ میدان محشر میں حاضر ہونے کے بعد بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نعمتوں سے سرفراز ہوتے رہیں گے۔ یہ ہے وہ ترقی جس میں کبھی تنزل نہیں ہوگا۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کے پرہیزگار بندوں کے لئے مخصوص ہے۔ ہر کلمہ گو مسلمان کو اس ترقی کے لئے پیہم سعی اور کوشش کرنی چاہیئے۔ وما علینا الا البلاغ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

خطبۃ الجمعۃ:- ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۹ دسمبر ۱۹۵۵ء

دستور ساز اسمبلی سے دستور مطابق قرآن بنانے کا مطالبہ

از شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

قولہ تعالیٰ: - اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ) الآیۃ (ترجمہ) بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے۔ جو سب سے سیدھی ہے۔

برادرانِ اسلام! یہ ٹھیک ہے کہ انسان بھی ایک حیوان ہی ہے۔ البتہ بعض اپنی فطری صفات کے لحاظ سے باقی سب حیوانوں سے برتر اور اس کا رتبہ بلند تر ہے۔ ان خصوصی صفات میں سے ایک صفت اس کا مدنی الطبع ہونا بھی ہے۔ یعنی باقی حیوانات علیحدہ علیحدہ رہ کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ نر اور مادہ ایک جگہ مل کر رہتے ہیں۔ انسانوں کی طرح نہیں۔ کہ بستیاں بنا کر رہیں۔ اس سے ترقی کریں۔ تو قصبے بنائیں۔ اس سے ترقی کریں۔ تو شہر بسائیں۔

مدنی الطبع ہونے کا سبب

یہ ہے کہ حیوان کے لئے یہ کافی ہے۔ کہ اگر گھاس کھانے والا ہے۔ اسے گھاس مل گئی۔ تو کھالی۔ دانہ کھانے والا ہے۔ دانہ مل گیا۔ کچا کھا لیا۔ اگر گوشت کھانے والا ہے۔ شکار کیا۔ اور کچا گوشت کھا لیا۔ بس گذر اوقات ہوگئی۔ اگر پرندہ ہے تو درخت پر گھونسلہ بنا لیا۔ اگر زمین پر رہنے والا ہے۔ تو کسی بل یا کسی درخت کے سایہ یا کسی غار میں زندگی بسر کرلی۔ بخلاف انسان کے یہ ایک دوسرے ... تعاون حاصل کئے بغیر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اس لئے اکٹھے ہو کر بستیاں بنا کر رہنے کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ مثلاً انسان کے پاؤں کے تلوے اللہ تعالےٰ نے ایسے نازک بنائے ہیں کہ اسے کانٹے چبھتے ہیں۔ اس لئے کانٹوں سے بچنے کے لئے اسے جوتا پہننے کی ضرورت ہے۔ بخلاف پرندوں چرندوں اور درندوں کے۔ کسی کے ناخن دار پنجے ہیں۔ کسی کے کھر ہیں۔ جن پر سخت ہڈی کا خول چڑھا ہوا ہے۔

جوتا حاصل کرنے کے ذرائع

جوتا[۱] بنانے کے لئے چمڑا چاہیئے۔ چمڑا[۲] حاصل کرنے کے لئے جانور کو ذبح کرنا چاہیئے۔ جانور[۳] ذبح کرنے کے لئے چھری چاہیئے۔ چھری[۴] کے لئے لوہا چاہیئے۔ لوہا[۵] حاصل کرنے کے لئے پہاڑوں میں لوہے کی کان تلاش کرنی چاہیئے۔ کان معلوم ہونے کے بعد کان[۶] کنی کے آلات چاہئیں۔ جن سے لوہا برآمد کیا جاسکے۔ لوہا مل جانے کے بعد لوہار[۷] چاہیئے۔ جو چھری بنائے۔ پھر بڑھئی[۸] چاہیئے۔ جو چھری کو لکڑی کا دستہ لگائے۔ جب چھری تیار ہوگئی۔ تو پھر قصاب[۹] چاہیئے۔ جو دل کو پتھر کرکے جانور کے گلے پر چھری چلائے۔ کیونکہ دل کا کمزور آدمی جانور کو ذبح نہیں کرسکتا۔ پھر چمڑا رنگنے[۱۰] والا کاریگر چاہیئے۔ جو چمڑے کو رنگ کر ملائم کرے۔ تاکہ جوتا بآسانی سیا جاسکے۔ اس کے بعد موچی[۱۱] چاہیئے جو جوتا سی دے۔ جوتا سینے کے لئے تاگا[۱۲] چاہیئے۔ تاگے کیلئے روئی[۱۳] چاہیئے۔ روئی حاصل کرنے کے لئے کپاس کی کاشت چاہیئے۔ کپاس[۱۴] کی کاشت کے لئے بیل چاہئیں۔ ہل[۱۵] چاہئیں۔ کاشت کی آبپاشی[۱۶] کے لئے کنواں یا نہر چاہیئے۔ کنوئیں[۱۷] یا نہر کی کھدائی کے لئے مزدور چاہئیں۔ مزدوروں کی مزدوری کے لئے روپیہ[۱۸] چاہیئے۔

ایک آدمی سے ناممکن

جوتا پہننے کے لئے جن اٹھارہ ذرائع کی تفصیل عرض کرچکا ہوں ایک آدمی سے ناممکن ہے کہ ان اٹھارہ ذرائع کی منزلیں طے کرکے جوتا بنا کر پہن لے۔

اس مشکل کا حل

یہ ہوگا۔ کہ کئی آدمی ان مختلف کاموں کو اپنا علیحدہ علیحدہ پیشہ بنالیں گے۔ مثلاً کاشت کار فقط کپاس مہیا کرے گا۔ اور دھننے والا فقط دھنا کرے گا۔ اور کاتنے والے کات دیں گے۔ تو تاگا تیار ہوجائے گا۔ لوہار فقط چھریاں بنانا اپنا پیشہ بنالے گا۔ دوسرے لوگ اس سے خرید کر اپنی ضرورتیں پوری کریں گے۔ قصاب فقط جانور کو ذبح کرکے کھال اتار دینا اپنا پیشہ بنالے گا۔ اس کے بعد ایک شخص کھالوں کے رنگنے کو اپنا پیشہ بنالے گا۔ ایک شخص رنگا ہوا چمڑا مل جانے کے بعد جوتا سی دینا اپنا پیشہ بنالے گا۔ اس طریقہ سے انسان ایک دوسرے کا تعاون کریں گے اور خدا تعالےٰ کے فضل سے ہر ایک انسان بآسانی جوتا پہن سکے گا۔ برادرانِ اسلام! انسان کی ایک ضرورت پوری کرنے کے لئے جس قدر دوسرے انسانوں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ جسے بندہ نے ذرا تفصیل سے عرض کیا۔ اس سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا۔ کہ واقعی انسانوں کی زندگی آپس میں مل جل کر رہنے۔ اور ایک دوسرے کی مدد کئے بغیر گذر نہیں سکتی۔

انسان کو ضابطۂ حیات کی ضرورت

برادرانِ اسلام! آپ جانتے ہیں کہ سب انسانوں کی طبیعتیں ایک جیسی نہیں ہیں۔ کوئی شریف ہے تو کوئی شریر۔ کوئی بھلا مانس ہے۔ تو کوئی بدمعاش۔ کوئی انصاف پسند ہے تو کوئی ظالم۔ لہٰذا جب بستیوں میں مل جل کر رہیں گے۔ تو شریر شریفوں کو ستائیں گے۔ بدمعاش بھلے مانسوں کو دکھ دیں گے۔ ظالم انصاف پسندوں پر طرح طرح سے ظلم کریں گے۔ لہٰذا نوع انسانی زبانِ حال سے پکار پکار کر کہے گی۔ کہ کوئی ایسا ضابطہ اور قانون ضرور ہونا چاہیئے۔ جس کی برکت سے شریف۔ بھلے مانس اور انصاف پسند انسان امن اور چین سے زندگی بسر کریں۔ اور شریر بدمعاش اور ظالم انسان اس ضابطے کی گرفت سے بچنے کے لئے شرارت سے رکے رہیں۔ اور اگر کریں تو فوراً سزا پائیں۔ اور آئندہ کے لئے باز آجائیں۔

ایسا ضابطہ اللہ تعالیٰ اور اسکے بعد انبیاء علیہم السلام ہی بنا سکتے ہیں!

انسانوں کے لئے ضابطہ بنانے والی ایسی شخصیت ہونی چاہیئے۔ جسے تمام انسانوں کے ساتھ یکساں ہمدردی ہو۔ اس کی نظر میں کسی کے رنگ۔ یا کسی کی قومیت یا کسی ملک کا باشندہ ہونے کے لحاظ سے کوئی امتیاز نہ ہو۔ یہ صفتیں فقط اللہ تعالےٰ کی ذات میں جمع ہوسکتی ہیں۔ یا اس کے بعد سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پائی جاسکتی ہیں۔ جن کے متعلق قرآن مجید میں اعلان ہوچکا ہے (وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ) (ترجمہ) اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مزید ثبوت

برادرانِ اسلام! آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ آجکل یہ رو تمام ملکوں میں چلی ہوئی ہے۔ کہ ہر ملک کے باشندے اس ملک کو اپنی ذاتی ملکیت خیال کرتے ہیں۔ اور کسی دوسرے ملک کے باشندے کو اپنے ہاں رہنے کی اجازت بھی نہیں دیتے اور نہ ان کے ساتھ رواداری ہی کو پسند کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں۔ افغانستان افغانوں کے لئے ہے۔ امریکہ امریکہ والوں ہی کے لئے ہے۔ جرمن جرمنوں کے لئے ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ سب انسانوں کی مساوات کو مدنظر رکھ کر قانون بنانا اللہ تعالےٰ ہی کا کام ہے۔ جو سب کا خالق ہے اور یا رحمۃ للعالمین اس فرض کو باحسن وجوہ انجام دے سکتے ہیں۔ چونکہ آپ سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

قرآن مجید کی جامعیت

قرآن مجید انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا بہترین راہنما ہے۔ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ قرآن مجید ہماری اخلاقی۔ معاشرتی۔ اقتصادی۔ سیاسی ضرورتوں میں بہترین راہنما ہے۔ اور اس کا دعویٰ ہے کہ اس کی ہدایات میں سچائی اور انصاف کو انتہائی حد تک محفوظ

رکھا گیا ہے اس میں ارشاد ہے:-
تمت کلمة ربک صدقا وعدلا (سورۃ الانعام رکوع ۱۴)
(ترجمہ) اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔

اس اعلان

کی بنا پر ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ انسان کی زندگی کا مکمل اور بہترین ضابطہ حیات فقط مسلمان کے پاس ہے جس کے اس دعوی کی تصدیق

۱۔ قائد اعظم مرحوم

کے خط کے وہ فقرے ہیں جو انہوں نے اگست ۱۹۴۴ء میں مسٹر گاندھی کو لکھا تھا، وہ لکھتے ہیں:-

"قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، سیاسی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امور حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، دنیوی زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک ہر فعل و قول اور ہر حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔"

۲۔ قائد اعظم مرحوم کا پیغام عید

۱۹۴۵ء میں قائد اعظم مرحوم نے عید کا پیغام دیتے ہوئے کہا:-

"ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات و اخلاقیات تک محدود نہیں۔ بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے۔ یعنی مذہبی، معاشرتی، تجارتی، تمدنی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔"

۳۔ لیاقت علیخاں مرحوم کی پیش کردہ قرارداد۔ اور سابقہ دستور ساز اسمبلی کی منظور کردہ

"چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے۔ اور اس نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابتاً عطا فرمایا ہے۔ اور چونکہ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے۔ لہذا جمہور پاکستان کی نمائندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد و خود مختار مملکت پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے جس کی رو سے مملکت جملہ حقوق و اختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعہ سے استعمال کرے۔ جس میں اصول جمہوریت و حریت و مساوات و رواداری اور عدل عمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں ترتیب دے سکیں۔ جس کی رو سے اس امر کا واقعی انتظام کیا جائے۔ کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہب پر عقیدہ رکھ سکیں۔ اور اس پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافت کو ترقی دے سکیں" الخ

انہیں اعلانات کی بنا پر

ذمہ داران حکومت پاکستان کے انہیں اعلانات کی بنا پر جنوری ۱۹۵۱ء میں ہر مکتب خیال کے ۳۱ علماء کرام کراچی میں جمع ہوئے تھے۔ اور دستور ساز اسمبلی کے مجوزہ بنیادی اصول کو کتاب و سنت کی روشنی میں دیکھ کر تقریباً (جہاں تک مجھے یاد ہے) بائیس اصلاحات پیش کی تھیں پھر دوبارہ تینتیس علماء کرام کا اجتماع کراچی میں جنوری ۱۹۵۳ء میں ہوا۔ تاکہ اسمبلی کے مجوزہ اصول پر دوبارہ غور کرے۔ چنانچہ جنوری ۱۹۵۳ء میں جو اصلاحات علماء کرام نے پیش کی تھیں۔ ان میں سے تقریباً بیس اکیس (جہاں تک مجھے یاد ہے) دستور ساز اسمبلی نے منظور کر لی تھیں۔

۳۱ علماء کرام کی پشت پر

کروڑوں انسان تھے کیونکہ ان اکتیس یا تینتیس علماء کرام کو اپنی اپنی جماعت کی طرف سے قوم کی راہنمائی کا اعزازی منصب حاصل تھا۔ لہذا یہ کہنا بےجا نہ ہوگا۔ کہ اس کراچی کے اجتماع میں گویا کروڑوں مسلمانوں کی متحدہ زبان بول رہی تھی کہ حکومت پاکستان کا دستور فقط کتاب و سنت کی روشنی ہی میں بنایا جا سکتا ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

اب یہ پروپیگنڈا کرنا کہ دستور اسلامی کا مطالبہ فقط فلاں جماعت کر رہی ہے۔ یہ محض اپنی جماعت کی برتری کے لئے مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حرکات سے مسلمانوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ برادران اسلام! بے وقت بولنا اور وقت پر نہ بولنا حماقت کی دلیل ہے الحمد للہ مسلمانوں کے راہنما عقلمند ہیں۔ جب پہلی دستور ساز اسمبلی بیٹھنے لگی تھی۔ تب متفق ہو کر بولے۔ اور ان کا بولنا گورنمنٹ کے ریکارڈ میں آیا ہوا ہے۔ اب پھر دوبارہ دستور ساز اسمبلی اپنا کام کرنے لگی ہے۔ اب پھر بول رہے ہیں۔ کہ ہر طرف سے حکومت کے کان میں یہ آوازیں پہنچ رہی ہیں۔ دستور ساز اسمبلی کا فرض ہے کہ کتاب و سنت کی روشنی میں پاکستان کے لئے قانون بنائے۔ اور مسلمانان پاکستان کے لئے وہی قابل قبول ہو سکتا ہے۔

اوفوا بالعہد

سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۴ پارہ ۱۵ ترجمہ۔ وعدے کو پورا کرو۔ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مسٹر جناح مرحوم نے مسٹر گاندھی کو جو خط لکھا تھا۔ جس کا حوالہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اس میں قرآن مجید کو مکمل ضابطہ حیات انسانی ظاہر کرنے کا مطلب یہی تھا کہ ہم ہندوستان میں سے ایک ٹکڑا علیحدہ کرا کر اس میں مسلمانوں کے اس مکمل ضابطہ حیات انسانی کا نفاذ چاہتے ہیں۔ اس کے بعد مسٹر لیاقت علی خاں مرحوم نے جو قرارداد دستور ساز اسمبلی میں پاس کرائی تھی اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ ہم اس ملک میں خالص اسلامی نظام رائج کرنا چاہتے ہیں۔ قرارداد میں یہ الفاظ ملاحظہ ہوں "اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں ترتیب دے سکیں"۔ پاکستان کے مذکورہ ذمہ داروں کے اعلان کا حاصل ایک ہی ہے۔ لہذا دستور ساز اسمبلی کا فرض عین ہے کہ اپنے ہر دو پیش روؤں کے وعدہ کا ایفا کر کے ان کی روحوں کو خوش کریں۔ مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کریں۔ سرکار مدینہ کو راضی کریں۔ اور اس سے بالاتر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

پیشکش

اراکین دستور ساز اسمبلی میں سے جو حضرات عالم قرآن نہیں انکی خدمت میں اپنی خدمت پیش کرتا ہوں۔ اگر وہ قرآن مجید کے اندر سے وہ چیزیں معلوم کرنا چاہیں جن کا ذکر قائد اعظم مرحوم نے کیا ہے۔ تو وہ تین ہفتے قرآن مجید پڑھنے کے لئے بالکل فارغ کر لیں اور سارا وقت اسی کام میں صرف کریں اور انشاء اللہ تعالیٰ میں لاہور سے کراچی جا کر انہیں تین ہفتے میں سارا قرآن مجید پڑھا دوں گا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مصارف میں ایک پیسہ کا بوجھ ان حضرات پر نہیں ڈالوں گا میرا رب اپنی مقدس کتاب کی خدمت کی برکت سے مجھے اپنے خزانے سے رزق پہنچائے گا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ۵

ریزولیوشن

ہم مسلمانان لاہور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ پاکستان کا قانون قائد اعظم مرحوم کے قرآن مجید کے متعلق اعلان اور مسٹر لیاقت علی کی قرارداد کی روشنی میں بنایا جائے۔

مسلمانوں کیلئے قابل قبول فقط وہی دستور ہو سکتا ہے جس کی بنیاد قرآن مجید اور سنت پر رکھی جائے اور اس ملک کا نام جمہوریہ اسلامیہ پاکستان ہو اور اس کا صدر ہمیشہ مسلمان ہو"

یہ ریزولیوشن

گورنر جنرل۔ وزیر اعظم پاکستان اور صدر دستور ساز اسمبلی کو بذریعہ تار بھیجا جائے۔

تار بنام صدر دستور ساز اسمبلی

انشاء اللہ تعالیٰ میں غیر عالم اراکین دستور ساز اسمبلی کو تین ماہ میں بلامعاوضہ قرآن مجید کراچی میں حاضر ہو کر پڑھانے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ وہ حضرات دن رات کا سارا وقت اسی کام کے لئے فارغ کریں۔ وما علینا الا البلاغ!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

خطبۃ یوم الجمعۃ ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ ۱۶ دسمبر ۱۹۵۵ء

ہر مسلمان کا مطالبہ
پاکستان کا آئین کتاب و سنّۃ ہی ہونا چاہیئے

از حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

سچے مسلمان کے جذبات

برادران اسلام! ہر سچے مسلمان کی دلی خواہش ہے کہ میرا اسلام زندہ ہو میرے رب کا فرمان یعنی قرآن زندہ اور تابندہ ہو۔ ہمارے شفیع المذنبین رحمۃ العالمین کے فرامین زندہ اور تابندہ رہیں۔ ہر محلہ کی مسجدیں آباد ہوں ہر مسجد کے مینارے سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی آواز آئے۔ اور محلہ کے رہنے والا ہر آدمی بارگاہ الٰہی میں سربسجود نظر آئے۔ ہر مسجد کے محراب سے صبح و شام قرآن مجید کی آواز سننے میں آئے۔ ہر پیر و جوان صدائے اذان سُن کر خانۂ خدا میں صاف و پاک ہو کر ہاتھ باندھ کر وفاداروں کی صف میں کھڑا ہو جائے مسجدیں نمازیوں سے بھرپور ہوں۔ تو گھر میں مستورات بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوں۔

امدادِ الٰہی

قولہ تعالٰے:۔ (وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ o اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ o)

سورۃ الحج رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ:۔ اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ زبردست غالب ہے۔ وہ لوگ اگر ہم انھیں دنیا میں حکومت دیدیں۔ تو نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اور نیک کام کا حکم کریں۔ اور بُرے کاموں سے روکیں۔ اور ہر کام کا انجام تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے

حاشیہ شیخ الاسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے حاشیہ پر فرماتے ہیں "اور نیکی کو اللہ تعالٰی اپنی حمایت میں لے کر بدی کے مقابلہ میں کھڑا نہ کرتا۔ تو نیکی کا نشان زمین پر باقی نہ رہتا۔ بد دین اور شریر لوگ جن کی ہر زمانہ میں کثرت رہی ہے۔ تمام مقدس مقامات اور یادگاریں ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے۔ کوئی عبادت گاہ۔ تکیہ۔ خانقاہ۔ مسجد۔ مدرسہ محفوظ نہ رہ سکتا۔ بنا بریں ضروری ہوا کہ بدی کی طاقتیں خواہ کتنی ہی مجتمع ہو جائیں قدرت کی طرف سے ایک وقت آئے جب نیکی کے مقدس ہاتھوں بدی کے حملوں کی مدافعت کرائی جائے اور حق تعالٰے اپنے دین کی مدد کرنے والوں کی خود مدد فرما کر ان کو دشمنان حق و صداقت پر غالب کرے۔ بلاشبہ وہ ایسا قوی اور زبردست ہے۔ کہ اس کی اعانت و امداد کے بعد ضعیف سے ضعیف چیز بڑی بڑی طاقت ور ہستیوں کو شکست دے سکتی ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالٰے کے دین کی حفاظت کرنے والے کمزور بھی ہوں تو بھی جب اللہ تعالٰے ان کی امداد فرمائے گا تو وہ کمزور طاقت والی جماعت طاقت ور جماعت کو شکست دے سکتی ہے۔

تائید

بندہ نے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا خلاصہ عرض کیا ہے۔ بعینہٖ یہی چیز قرآن مجید میں موجود ہے۔ قولہ تعالٰے (کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ) سورۃ البقرۃ رکوع ۳۳ پ ۲

ترجمہ:۔ بارہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے غالب ہوتی ہے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

"طالوت کے ساتھ نکلنے کو سب تیار ہوئے ہوس سے۔ اس نے تقید کیا۔ کہ جو شخص جوان اور بے فکر ہو۔ وہی نکلے ایسے بھی اسی ہزار نکلے۔ اس نے چاہا۔ کہ ان کو آزماوے۔ ایک منزل پانی نہ ملا۔ بعد اس کے ایک نہر ملی۔ اس نے تقید کیا۔ کہ ایک چلو سے زیادہ جو کوئی پیوے۔ وہ میرے ساتھ نہ آوے۔ تین سو تیرہ (۳۱۳) آدمی رہ گئے۔ باقی سب موقوف ہوئے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالٰے نے حضرت طالوت کے تین سو تیرہ مجاہدین کو جالوت کے جرار لشکر پر فتح عظیم عطا فرمائی۔

قانون الٰہی میں تبدیلی نہیں ہوتی

قولہ تعالٰے:۔ (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا)

سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پ ۲۲

ترجمہ:۔ اور آپ اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی ہرگز نہ پائیں گے لہٰذا اگر آج بھی جو جماعت نبی آخرالزماں کے سچے متبعین کا سا قال اور حال بنا کر محض رضاء الٰہی حاصل کرنے کے لئے حق کی حمایت کرنے کی خاطر میدان میں آئے گی۔ اللہ تعالٰے کی مدد یقیناً اس کے ساتھ ہوگی اور فتح کا سہرا یقیناً اسی جماعت کے سر پر باندھا جائے گا۔

ناقابل تسخیر پاکستان

برادران اسلام! میرا یقین اور میرا ایمان ہے کہ اگر آج ہم مملکت پاکستان میں ساڑھے تیرہ سو سال والا محمدی اسلام رائج کر دیں۔ جو بفضل خدا تعالٰے اس وقت سے لے کر اب تک زندہ چلا آ رہا ہے۔ تو یہی پاکستان ناقابل تسخیر پاکستان بن سکتا ہے۔

ناقابل تسخیر پاکستان کا آئین

ناقابل تسخیر بننے والے پاکستان کا آئین قرآن مجید ہوگا۔ اور اس کی تفاصیل بتلانے والا علم حدیث نبوی ہوگا۔ اور اسے چلانے والے وہ لوگ ہوں گے۔ جن کے ہر قطرہ خون اور ہر ذرہ وجود میں دین الٰہی سے عشق ہوگا۔ وہ عہدوں کے خواہشمند نہیں ہوں گے۔ وہ خزانہ عامرہ پاکستان پر اپنی گرانبار تنخواہوں کا بوجھ نہیں ڈالیں گے وہ وہی خوراک کھائیں گے۔ جو پاکستان کے عام مسلمان کھائیں گے ان کا لباس اسی قسم کا ہوگا۔ جو پاکستان کے عام مسلمانوں کو نصیب ہوگا۔ انشاءاللہ تعالٰے مجھے یقین ہے کہ آج بھی اُمت محمدیہ میں ایسے اشخاص موجود ہیں جن کے اندر وہ صفات موجود ہیں۔ جن کا ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ جب ایسے مخلصین پاکستان کے معمار ہوں گے۔ تو

پھر کیا ہوگا

پاکستان میں رہنے والا ہر مسلمان اسلام کی عملی تصویر ہوگا۔ یعنی کوئی بے نماز نظر نہیں آئے گا۔ رمضان شریف میں کوئی مقیم (جو مسافر نہیں ہے) کوئی چیز بھی کھاتا پیتا نظر نہیں آئے گا۔ ہر صاحب نصاب سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ بے روزگاروں کے لئے روزی پیدا کرنے کے وسائل مہیا کئے جائیں گے۔ اور جو کسی کام کے کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ انہیں محتاج خانوں میں بٹھا کر روٹی۔ کپڑا۔ دوائی وغیرہ چیزیں مفت دی جائیں گی۔ زکوٰۃ میں سرمایہ داروں سے نقد روپیہ وصول کیا جائیگا۔ بزازوں سے نقد روپیہ یا زکوٰۃ کی قیمت کا کپڑا وصول کیا جائے گا۔ بھیڑ بکریاں رکھنے والوں سے بھیڑ بکریاں وصول کی جائیں گی۔ گائے بھینس اور اونٹ رکھنے والوں

سے یہ موشی وصول کئے جائیں گے۔ اور شریعت کی تجویز کردہ مدات میں یہ زکوٰۃ صرف کی جائے گی۔ اس نظام کے قائم ہونے کے بعد مملکت پاکستان میں انشاء اللہ تعالےٰ نہ کوئی بے روزگار نظر آئے گا۔ اور نہ کوئی بھوکا اور ننگا رہنے پائے گا۔ اور نہ کوئی سردی کی شدت میں درختوں کے سایہ میں ٹھٹھرتا نظر آئے گا۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ نہ کوئی مظلوم مسلمان سرمایہ داروں کے مظالم سے تنگ آکر کمیونزم کی پناہ لے گا۔ اور جن جرموں کی جو سزائیں کتاب و سنت میں مذکور ہیں۔ وہی سزائیں مجرموں کو دی جائیں گی۔ اس قانون کی برکت سے مملکت پاکستان میں چوری ختم ہو جائے گی۔ زنا بند ہو جائے گا۔ شراب بند ہو جائے گی۔ ڈانس کو ممنوع قرار دیا جائے گا۔ جو شخص بھی یہ حرکت کرے گا۔ اس کو تعزیری (جو جج فیصلہ کرے گا) سزا دی جائے گی۔ سینما کے دروازے بند ہو جائیں گے (تاکہ کروڑوں روپیہ مسلمانوں کی کمائی کا دوسرے ملکوں میں جانے نہ پائے۔) رشوت بند ہو جائے گی (کیونکہ رشوت خوار کو سخت تعزیری سزا دی جائے گی) ڈاکہ زنی بند ہو جائے گی۔ انشاء اللہ اغوا بند ہو جائے گا۔ کیونکہ اغوا کرنے والوں کو عبرتناک سزا دی جائے گی۔ سمگلری بند ہو جائے گی۔ غرضیکہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور اسی کی دی ہوئی توفیق کی برکت سے مملکت پاکستان میں تمام اخلاقی برائیوں کا کافی حد تک خاتمہ ہو جائے گا۔

پھر کیا ہوگا؟

مملکت پاکستان کی وہ تصویر جو گزشتہ سطور میں عرض کی گئی ہے۔ اگر یہ واقعی معرض وجود میں آجائے۔ تو پھر یہ ہوگا۔ کہ حدود پاکستان کے چپہ چپہ بلکہ ذرہ ذرہ پر خدا تعالےٰ کی رضا اور اس کی رحمت کے انوار کی موسلا دھار بارش ہوگی۔ اور اس کے بعد انشاء اللہ تعالےٰ اس مجوزہ پاکستان کی حفاظت اللہ تعالےٰ اپنے ذمہ لے لیگا۔ کیونکہ اس کا اعلان ہے (ان تنصروا اللہ ینصرکم) ترجمہ:۔ اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ دوسرا اعلان (وکان حقاً علینا نصر المؤمنین) سورۃ الروم رکوع ۵ پ ۲۱

ترجمہ:۔ اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔

امداد الٰہی حاصل کرنے کیلئے فقط ایک شرط

قولہ تعالےٰ:۔

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ج وَ اِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ) سورۃ البقرۃ رکوع ۵ پارہ ۱

ترجمہ:۔ میرے احسان یاد کرو۔ جو میں نے تم پر کئے۔ اور تم میرا عہد پورا کرو۔ میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔ اور مجھ ہی سے ڈرا کرو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ (پہلے) پورا کرو۔ اس کے بعد جو وعدہ میں نے تم سے کیا تھا۔ پورا کر دوں گا۔

وعدہ کیا تھا

شاہ عبدالقادر کا حاشیہ۔ اللہ تعالےٰ نے اقرار کیا تھا۔ کہ حکم توراۃ پر قائم رہوگے۔ اور جو نبی میں بھیجوں اس کے مددگار ہوگے تو ملک شام تم کو رہے گا۔ پھر وہ گمراہ ہوئے۔ یعنی بدنیت ہوئے۔ رشوت لیتے اور مسئلہ غلط بتلاتے۔ اور خوشامد کے واسطے حق بات چھپاتے۔ اور اپنی ریاست چاہتے پیغمبر کی اطاعت نہ کرتے۔ اور پیغمبر کی صفت جو توراۃ میں لکھی تھی۔ بدل ڈالی۔ اللہ تعالےٰ ان کو یاد دلاتا ہے۔ اپنے احسان اور ان کی نافرمانی۔

وعدہ خلافی پر نعمت چھن گئی

اللہ تعالےٰ نے پہلے بنی اسرائیل کو سرزمین شام کا قبضہ عطا فرمایا جب انہوں نے دین چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے سرزمین شام ان سے چھین کر مسلمانوں کو دے دی فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سب مسلمانوں کا فرض

ہے۔ کہ اپنے ملک کی دستور ساز اسمبلی سے مطالبہ کریں۔ اور وہ مطالبہ حدود آئین پاکستان کے اندر رہ کر ہونا چاہئے۔

مطالبہ

یہ ہے کہ سابقہ دستور یہ کے پاس کردہ اسلامی دفعات کو ہرگز کسی طرح مجروح یا حذف نہ کیا جائے۔ مخلوط انتخابات جو نظریہ پاکستان سے کھلی بغاوت ہے۔ ہرگز رائج نہ کیا جائے۔ علماء کی متفقہ ترمیمات کی روشنی میں اپنا اور مرقوعہ کی اصلاح کر کے جلد نافذ کیا جائے۔ عدلیہ اور انتخابات کی مکمل آزادی کی ضمانت دی جائے۔ ہر پاکستانی کے شہری حقوق کی حفاظت کی جائے اور کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر کسی کا حق سلب نہ کیا جائے۔ مملکت کا نام

جمہوریۂ اسلامیۂ پاکستان

میں کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ نہ کی جائے۔ اور دستور ساز اسمبلی میں مزید نامزدگی نہ کی جائے۔

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے: اول یہ کہ اسے کوئی نامحرم مرد نہ دیکھے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ کسی نامحرم کو نہ دیکھے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع)

حضرت عمر رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہا کو ایک خط میں لکھا کہ مسلمان عورتوں کو کفار کی عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ (بیہقی: ۱۳۵۴۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ یوم الجمعہ ۷ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۵۵ء

تمام قومیں انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے کے باعث تباہ ہوئیں

از حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

شواہد

(۱) كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِينَ

(سورۃ الشعراء رکوع ع۶ پارہ ۱۹)

ترجمہ:۔ نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے بچالیا۔ پھر ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔

(۲) كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ الآیۃ (سورہ الشعراء رکوع ۷ پارہ ۱۹)

ترجمہ:۔ قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ پھر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا۔ تب ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(۳) كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ (الآیۃ سورۃ الشعراء رکوع ۸ پارہ ۱۹)

ترجمہ:۔ قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ پھر انہیں عذاب نے آپکڑا۔

(۴) كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ۝ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ۝ (سورۃ الشعراء رکوع ۹ پارہ ۱۹)

ترجمہ:۔ لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے اسے اور اس کے سارے کنبے کو بچا لیا۔ مگر ایک بڑھیا جو پیچھے رہ گئی تھی۔ پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا۔

(۵) كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (سورۃ الشعراء رکوع ۱۰ پارہ ۱۹)

(ترجمہ) بن والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ پھر اسے جھٹلایا۔ پھر انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔ بے شک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

پانچوں شواہد کا حاصل

یہ نکلا۔ کہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے والی قومیں ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کے باعث تباہ ہوتی رہی ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

انبیاء علیہم السلام کی مخالفت میں لیڈران قوم پیش پیش ہوتے تھے

شواہد

(۱) لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ (سورۃ الاعراف رکوع ۸ پارہ ۸)

(ترجمہ) بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا پس اس نے کہا۔ اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس کی قوم کے سرداروں نے کہا۔ ہم تجھے صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

(۲) وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ (سورہ الاعراف رکوع ۹ پ ۸)

(ترجمہ) اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ فرمایا۔ اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ سو کیا تم ڈرتے نہیں۔ اس کی قوم کے کافر سردار بولے۔ ہم تو تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں۔

(۳) وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ (الآیۃ) قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝

(سورۃ الاعراف رکوع ۱۰ پارہ ۸)

(ترجمہ) اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ فرمایا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ..... اس قوم کے متکبر سرداروں نے غریبوں سے کہا۔ جو ایمان لا چکے تھے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح کو اس کے رب نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا۔ جو وہ لے کر آیا ہے۔ ہم اس پر ایمان لانے والے ہیں۔ متکبروں نے کہا۔ جس پر تمہیں یقین ہے۔ ہم اسے نہیں مانتے

(۴) وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ

الآیۃ (سورۃ الاعراف رکوع ۱۱ پارہ ۸)

(ترجمہ) اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ فرمایا۔ اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۚ الآیۃ (سورۃ الاعراف رکوع ۱۱ پارہ ۹)

(ترجمہ) اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا۔ اے شعیب ہم تجھے اور انھیں جو تجھ پر ایمان لائے ہیں اپنے شہر سے ضرور نکال دیں گے۔ یا یہ کہ تم ہمارے دین میں واپس آجاؤ۔

حاصل

چاروں شواہد کا حاصل یہ نکلا کہ انبیاء علیہم السلام کی مخالفت ہمیشہ قوم کے دنیادار سرکردہ لوگوں نے کی ہے۔ اور بقول شخصے الناس علی دین ملوکھم (ترجمہ) لوگ ہمیشہ بادشاہوں کے طریقے اختیار کرتے ہیں۔ جب راہنمایان قوم نے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کی۔ تو اکثر عوام بھی اپنے لیڈروں کے تابع ہو کر انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے لگ گئے۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ عتاب الٰہی دونوں پر نازل ہوا۔ اور دونوں ہی عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے۔ اللھم لا تجعلنا منھم۔

قیامت کے دن عوام لیڈروں کو کوسیں گے

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ ۖ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا ۚ (الآیۃ سورۃ السبا رکوع ۴ پ ۲۲)

ترجمہ:۔ اور اے کاش آپ دیکھتے۔ جبکہ ظالم اپنے رب کے حضور میں کھڑے کئے جائیں گے۔ ایک ان میں سے دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہوگا۔ جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے۔ وہ ان سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے۔ اگر تم نہ ہوتے۔ تو ہم ایماندار ہوتے۔ جو لوگ بڑے بنتے تھے۔ ان سے کہیں گے جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا۔ بعد اس کے کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی۔ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے۔ وہ ان سے کہیں گے۔ جو متکبر تھے۔ بلکہ (تمہارے) رات دن کے فریب نے۔ جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کر دیں۔ اور اس کے لئے شریک ٹھہرائیں۔

اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں خصوصاً وہاں کے امراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے۔ آگاہ کیا جاتا ہے جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد

کر دیتے اور کھلے بندوں نافرمانیاں کر کے تمام بستی کی فضا کو مسموم و مکدر بنا دیتے ہیں۔ اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کر کے عذاب الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا، وما علینا الا البلاغ، فاعتبروا یا اولی الابصار

حاصل

یہ نکلا کہ اول امیر گمراہ ہوتے ہیں۔ اور وہ پھر اپنے اثر و رسوخ سے غریبوں کو گمراہ کر لیتے تھے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

عذاب الٰہی کی صورتیں

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (سورۃ العنکبوت رکوع ۴ پارہ ۲۰)

(ترجمہ) پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ پر پکڑا۔ پھر کسی پر تو ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا۔ اور ان میں سے کسی کو کڑک نے آ پکڑا۔ اور کسی کو ان میں سے زمین میں دھنسا دیا۔ اور کسی کو ان میں سے غرق کر دیا۔ اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے۔ لیکن وہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔

کس قوم پر کون سا عذاب آیا

پتھروں کی بارش لوط علیہ السلام کی قوم پر ہوئی اور بعض مفسرین نے قوم عاد کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ بعضوں کو چنگھاڑ نے آ پکڑا۔ یہ قوم ثمود صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ اور قوم شعیب علیہ السلام پر بھی یہی عذاب آیا تھا۔ زمین میں دھنسنے کا عذاب قارون پر آیا۔ غرق ہونے کا عذاب نوح علیہ السلام کی قوم اور فرعون اور ہامان پر آیا۔

عذاب الٰہی کی پانچویں قسم

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ

(سورۃ الانعام رکوع ۸ پارہ ۷)

ترجمہ:۔ یا تمہیں مختلف فرقے کر کے ٹکرا دے۔ اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ اللھم لا تجعلنا منہم

قوم کی تباہی میں سرکردہ لوگوں کا ہاتھ

وَاِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۲ پارہ ۱۵)

(ترجمہ) اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولتمندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں۔ پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں۔ تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور ہم اسے برباد کر دیتے ہیں۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:۔

یعنی جب [illegible] اعمال کی بدولت کسی بستی کو تباہ کرنا ہوتا ہے [illegible] یک لخت [illegible] نہیں کر دیتے بلکہ اتمام حجت کے [illegible] جاتی ہے۔ اول پیغمبر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن الطفیل رضی اللہ عنہا کے سامنے زینت کے ساتھ آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو میرا بھتیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ محرم کے سامنے بھی اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوائے اس کے، یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلائی پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ آپ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔